بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورالمصابیح

حصہ نہم (9)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد چہارم (4)

کِتَابُ الْآدَابِ تا بَابُ الْإِنْذَارِ وَالتَّحْذِيرِ

حدیث نمبر: 6011 تا 6777

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ ۱۳۸۴ھ

مترجم

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ **مولانا محمد خواجہ شریف صاحب** دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نورالمصابیح، جلد: نہم (9)
ترجمہ ''زجاجة المصابیح'' جلد چہارم (4)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین
محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیراہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ، م 2017ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورة النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورة الحشر:7)

أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنَّ خَيۡرَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابُ اللّٰهِ،

وَخَيۡرَ الۡهَدۡىِ هَدۡىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلامِ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحيح مسلم، حديث نمبر: 2042۔زجاجة المصابيح، حديث نمبر: 145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو   ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ.
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ. (النساء:80)
وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ.(الحشر:7)
فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.(صحیح مسلم:2042)

نورالمصابیح

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد چہارم)

......مؤلفہ......

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

حضرت ابوالحسنات **سید عبداللہ شاہ نقشبندی** مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

......مترجم......

اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

......ناشر......

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز

نزد:GHMC آفس، کوٹلہ عالیجاہ روڈ، چارمینار، حیدرآباد۔500 002

Phone:040-24511777,64633777

نام کتاب : نور المصابیح (جلد نہم)
ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد چہارم)

موضوع : حدیث وفقہ

رشحات قلم : فخر العلماء والمحدثین حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ حیدرآباد، تلنگانہ، الہند۔

تعداد : 1000

اشاعت : 2015/1437ء

قیمت :

ناشر : **دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز**

ملنے کے پتے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین نورالمصابیح، جلد (9)

ذیلی فہرست مضامین نورالمصابیح، جلد(9)

	قولہ: فیتصافحان الاغفر لھما (اور مصافحہ کرتے مگر ان کی مغفرت ہوجاتی ہے)	49	20
	تم مصافحہ کیا کرو کدورت جائے گی	50	21
	دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کرتے ہیں	50	21
	آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا	50	21
	ان کو گلے لگایا	50	21
	قولہ: فالتزمہ وقبل مابین عینیہ (گلے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا)	50	21
	قولہ : وقبل مابین عینیہ (اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا)	50	22
	ملاقات کی اور گلے سے لگالیا پھر فرمایا	51	22
	آپ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا	51	22
	یارسول اللہ! میں یہی چاہتا ہوں	51	22
	آپ نے ان دونوں کو لپٹالیا	51	22
	آپ نے اس کو بوسہ دیا	51	23
	میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما	52	23
	ان کا ہاتھ پکڑتے اور اس کو چومتے	52	23
	دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے	52	23
	قولہ: فنقبل ید رسول الله ﷺ ورجلہ (ہم رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے)	52	23
	خوش آمدید ایسے سوار کئے لئے جو ہجرت کرکے آرہا ہے	52	23

	قوله : فليرده ما استطاع (پس اس کو چاہئے کہ وہ اس کو حتی المقدور روکے)	62	31
	جمائی لےتو اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھ کر روکے	63	32
	جب چھینکتے تو چہرہ انور کو اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے ڈھانک لیتے	63	32
	ان دونوں میں ایک کو چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا	63	32
	جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمدلله کہے تو تم اس کو جواب دو	63	32
	آپ فرماتے: یھدیکم الله ویصلح بالکلم (اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہارا معاملہ درست کرے)	63	32
	قوله: يرجون ان يقول لهم يرحمكم الله الخ (وہ امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے لئے یرحمکم الله فرمائیں)	63	32
	آپ فرماتے: یھدیکم الله ویصلح بالکلم (اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہارا معاملہ درست کرے)	63	33
	قوله: فليقل الحمد لله (تو چاہئے کہ وہ الحمد لله کہے)	64	33
	جب تم میں سے کوئی چھینکے تو الحمدلله علی کل حال کہے	64	33
	قوله: وليقل هو يهدكم الله الخ (اور چاہئے کہ وہ يهدكم الله کہے)	64	33
	ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس چھینکا اور السلام علیکم کہا	64	33
	ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بازو میں چھینکا اور الحمدلله والسلام علی رسول الله کہا	64	33
	آپ نے اس کو تیسری مرتبہ میں فرمایا کہ اس کو زکام ہے	65	34
	قوله: فقال الرجل مزكوم (تو آپ نے فرمایا: آدمی کو زکام ہے)	65	34
	تم چھینکنے والے کو تین مرتبہ تک چھینک کا جواب دو	65	34
	پس اگر اس سے زیادہ چھینکے تو یہ زکام ہے	65	34

......فہرست ختم شد......

عرض مترجم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقه وآله وصحبه والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین اجمعین.

امابعد!

الحمدللہ حدیث شریف کی عظیم کتاب زجاجۃ المصابیح جلد چہارم کے اردو ترجمہ نورالمصابیح کی یہ جلد نہم ہے، زجاجۃ المصابیح جلداول سے جلددوم ختم کتاب النکاح تک بزرگوں نے ترجمہ کیا تھا جسکی (۸) جلدیں ہوئی تھیں اس کے بعد جلد دوم کتاب العتق سے حسبِ ایماں نبیرہ وجانشین محدث دکن حضرت شیخ ابوالخیرات مولانا سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی وقادری مدظلہ العالی ترجمہ شروع کیا گیا، متن حدیث شریف کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ مؤلف علیہ الرحمہ کے گرانقدر حواشی کا بھی ترجمہ کیا گیا اور الفاظ کی مکمل رعایت کے ساتھ بلا کمی وبیشی بامحاورہ ترجمہ کرنے کی امکانی کوشش کی گئی۔ترجمہ میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے اس کی تفصیلات گزشتہ کی جلدوں میں بیان کردی گئی ہیں، ہروقت ہرجگہ یہ بات ملحوظ رہی ہے کہ کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائے ،الحمدللہ ہرسال ایک ایک جلد تکمیل پاتی رہی۔

کتاب منیف زجاجۃ المصابیح پورے نظام اسلام پر محیط ہے ۔اعتقادات، عبادات، معاملات، فرائض وحقوق، احوال امن وسلامتی، مسائل جنگ وصلح، ماضی کی سرگزشت، حال کے واقعات، مستقبل کے حوادث وپیشن گوئیاں، تخلیق کائنات اوراس کے ذرہ ذرہ کی حقیقت، تحت الثریٰ سے مافوق العرش وکرسی، نظام ارضی وسماوی، فضاؤں کی تفصیلات، تخلیق انسان قبل نطفہ سے ولادت تک، ہر ہر مرحلہ کی تفصیلات پھر اس کی نشونما، موت وحیات، حشر ونشر، حساب وکتاب، جنت ودوزخ، مخلوقات کے عجائب اورچھوٹی بڑی ہر چیز مادی ہو یا معنوی، علم وعرفان، لطافت ونورانیت اوراس کی حقیقت، غرض ہر ہر چیز کا ذکراس میں موجود

ہے، یہ دارین میں فلاح وصلاح کا مکمل نظام ہے، اس کا چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی حکمتوں سے بھرپور اسلام کی حقانیت کی تابناک دلیل ہے۔

اس روشن کتاب زجاجۃ المصابیح کے حواشی میں مؤلف علام علیہ الرحمہ نے جو قیمتی مباحث جمع کئے ہیں اور اس پر جو تعلیقات ہیں دل ودماغ معطر اور اس میں انشراح ہی انشراح ہوتا ہے کہ نظام اسلام کی ہر بات میں جمال وکمال' حلاوت ومٹھاس ہے، پھر مزید خوبی یہ ہے کہ آسان سے آسان تر ہے۔ اس جلد میں اختلافی مسائل نہیں ہیں، روزمرہ کے کام' حسن وجمال اور توصیف وکمال کی باتیں ہیں انسان اس پر عمل پیرا ہوکر حسین بھی ہوگا' باکمال بھی' لائق ستائش اور صحتمند بھی رہیگا۔ اور ہر جگہ اس کی تعریف وتوصیف بھی ہوگی۔

ابتداء میں آداب کے مضامین ہیں، اس سے انسان ہر جگہ مقبول اور قابل تعریف ہوجاتا ہے' اس میں کچھ بھی زائد کام کرنا نہیں ہے بلکہ حدودِ شریعت میں رہ کر جو چاہیں کرتے جائیں، عبادات' معاملات' شادی بیاہ' چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا' ملاقات کرنا' ہنسنا بولنا' سیر وسیاحت جو چاہو کرو، صرف اتنا ہے کہ ادب سے کرو اور بس پھر دیکھو تعریف ہی تعریف' بندوں کے پاس' اللہ ورسول کے پاس تعریف ہی تعریف۔ ہر چیز تھوڑی دیر میں ختم ہوجاتی یہ مگر یہ ادب سوتے' جاگتے میں' سانس سانس کے ساتھ آپ کے ساتھ ہے' اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا' یہ بغیر کسی محنت کے کامیابی کا آسان نسخہ ہے آداب کے نام سے کچھ تکلفات وضع کرلئے گئے ہیں مگر اسلام نے آداب کا فطری متواضع ایسا نظام دیا ہے جو عظمت ومحبت اور مراتب کے پاس ولحاظ سے بھرپور اور نہایت نہایت سادہ وآسان ہے۔

اس جلد کی ابتداء سلام سے ہے، پھر استئذان وغیرہ وغیرہ ہیں۔ آپ محبت چاہتے ہیں تو سلام کرو' بغیر کسی محنت کے ثواب چاہتے ہیں سلام کرو' اور چاہتے ہے کہ گناہ جھڑ جائیں مصافحہ کرو' خوشی دوبالا کرنا چاہتے ہیں معانقہ کرو' بچوں کو چومتے ہیں' بزرگوں کو بوسہ دیتے ہیں تو اس کے آداب' اور تقبیل کی جملہ پانچ قسمیں اور اس کی تفصیلات اس میں بتائی گئی ہیں، یہ کس طرح کرنا اس کے آداب کیا ہیں؟ یہ سب آپ کو اس میں ملے گا۔ گھروں میں جانا ہو، دوکانوں میں جانا ہو، راستوں میں' بازاروں میں بیٹھنا ہو تو کیا طریقہ

ہے‘ چھینک و جمائی آتی ہے تو ایک مسلمان کو کیا کرنا ہے، اور جمائی سے کس طرح بچنا چاہئے؟ یہ سب باتیں آپ کو اس جلد میں ملینگی ۔اور اس میں ضحک وتبسم کا باب ہے، ہنسی ومسکراہٹ فطری امور میں سے ہے۔ اگر انسان ہنسی ومسکراہٹ میں آداب ملحوظ رکھتا ہے تو اس کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور اجر وثواب بھی ملتا ہے‘ ورنہ دل مردہ ہوجاتے ہیں‘ یہ نہایت اہم مضمون ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہنستے تھے‘ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اکثر تبسم فرماتے ،ہنسی فی نفسہ منع نہیں ہے، اس کے کچھ اصول ہیں: ہنسی جب حد سے متجاوز ہوجائے تو دل مردہ ہوجاتے ہیں، ہنسی ومسکراہٹ میں آداب کو ملحوظ رکھیں تو فرحت ونشاط ملتی ہے۔

اس جلد میں ’’باب الاسامی‘‘ ہے، یہ ایک مسلمان کی پیدا ہوتے ہی پہلی ضرورت ہے، اس کے کان میں اذان دی جائے اور اس کا اچھا نام رکھیں، نام کا انسان کی زندگی میں اثر آتا ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیتے ہیں، ناموں سے متعلق چند قاعدے بتائے گئے ہیں: (۱) سب سے اچھے نام انبیاء علیہم السلام کے ہیں، وہ اللہ کے محبوب اور معصوم بندے ہیں، ان کے نام بھی اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ کو پسند ہیں ۔(۲) اس کے بعد وہ نام ہیں جن کی نسبت اللہ بزرگ وبرتر کی ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ، (۳) اس کے بعد وہ نام ہیں جن کے معنی ومفہوم اچھے ہوں، (۴) ناموں میں تفاؤل خیر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔

اس کے بعد **باب البیان والشعر والتغنی** ہے، بیان کی قدرت، شاعری اور خوش الحانی یہ ساری قوتیں اللہ کی نعمت ہیں، اس نعمت کی شکر گزاری یہ ہے کہ ان قوتوں کو اسلام کی سربلندی، حمد ونعت اور صالحین کے محاسن کے لئے استعمال کیا جائے، اس کے لئے یہ قاعدہ بنایا گیا ہے، یہ سب کلام ہے حسنہ حسن و قبیحہ قبیح ان میں جو کلام اچھا ہے وہ شریعت میں بھی اچھا ہے اور جو برا ہے وہ شریعت میں بھی برا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: حسان جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مدافعت کرتے ہو جبرئیل تمہاری تائید کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد حمد ونعت شریف میں رطب اللسان رہنے والوں کے لئے عظیم خوشخبری وفلاح دارین کا اعلان ہے۔

تیسرا حفظ اللسان کا بیان ہے، یہ عنوان انسان کی زندگی کی کلید ہے، زبان کی حفاظت امن عالم اور اس کی سلامتی کی کنجی ہے، اسلام میں زبان کی حفاظت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا، زبان کی حفاظت نہ کرنا دنیا میں فساد کی جڑ اور دخول جہنم کا سبب ہے اور اس کی حفاظت دنیا میں قیام اور آخرت میں دخول جنت کی ضمانت ہے، اسی لئے زبان کی حفاظت پر زیادہ تاکید اور اس کا اہتمام کیا گیا۔

اس کے بعد باب الوعد ہے، ایفائے عہد مسلمان کی نمایاں صفت ہے، اس کا اعتماد اسی سے قائم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایفائے عہد میں تین دن تک ایک ہی مقام پر انتظار کرتے رہے، وعدہ خلافی سے ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے، انسان نظروں سے گرجاتا ہے اس لئے اس کی حد درجہ تاکید کی گئی۔

باب المزاح میں خوش طبعی سے متعلق احادیث ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش طبعی اور ظرافت پسند تھے اور آپ کا کمال یہ تھا کہ خوش طبعی میں بھی کوئی خلاف واقعہ کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلتا، خوش طبعی اپنی اور دوسرے کی زندگی میں بہار لاگی ہے اور خشک مزاجی اس کی اور دوسروں کی زندگی کے لئے خزاں کا سبب بنتی ہے۔

باب المفاخرة والعصبية: یہ جاہلیت کے کام ہیں، انسان کے نفس اور معاشرہ کی اصلاح کا اہم عنوان ہے، دوسروں پر اپنی یا خاندان کی بڑائی کرنے اور ناحق کسی کی تائید کرنے سے نظام معاشرہ میں ہر طرف بگاڑ آیا ہے، یہ مضمون بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

باب البر والصلة: دنیا کے ہر انسان کو اس کی ضرورت ہے، ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا اسلام اس کی سب سے زیادہ تاکید کرتا ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی میں برکت اور رزق میں وسعت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نہایت آسان نسخہ بتایا کہ تم ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرو، اس سے عمر میں اضافہ اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

اسی طرح **باب الشفقة**: اس باب کی بڑی اہمیت ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتے ہو تو اس باب میں اس کا آسان طریقہ بتایا گیا ہے، تم بندگان خدا کے ساتھ شفقت سے پیش آؤ، پھر خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے گی۔

باب الحب فی اللہ ومن اللہ: اس باب کو پڑھیں، اس سے انسان کو زندگی کی ساری خوشیاں حاصل ہوجاتی ہیں، اللہ تعالی کے لئے لوگوں سے محبت کرو تم کو لوگوں کی بھی محبت ملے گی اور اللہ کی محبت بھی ملے گی۔ اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں ہی ان کو خوشخبریاں سنائی جاتی ہیں، رنج وغم سے دور، فرحت ونشاط کے ساتھ اس کی زندگی گذرتی ہے۔ اور انسان بزرگوں سے محبت کرتا ہے، اگر چہ ان سے نہ ملاقات کیا نہ ان کو دیکھا ہے، وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتے ہوں ان سے محبت کی وجہ سے آدمی کا ان کے ساتھ حشر ہوگا۔

باب ماینھی من التھاجر والتقاطع واتباع العورات: اصلاح معاشرہ کا اہم ترین عنوان اور موضوع ہے، آج معاشرہ کے افراد ماں، باپ، اولاد، شوہر، بیوی، دوست احباب ایک دوسرے سے نالاں نظر آتے ہیں، زندگی سے انسان بیزار ہوجاتا ہے، خاندان میں ایک دوسرے کے تعلقات کٹے ہوئے ہیں، ہر شخص چاہتا ہے کہ راحت کی زندگی ہو، اور تعلقات بحال رہیں۔ اس کو آپ ضرور پڑھیں؛ رشتے ناطے مل جائیں گے، تعلقات بحال ہوجائیں گے، آپس میں شیر وشکر ہوجائیں گے۔

باب الحذر والتأنی: آج یہ ہر انسان کا مسئلہ بن گیا ہے محنت کرنے کے باوجود پھل نہیں ملتا، نقصان ہوتا ہے، اس عنوان میں بتایا گیا ہے کہ آپ کو اپنے معاملات میں اور دوسروں کے معاملات میں کس طرح رہنا چاہئیے تاکہ آپ کو کسی معاملہ میں بھی نقصان نہ ہو۔

باب الرفق والحیاء وحسن الخلق: آپ چاہتے ہیں کہ خیر سے محروم نہ رہیں اور تمام فائدے جمع کرلیں تو اس مضمون میں اس کا آسان طریقہ دیا گیا ہے، اور یہ ہر انسان کی خواہش ہے، جو اس پر عمل کرتا ہے وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

باب الغضب و الکبر: سب جانتے ہیں کہ غصہ بری چیز ہے، وہ ایک آگ ہے، جو انسان کو جلا دیتی ہے۔ غصہ سے خود غصہ کرنے والے کا ہی نقصان ہوتا ہے اور تکبر خود کرنے والے کو ذلیل وخوار کردیتا ہے۔ اس باب میں بغیر کسی مشقت کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

باب الظلم: کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹانا ظلم ہے، ظلم کا انجام بربادی کے سوا کچھ نہیں، ظالم کا ظلم بڑھ جاتا ہے تو ساری مخلوق انسانوں، جانوروں، درختوں، زمین، کنکر، پتھر تک کو اس کے ظلم سے نقصان پہنچتا ہے، بارش روک لی جاتی ہے، قحط سالی آتی ہے، زمین خشک ہوجاتی ہے، پرندے تک گھونسلوں میں بھوک و پیاس سے مرجاتے ہیں، ظالم اس دنیا میں سب سے بڑا قصوروار ہے، اس کی سخت ترین سزائیں ہیں۔

آج ہمارے معاشرہ کا سب سے اولین توجہ طلب مسئلہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے کس طرح روک سکتے ہیں؟۔اس مضمون اس باب میں نہایت اہم ہے۔

باب الغضب کے ختم پر ہر آدمی کو بغیر کسی تحفظ کے کیمیا کا طریقہ بتایا گیا ہے، اب آپ اس کو پڑھیں اور کیمیا بنالیں، کیمیا کا طریقہ صرف دو جملوں میں آ گیا: (1) اپنی نظروں کو مخلوق سے ہٹادو (2) اپنے مقسوم سے سوا ملنے کی توقع ختم کردو۔

اس جلد میں باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر نہایت اہم باب ہے، ایک مسلمان کی زندگی کا نظام حیات ہے، **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر.** (ال عمران، آیت :11) مسلمانو! تم بہترین امت ہو، تم کو لایا گیا ہے لوگوں کے فائدہ کے لئے کہ تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو۔

ایک مسلمان کی پوری زندگی اس کے حرکات وسکنات اور ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے ہے، وہ اس کے ذریعہ نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، یہ عنوان مسلمان کی اولین ضرورت ہے، اس کو چاہیئے کہ امر ونہی کے احکام، اس کے طریقۂ کار، اس کے اسالیب واصول اور اس کے متعلقات کو معلوم کرے۔

خصوصًا علماء، واعظین اور خطباء کو اس سے واقفیت ضروری ہے؛ ورنہ یہ اصلاح کی جگہ فساد، امن کی جگہ ہیجان کا سبب بن جاتا ہے، اور شریعت تو امن وسلامتی کا نظام ہے، ہمیشہ امر ونہی کے کام میں لطف ونرمی کو اختیار کرنا اور حسب ضرورت قوت کا استعمال کرنا چاہیئے؛ تاکہ ہمیشہ نیکی کا غلبہ رہے ورنہ جب دنیا میں عذاب آئے گا تو دوسرے بھی اس کی زد میں آجائینگے، یہ اور بات ہے کہ اُن میں کے نیک لوگ قیامت میں اپنے اعمال کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

اس میں اصول امر کے ساتھ آمر کے بھی صفات اہمیت رکھتے ہیں۔آمر کے صفات کو حضرت مؤلف محدث دکن نے عالمگیری کے حوالہ سے نقل فرمایا: **الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء** امر بالمعروف کرنے کے لئے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے: (۱) علم ہونا کیونکہ علم نہ ہوتو یہ کام خوبی سے نہیں کرسکتا، (۲) صرف اللہ کی خوشنودی اور اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہونا، (۳) لوگوں کے ساتھ اصلاح حال میں شفقت کا برتاؤ کرنا اور اپنی بات نرمی سے پیش کرنا، (۴) سختی اور شدائد پر صبر وتحمل کرنا، (۵) اور جو کچھ امر کرتا ہے اس پر خود بھی عامل ہو کیونکہ اسی میں اثر پذیری ہے۔

کسی برائی کے مرتکب کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسروں کو اس برائی سے روکے کیونکہ امر ونہی بھی ایک نیکی ہے، کسی عاصی کا امر ونہی کو ترک کرنا بھی ایک معصیت ہے۔

اس جلد میں **کتاب الرقاق** بھی ہے، اس کے معنی دل کو نرم کرنے والی احادیث شریفہ کے ہیں۔اور یہ عنوان اپنی تاثیر کے اعتبار سے انقلابی عنوان ہے، ہر شخص کی دلی خواہش ہے کہ وہ نیک بنے مگر سوال یہ ہے کہ وہ کیا کرے؟ دنیا کے مشاغل، کاروبار، تجارت، محنت ومزدوری سے فرصت نہیں ملتی پھر کیسا کرے؟ اگر وہ اس عنوان اور اس کا مضمون پڑھ لے تو اس کے دل کی دنیا بدل جائیگی، سارے علماء واولیاء فرمارہے ہیں یہ احادیث دل کو نرم کردیتی ہے اور پڑھنے والے کا دل نرم نہ ہو یہ بات نہیں ہوسکتی، یقیناً اس میں للّٰہیت آجائے گی، تم سب سے بڑے عبادت گزار بننا چاہتے ہوتو حرام سے بچو، سب سے بڑے مالدار بننا چاہتے ہوتو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسمت میں جو کچھ ہے اس پر راضی وخوشی رہو، اللہ کی نعمت کے شکر گذار رہو۔

اس باب کی حدیث شریف میں ایک لفظ ہے: ''**واما العین فمقرة لمایوعی القلب**'' دل جس چیز کو سمجھتا اور یاد رکھتا ہے آنکھ اس کے قرار کی جگہ ہے، اس کے معانی ومفاہیم تو بہت ہیں منجملہ ان کے ایک بات یہ ہے کہ آنکھ جب کسی چیز کو دیکھتی ہے تو آنکھ سے کبھی وہ مٹتی نہیں اور ختم نہیں ہوتی، ہر دیکھی ہوئی چیز، آنکھ میں ہر وقت رہتی ہے، آج اہل سائنس اپنی ساری تحقیقات کے بعد اس کو سمجھے ہیں۔

ایک عنوان فقراء کی فضیلت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگانی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقراء کو حقیر مت جانو! بلکہ تمہیں دولت اور رزق وروزی انہی فقراء کی وجہ سے مل رہی ہے، فقراء سے محبت رکھنا انسان کے لئے سعادت کی بات ہے، وہ مالداروں سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائینگے، فقیر سے مراد فقیر الی اللہ ہے یعنی جو اللہ کا محتاج ہے، جو بندوں سے امید نہیں لگا تا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے غیب سے انتظام کر دیتا ہے، بعض علماء کے پاس فقیر صابر کا درجہ غنی شاکر سے زیادہ ہے۔

ایک اور عنوان **الامل والحرص** : یعنی حرص وآرزو کا ہے، دنیا کی آرزو کو کم رکھنا اچھا ہے کیونکہ اس کو کسی بھی وقت موت آسکتی ہے۔ پھر وہ اس دنیا سے حسرت لیکر جائیگا۔ دنیا میں ظلم وزیادتی اور قتل وخون ریزی اسی امید وحرص کی وجہ سے ہے، اسی لئے دنیا کی آرزو وحرص جس قدر کم ہو اچھا ہے۔

استحباب المال والعمر للطاعۃ کے نام سے ایک عنوان ہے، زیادتی مال کی خواہش دین کے کام کے لئے اور درازیٔ عمر کی تمنا فرمانبرداری کے لئے ہو تو بہتر اور اچھا ہے اور اس میں توبہ اور استغفار کرنے والے کے لئے موقعہ ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو زیادتیٔ مال وعمر سے گناہ میں مزید اضافہ ہوگا۔

ایک عنوان **باب التوکل والصبر** ہے، حسب قدرت اسباب کو اختیار کرنا اور نتیجہ اللہ کے حوالہ کرنا توکل ہے اور مصائب ومشکلات، تنعم وخوشحالی ہر حالت میں دین پر استقامت اور جمے رہنا صبر ہے، جس میں یہ دونوں صفات ہوتے ہیں اسکے لئے دست غیب ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوشحالی اور سکون میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو ایسے مقام سے رزق سرفراز کرتا ہے جہاں اس کا وہم وگمان نہیں پہنچتا۔ بہرحال جو مسلمان دست غیب چاہتا ہے اس کے لئے توکل دست غیب ہے۔

اسی طرح ایک عنوان **باب الانذار والتحذیر** : آگاہ کرنا اور ڈرانا ہے، انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور وہ غفلت کا شکار بھی ہو جاتا ہے ایسے وقت اگر کوئی اس کو آگاہ کرنے اور ڈرانے والا نہ ہو تو وہ اسی غفلت میں ڈوب جائیگا، اس لئے اس کو آگاہ کرنے اور ڈرانے والے کی ضرورت ہے، اس کے لئے سب سے بڑے نذیز (آگاہ کرنے والے) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی احادیث شریفہ ہیں، بہرحال یہ جلد ہر ایک کے مطالعہ کی ہے ہر ایک کے گھر میں رہنا ہے۔

اس جلد کے ترجمہ میں جامعہ کے اساتذہ کرام میں مولانا مفتی سید ضیاءالدین صاحب نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ، مولانا لطیف احمد صاحب، مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر صاحب اور فاضل وکامل کے طلبہ میں عزیز القدر مولوی محمد حنیف، مولوی شرف الدین، مولوی محمد امین الدین، مولوی محمد خالد علی، مولوی سید واحد علی اور مولوی غلام دستگیر عمار نے تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس ترجمہ کو قبول اور مفید فرمائے اور ان سب کو جزاء خیر عطا فرمائے اور اس کو آخرت میں بنائے اور میزان حسنات میں شامل فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ وآلہ وصحبہ
والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین اجمعین آمین.

محمد خواجہ شریف
شیخ الحدیث وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ، جامعہ نظامیہ
ومدیر المعہد الدینی العربی، حیدرآباد

۱۵ / ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
م ۴ / جون ۲۰۰۴ء
(بوقع، طبع اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(24) كِتَابُ الْآدَابِ

﴿ قابل تعریف کاموں اور لائق ستائش باتوں کے مضامین ﴾

(1/204) بَابُ السَّلَامِ

سلام کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے: ''وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا'' (اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو1، یا اتنا ہی جواب دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے)۔(4۔سورۃ النساء، آیت:86)

سلام کا طریقہ

1/6011۔سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جاہلیت میں ہم کہا کرتے تھے: ''انعم اللہ بک عینا، و انعم صباحا '' اللہ تیری وجہ سے آنکھ ٹھنڈی رکھے، اور تیری صبح اچھی ہو۔اور جب اسلام آیا تو ہم کو اس سے 2روک دیا گیا۔(ابوداؤد)۔

2/6012۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی۔اور انہوں نے ''الحمدللہ'' کہا، اللہ کی توفیق سے اس کی تعریف کی، تو ان کے رب نے ان سے فرمایا: ''یرحمک

1قولہ: فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ (تو تم اس سے اچھا جواب دو) یعنی جب وہ ''السلام علیکم '' کہے تو تم ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ'' کہو اور جب وہ ''ورحمۃ اللہ '' کہے تو تم ''وبرکاتہ'' کا اضافہ کرو۔اور کہا جاتا ہے ہر چیز کی ایک انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء ''وبرکاتہ'' ہے۔اَوْ رُدُّوْهَا یعنی تم اس کے مثل جواب دو اور ردالسلام کا مطلب اس کے مثل جواب دینا ہے، کیونکہ جواب دینے والا سلام کرنے والے کے قول کو لوٹاتا ہے۔اور اس میں مضاف محذوف ہے یعنی ''رُدُّوْا مِثْلَهَا'' اس کے مثل جواب دو۔سلام کرنا سنت ہے، جواب دینا ضروری ہے، اس سے بہتر جواب دینا افضل ہے۔(مدارک)۔

2قولہ: نھینا عن ذلک (ہم کو اس سے روک دیا گیا) یعنی سلام کے بجائے مذکورہ الفاظ کے ذریعہ ابتداء کرنے سے ہم کو منع کیا گیا۔پس اگر یہ سلام سے ابتداء کرے پھر مذکورہ جیسے کلام کا اضافہ کرے تو یہ ممنوع نہیں۔(مرقات)۔

اللہ یا آدم ''اللہ تم پر رحم کرے اے آدم! تم ان فرشتوں کی طرف جاؤ، ان میں کی بیٹھی ہوئی جماعت کی طرف، اور ''**السلام علیکم** '' کہو، پس آپ نے ''**السلام علیکم** '' کہا تو انہوں نے جواب دیا ''**علیک السلام و رحمة الله** '' پھر وہ اپنے رب کی طرف واپس آئے تو فرمایا: یہ تمہارا سلام ہے اور آپس میں تمہاری اولاد کا سلام ہے، اللہ نے آپ سے فرمایا: اور اس کی دونوں مٹھیاں بند تھیں، تم ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرو، تو انہوں نے کہا: میں نے اپنے رب کے سیدھے ہاتھ کو اختیار کرلیا، اور میرے رب کے دونوں ہاتھ سیدھے اور مبارک ہیں، پھر اس نے اس کو کھولا تو اس میں آدم اور ان کی اولاد تھی۔ تو آپ نے کہا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے، تو تب دیکھا کہ ہر انسان کی عمر اس کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے، تو اچانک دیکھا کہ ان میں ایک نہایت روشن چہرہ صاحب ہیں یا ان میں کے روشن چہرہ اصحاب میں سے ہیں، آپ نے کہا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ تو فرمایا: یہ تمہارے بیٹے داؤد ہیں، میں نے ان کی عمر، ان کے لئے چالیس سال لکھ دی ہے، تو آپ نے کہا: اے میرے رب! ان کی عمر میں اضافہ فرما، تو فرمایا: یہ وہ ہے جس کو میں نے ان کے لئے لکھ دیا ہے، تو آپ نے عرض کیا: اے میرے رب میں نے ان کے لئے میری عمر میں سے ساٹھ سال دے دئے، تو فرمایا: تم کو اس کا اختیار ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ نے جس قدر چاہا وہ جنت میں رہے پھر وہاں سے اتارے گئے۔

آدم اپنی عمر کو گنتے رہتے تھے اور موت کا فرشتہ آپ کے پاس آیا تو اس سے آدم نے فرمایا: تم جلدی آگئے، میرے لئے تو ہزار سال لکھے گئے ہیں، تو اس نے عرض کیا: ہاں! لیکن آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو ساٹھ سال دے دیئے ہے، تو وہ انکار کیئے پس ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے؟ اور وہ بھول گئے تھے، تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پس اسی دن سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا۔ (ترمذی)۔

3/6013۔ بخاری و مسلم میں ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے آدم کو ان کی صورت [1] پر پیدا کیا اور آپ کی لمبائی ساٹھ (60) ہاتھ تھی، پس جب اس نے آپ کو پیدا

---

[1] قوله: **خلق الله اٰدم علی صورته**. (اللہ نے آدم کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا) یعنی ان کی وہ صورت جس پر وہ اتارے جانے اور وصال فرمانے تک باقی رہے۔ یہ اس وہم کو دفع کرنے کے لئے کہا گیا کہ جنت میں آپ کی صورت کسی دوسری صفت پر تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور صورت سے مراد صفت ہے جیسے حیات، علم، سمع اور بصر ہے اگرچیکہ اس کے صفات کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔ نیز کہا گیا کہ ''صُوْرَتُهٗ'' کی ضمیر عبد کی طرف راجع ہے جو محذوف ہے اور یہ سباق کلام سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حدیث شریف کا شانِ ورود یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کے چہرہ پر مارا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا فرمایا۔ امام سیوطی کے حاشیہ بخاری میں اسی طرح ہے۔ (مرقات)۔

کیا تو فرمایا: تم جاؤ! ان لوگوں کو سلام کرو اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو بیٹھی ہوئی ہے اور وہ تم کو جو جواب دیں گے اس کو غور سے سنو! کیونکہ وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے، پس آپ گئے اور "**السلام علیکم**" کہا تو انہوں نے جواب دیا "**السلام علیک ورحمة الله**". حضور ﷺ نے فرمایا: انہوں نے اس میں "**ورحمة الله**"[1] کا اضافہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پس ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا اور اس کی لمبائی (60) ساٹھ ہاتھ ہوگی، پس مخلوق کا قد و قامت اب تک گھٹتا جا رہا ہے۔ (متفق علیہ)۔

4/6014۔ سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں وہ شخص جو ہمارے غیر سے مشابہت اختیار کرے، تم نہ یہود سے مشابہت اختیار کرو نہ نصاریٰ سے۔ یہود کا سلام کرنا انگلیوں[2] کے اشارہ سے ہے اور نصاریٰ کا سلام کرنا ہتھیلیوں کے اشارہ سے۔ (ترمذی)۔

---

[1] قولہ: **فقال السلام علیکم فقالو السلام علیک و رحمة الله قال فزادوہ و رحمة الله**۔ (اور آپ نے السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب دیا **السلام علیک و رحمة الله**. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اس میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا) کہا گیا کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جواب میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ میں کہتا ہوں: بلکہ اضافہ کرنا ہی افضل ہے، جیسے کہ آیت سے بھی ثابت ہے۔

ہاں! اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جواب دینے میں لفظ سلام کو مقدم کرنا جائز ہے بلکہ اس میں اس کے مستحب ہونے پر دلالت ہے، کیونکہ یہ مقام تعلیم کا مقام ہے۔ لیکن جمہور اس بات پر ہیں کہ جواب "**وعلیکم السلام**" کے لفظ سے دینا افضل ہے، خواہ وہ اضافہ کرے یا نہ کرے اور ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے بھی آدم علیہ السلام کو بطور انشاء سلام کرنا چاہا جیسا کہ لوگوں کے درمیان اکثر ہوتا ہے لیکن جواب صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ وہ سلام کے بعد ہو۔ یہ نہیں کہ وہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں فاءِ تعقیب بھی اس پر دلالت کر رہا ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے جس سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ اس لئے اگر دو آدمی ملاقات کریں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو بیک وقت سلام کرے تو ان میں سے ہر ایک پر جواب واجب ہوجاتا ہے۔ (مرقات)۔

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ سلام کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ **السلام علیکم ورحمة الله و برکاته** کہے اور جواب دینے والا اسی طرح جواب دے اور "وبرکاتہ" کے بعد کچھ اور اضافہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: ہر چیز کی ایک انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء برکات ہے۔ اسی طرح محیط میں ہے جواب دینے والا اپنے جواب میں "**وعلیکم السلام**" میں واوٴ عطف کو لائے گا۔ اگر وہ عطف کے واوٴ کو حذف کردے اور "**علیکم السلام**" کہے تو یہ بھی اس کے لئے کافی ہے۔

اگر پہل کرنے والا "**سلام علیکم**" کہے یا "**السلام علیکم**" کہے تو جواب دینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ دونوں صورتوں میں "**سلام علیکم**" کہے۔ اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ "**السلام علیکم**" کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا بہتر ہے۔ (تاتارخانیہ)۔

[2] قولہ: **تسلیم الیهود الاشارة بالا صابع الخ** (یہود کا سلام کرنا انگلیوں کے اشارہ سے ہے) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جملہ افعال میں ان سب سے تم مشابہت اختیار مت کرو! خصوصاً ان دو خصلتوں میں۔ ہوسکتا ہے یہ لوگ سلام کرنے یا اس کا جواب دینے یا ان دونوں میں بھی لفظ سلام زبان سے سلام بولنے کا طریقہ جو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے اس کے بغیر صرف دو اشاروں پر اکتفاء کرتے رہے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر کردیا گیا ہو کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ یہ یا اس طرح کا عمل مثلاً جھکنا یا سر جھکانا یا صرف لفظ سلام پر اکتفاء کرنا جیسے کام کرینگے۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اس کی سند حسن ہے، خصوصاً جب کہ امام سیوطی نے جامع صغیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ تک اس کی سند ذکر کی ہے، تو اختلاف ختم ہو گیا اور اشکال بھی نہیں رہا۔

5/6015 ۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور "**السلام علیکم**" عرض کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دس نیکیاں" پھر ایک دوسرا شخص آیا اور "**السلام علیکم و رحمة الله**" عرض کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بیس" پھر ایک دوسرا شخص آیا اور "**السلام علیکم ورحمة الله و بركاته**" عرض کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: "تیس"۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

6/6016 ۔ محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک یمنی شخص آپ کے پاس آیا اور "**السلام علیکم ورحمة الله و بركاتهٗ**" عرض کیا پھر اس کے ساتھ کچھ اضافہ بھی کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ ان دنوں آپ کی بینائی جاچکی تھی۔ لوگوں نے کہا: یہ وہی یمنی شخص ہے جو آپ کے پاس آیا کرتا ہے اور ان لوگوں نے آپ سے اس کا تعارف کروایا اور آپ نے اس کو پہچان لیا۔ ابن عباس نے فرمایا: سلام برکت پر پورا ہو گیا۔

امام محمد نے مؤطا میں فرمایا: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، جب **السلام علیکم ورحمة الله و بركاته** کہے تو رک جائے، کیونکہ سنت کی اتباع افضل ہے۔ اسی لئے صاحب درمختار نے کہا: جواب دینے والا بھی "**وبركاته**" پر اضافہ نہ کرے۔

7/6017 ۔ سیدنا غالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: مجھ کو میرے والد نے میرے دادا کے حوالہ سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: مجھ کو میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا:

۔۔۔ ماقبی ۔۔۔ میں نے مسجد حرام میں اہل ریاضت ارباب توکل، اصحاب زہد اور سالکین کے سلسلے میں داخل متصوفہ جماعت کے ایک شخص کو دیکھا، جو ایک تہہ بند اور چادر پر اکتفاء کیا ہوا تھا، صائم الدہر تھا، اس نے اعتکاف کو لازم کر لیا تھا، جس کے پاس دنیا کے اسباب میں سے کچھ نہ تھا اور وہ چالیس سال سے زائد اسی حالت پر رہا، پھر اس نے اخیر عمر میں بالکل خاموشی اختیار کر لی، اس طرح کہ سلام کا جواب دینے میں سر کے اشارہ پر اکتفا کرتا، حالانکہ وہ کسی قسم کی بھی رمعرفت سے اور دوام تلاوت، حسن اخلاق اور نفس کی فیاضی سے خالی نہیں تھا، مگر یہ کہ وہ طواف کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اللہ تعالی ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ اور وہ ہمارے اور اس کے انجام پر رحم فرمائے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ شہادت کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہے۔ (فتاوی غیاثیہ)۔

حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ سے سلام عرض کرو۔ انہوں نے کہا: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: 1 میرے والد آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں تو آپ 2 نے فرمایا: ''علیک و علی ابیک السلام'' (تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو) (ابوداؤد)۔

سلام کی فضیلت اور اس کی ترغیب

8/6018۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو اس 3 کو جس کو تم جانتے ہو اور جس کو تم نہیں جانتے۔ (متفق علیہ)۔

9/6019۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنت میں نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ مومن بن جاؤ۔ اور مومن نہیں 4 بنو گے یہاں تک کہ آپس میں محبت کرو! سنو! میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جب تم اس کو کرو گے تو محبت کرنے لگو گے، تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (مسلم)۔

10/6020۔ سیدنا طفیل بن اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کرتے اور ان کے ساتھ بازار کو جاتے تھے، کہتے ہیں کہ جب ہم بازار کو جاتے تو عبداللہ بن عمر کسی معمولی سامان فروش کے پاس سے اور نہ کسی بڑے کاروباری کے پاس سے اور نہ کسی غریب کے پاس سے اور نہ کسی اور کے پاس سے گزرتے مگر آپ اس کو سلام کرتے۔

---

1 قولہ: فقلت ابی یقرئک السلام (اور میں نے عرض کیا: میرے والد آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب کوئی کسی آدمی کو حکم دے کہ وہ اس کا سلام فلاں کو پہنچادے تو اس پر یہ سلام پہچانا واجب ہے۔ (غیاثیہ)۔

2 قولہ: فقال علیک وعلی ابیک السلام (تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' علیک وعلی ابیک السلام ''تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو) صاحب ردالمحتار نے ذکر کیا کہ ''شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سلام پہونچانے والے کو بھی جواب میں شامل کرنا مستحب ہے لہٰذا جواب میں ''وعلیک و علیہ السلام'' (تم پر اور اس پر سلام ہو) کہے اور ایسا ہی مصنف کی شرح تحفۃ الاقران میں ہے، اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ: ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ واجب ہے۔ لیکن تاتارخانیہ میں ہے: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی انسان کو کسی غائب کا سلام پہونچائے تو اس پر لازم ہے کہ پہونچانے والے کا جواب پہلے دے پھر غائب کا۔ اھ اس سے بظاہر اس کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔ تم غور کرو۔

3 قولہ: تقرئ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف (تم سلام کرو جس کو تم جانتے ہو اور جس کو تم نہیں جانتے) یہ عمومیت مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کافر کو سلام کرنے میں پہل نہ کرے۔ اسی طرح اس عموم سے فاسق کو بھی خاص کیا جائے گا یعنی جب کہ وہ علانیہ طور پر فسق کرنے والا ہو ورنہ اس کو سلام کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (ماخوذ از درمختار، ردالمحتار)۔

4 قولہ: ولا تؤمنوا (اور تم مؤمن نہیں بنو گے) امام نووی نے کہا: تمام اصول اور روایات میں یہ صیغہ اسی طرح آخر میں نون کے حذف کے ساتھ ہے۔ اور شاید نون کا حذف کرنا مجانست اور ہموزن مشابہت کے لئے ہے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی سے کبھی نفی مراد لی جاتی ہے جیسا کہ اس کا عکس اہل علم کے پاس مشہور ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہے کہ تم مومن کامل نہیں ہو سکتے۔ (مرقات)۔

طفیل کہتے ہیں میں ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو آپ نے مجھے بازار کو چلنے کے لئے فرمایا تو میں نے آپ سے کہا: آپ بازار میں کیا کریں گے نہ تو آپ کاروبار کے لئے ٹھیرتے ہیں، نہ سامان کے بارے میں دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھاؤ لگاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں پس آپ ہمارے ساتھ یہیں بیٹھیں کہ ہم بات چیت کریں تو مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے ابو بطن! (پیٹ والے) (راوی نے کہا: طفیل بڑے پیٹ والے تھے) ہم تو سلام کے لئے جاتے ہیں جس سے بھی ہم ملاقات کرتے ہیں سلام کرتے ہیں۔ (مالک۔ بیہقی شعب الایمان)۔

11/6021 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ(6) حقوق ہیں: (1) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (2) جب وہ انتقال کرے تو اس کے پاس حاضر ہو (3) جب وہ دعوت دے تو اس کو قبول کرے (4) جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے (5) جب وہ چھینکے تو اس کو چھینک کا جواب دے (6) اور جب بھی وہ غائب رہے یا حاضر رہے اس کی خیر خواہی کرے۔ (نسائی)۔

12/6022 ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حسن سلوک سے متعلق چھ(6) حقوق ہیں: جب اس سے ملاقات کرے تو سلام کرے، جب وہ دعوت دے تو قبول کرے، جب وہ چھینکے تو اس کی چھینک کا جواب دے، جب وہ انتقال کرے تو اس کے جنازے [1] کے پیچھے چلے، اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (ترمذی، دارمی)۔

13/6023 ۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لئے ہماری مجالس کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہم اس میں بات چیت کرتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کو بیٹھنا ہی ہو تو راستے کا حق ادا کرو، انہوں نے عرض کیا: راستہ کا حق کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔ (متفق علیہ)۔

14/6024 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اسی قصہ میں فرمایا: اور راستہ بتانا۔ (ابوداؤد)۔

---

[1] قولہ: یتبع جنازتہٗ (اس کے جنازے کے پیچھے چلے) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے۔ جو کہ ہم حنفیہ کے مذہب کا مختار قول ہے۔ (مرقات)۔

15/6025۔سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قصہ میں روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تم مظلوم کی مدد کرو اور بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاؤ۔ (ابوداؤد)۔

16/6026۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے، مگر اس آدمی کے لئے جو راستہ بتلائے، سلام کا جواب دے، نگاہ نیچی رکھے اور سوار کرنے پر مدد کرے۔ (شرح السنہ)۔

17/6027۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: میرے باغ میں فلاں آدمی کے کھجور کے جھاڑ کی ایک شاخ ہے اور اس کی شاخ کا ہونا مجھے تکلیف دیا ہے، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو تو اپنی شاخ بیچ دے اس نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو، تو میرے لئے ہبہ کردے تو اس نہ کہا: نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تو وہ جنت کی ایک شاخ کے بدلے مجھے بیچ دے تو اس نے کہا: نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو تجھ سے بڑھ کر بخیل ہو سوائے اس آدمی کے جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے۔ (امام احمد، بیہقی شعب الایمان)۔

سلام کے آداب

18/6028۔اور ان ہی سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بات کرنے سے پہلے سلام 1 کرنا ہے۔ (ترمذی)۔

19/6029۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی جب کسی مجلس 2 میں پہنچے تو سلام کرے۔ پس اگر اس کو بیٹھنے کا خیال ہو تو بیٹھ جائے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام کی بنسبت زیادہ حق نہیں رکھتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

20/6030۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں

---

1 قولہ: السلام قبل الکلام (بات کرنے سے پہلے سلام کرنا ہے) صاحب رد المحتار نے کہا ہے کہ کتاب "فصول العلامی" میں اسی طرح ہے۔

2 قولہ: اذا انتھی احدکم الی مجلس فلیسلم الخ (تم میں کا کوئی جب کسی مجلس میں پہنچے تو وہ سلام کرے) علامہ شاشی نے کہا: رخصت کے وقت سلام کرنا سنت ہے، جیسا کہ ملاقات کے وقت سنت ہے، تو جس طرح ملاقات کے وقت جواب دینا واجب ہے اسی طرح رخصت کے وقت بھی اور یہی بات صحیح ہے۔ (مرقات)۔

کا کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے اور اگر ان دونوں کے درمیان 1 کوئی درخت یا دیوار یا کوئی پتھر حائل ہو جائے پھر اس سے ملاقات ہو تو پھر اس کو دوبارہ سلام کرے۔(ابوداؤد)۔

21/6031۔سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس کے رہنے والوں کو سلام 2 کرو اور جب نکلو تو اس کے رہنے والوں کو سلام کر کے نکلو۔(بیہقی شعب الایمان)۔

22/6032۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، وہ سلام برکت ہوگا تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے (باعث) برکت ہوگا۔(ترمذی)۔

23/6033۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا: جماعت کی طرف سے یہ بات کافی ہے جب وہ گزرے تو ان میں کا کوئی ایک سلام 3 کرے اور اہل مجلس کی طرف سے کسی ایک کا جواب دینا کافی ہے۔

---

1 قولہ: **فان حالت بينهما شجرة** الخ (اور اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت حائل ہو جائے) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وہ ہر داخلہ کے وقت سلام کرے (اسی طرح تاتارخانیہ میں صیرفیہ سے منقول ہے)۔

2 قولہ: **اذا دخلتم بيتا فسلموا على اهله** الخ (جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس کے رہنے والوں کو سلام کرو) فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ''**السلام علينا و على عباد الله الصالحين**'' (ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو) کہے۔(محیط)۔

3 قولہ: **يجزئ عن الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم** الخ (جماعت کی طرف سے یہ بات کافی ہے کہ جب وہ گزرے تو ان کا کوئی ایک سلام کرے) جان لو کہ سلام میں پہل کرنا سنت مستحبہ ہے، واجب نہیں ہے۔اور وہ سنت علی الکفایہ ہے اگر وہ جماعت کی شکل میں ہے تو ان کی طرف سے ایک شخص کا سلام کافی ہو جائے گا اور اگر وہ سب کے سب سلام کریں تو افضل ہوگا۔

علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین نے کہا: ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور سنت علی الکفایہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: اور یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''اہل مجلس کی طرف سے کسی ایک کا جواب دینا کافی ہے'' یہ بالاتفاق فرض کفایہ ہے اگر وہ سب جواب دیں تو افضل ہے جیسا کہ تمام فروض کفایہ کا حال ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی جماعت کسی قوم کے پاس آئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی سلام نہ کرے تو وہ سب گناہ گار رہوں گے۔اگر ان میں کا ایک بھی سلام کردے تو ان تمام کی جانب سے کافی ہے، اگر وہ سب سلام کریں تو یہ افضل ہوگا۔اور اگر وہ سب جواب کو ترک کردیں تو وہ تمام گناہ گار رہوں گے اور ان میں سے کوئی ایک بھی جواب دے تو وہ سب کے لئے کافی ہوگا حدیث شریف میں یہی ہے اور یہ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے اور اگر وہ سب جواب دیں تو یہ افضل ہے۔(ذخیرہ)۔

بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً اس کی روایت کی ہے، امام ابوداؤد نے موقوفاً روایت کی ہے اور پوری سند بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کو حسن بن علی نے مرفوع بیان کیا ہے اور حسن بن علی ان کے استاذوں میں سے ہیں یہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

24/6034۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار آدمی پیدل چلنے والے 1 کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ بہت لوگوں کو سلام کریں۔ (متفق علیہ)۔

25/6035۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوٹا آدمی بڑے آدمی کو سلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو۔ (بخاری)۔

26/6036۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو سلام 1 فرمایا۔ (متفق علیہ)۔

27/6037۔ سیدنا جریر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام فرمایا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

28/6038۔ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم چند عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ہم کو سلام فرمایا۔ (دارمی)۔

علامہ ابن ملک نے کہا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ آپ کو فتنہ میں واقع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن آپ کے سوا دوسرے کے لئے اجنبی عورت 1 کو سلام کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہ عورت

1۔ قولہ: **یسلم الراکب علی الماشی** (سوار آدمی پیدل چلنے والے کو سلام کرے) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ سوار آدمی پیدل چلنے والے کو، اور کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (کتاب خلاصہ میں ایسا ہی ہے)
اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور وہ شخص سلام کرے جو تمہارے پیچھے سے آرہا ہے۔ (محیط)۔

2۔ قولہ: **مر علی غلمان فسلم علیهم** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو سلام فرمایا) فقہاء رحمہم اللہ نے بچوں کو سلام کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ ان کو سلام نہیں کیا جائے گا اور یہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور بعض نے کہا: ان کو سلام کرنا افضل ہے اور یہ حضرت شریح کا قول ہے۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (بحوالہ عالمگیریہ وتاتارخانیہ)۔

1 قولہ: **اما غیره فیکره له ان یسلم علی المرأة الا جنبیة الخ** (لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کا اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے) اسی لئے صاحب درمختار اور صاحب ردالمحتار نے کہا: اور اجنبی عورت سے وہ کلام نہ کرے مگر یہ بوڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو اس کی چھینک اور سلام کا جواب دے ورنہ نہیں۔ یعنی اگر وہ بوڑھی نہ ہو بلکہ جوان ہو تو اپنی زبان سے نہ اس کی چھینک کا جواب دے اور نہ سلام کا جواب دے۔ صاحب خانیہ نے کہا: اور جب مرد وعورت کی ملاقات ہو اور مرد پہلے سلام کردے تو بھی ایسا ہی حکم ہے۔
اور جب اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اگر وہ بوڑھی ہو تو مرد اس کے سلام کا جواب اپنی زبان سے ایسی آواز میں دے کہ وہ سن سکے اور اگر وہ جوان ہو تو اس کا جواب اپنے دل میں دے۔ اسی طرح اگر مرد کسی اجنبی عورت کو سلام کرے تو جواب اس کے برعکس ہوگا۔

ایسی بوڑھی ہو کہ فتنہ کے اندیشہ سے دور ہو۔اوراس مسئلہ کی تائید کرتی ہے مسلم شریف کی یہ حدیث ’’سنو! میں تم کو بتاتا ہوں ایسی چیز جب تم اس کو کروگے تو آپس میں محبت کرنے لگوگے،تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ‘‘۔

29/6039۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ قریب وہ آدمی 1؎ ہے جوسلام میں پہل کرے۔ (احمد،ترمذی،ابوداؤد)۔

30/6040۔سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کرنے میں سبقت کرنے والا تکبر سے بری ہے۔(بیہقی شعب الایمان)۔

31/6041۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہودیوں کواور نصاری کوسلام کرنے میں ابتدامت 2؎ کرواور جب تم ان میں سے کسی سے کسی راستہ میں ملاقات کروتوان کواس کے تنگ حصہ کی طرف مجبورکرو۔(مسلم)۔

32/6042۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

1؎قولہ:ان اولی الناس باللہ من بدأ بالسلام (بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ آدمی ہے جوسلام میں پہل کرے) فتاوی عالمگیری میں ہے: جب دوشخص ملاقات کریں توان میں افضل وہ ہے جوسلام میں پہل کرے،اگروہ دونوں بیک وقت سلام کریں توہرایک کوجواب دینا ہوگا۔(غیاثیہ،تاتارخانیہ)۔

2؎قولہ:لا تبدؤا بالیھود ولا بالنصاری بالسلام (یہودیوں کواورنصاری کوسلام کرنے میں ابتدامت کرو) صاحب درمختار نے اس حدیث شریف کی بناء پرکہا ہے کہ کافرکوابتداء میں سلام نہ کرے اور یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے، ہرایک کوسلام کرنے کی حدیث کہ ’’سلام کرواس کوجس کوتم پہچانتے ہواوراس کوجس کوتم نہیں پہچانتے ہو‘‘ ابتداء اسلام میں تالیف قلب کی مصلحت سے تھی پھر یہ ممانعت آئی ہو۔اسی لئے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کوسلام کرنا اس وقت تھا جس میں اللہ تعالی نے ان کومعاف کرنے ودرگزرکرنے اوران سے جدال نہ کرنے کا مگر یہ کہ بہتر طریقہ سے ہوحکم دیا تھا پھراللہ تعالی نے اس کومنسوخ فرمادیااوران سے قتال کرنے کا حکم فرمایا۔تواس کے ساتھ ان کوسلام کرنا بھی منسوخ ہوگیا۔اورآپ ﷺ کا یہ ارشادثابت ہوگیا کہ ’’تم یہوداورنصاری کے ساتھ سلام سے ابتداءمت کرو‘‘اور’’ان میں سے جوکوئی تم کوسلام کرے توتم وعلیکم کہو‘‘ تاکہ تم جواب میں وہی بات لوٹادوجوانہوں نے کہی ہے۔اوراس پراضافہ کرنے سے منع کیا گیااوریہ امام اعظم ابوحنیفہ،امام ابویوسف اورامام محمدرحمہم اللہ تعالی کا قول ہے۔اور صاحب درمختار نے بھی کہا: اہل ذمہ کومسلمان سلام کرے اگراس سے اس کوکوئی ضرورت ہوورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے اوراس کے برخلاف صاحب ردالمحتار نے اس مقام پربلاکسی تفصیل یہ کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اوریہی بات صاحب خانیہ نے بعض فقہاء کے حوالہ سے ذکرکی ہے۔

فرمایا: جب سلام کرے تم کو اہل کتاب 1 تو تم وعلیکم کہو۔(بخاری، مسلم)۔

33/6043۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب یہودی تم پرسلام کرتے ہیں تو ان میں کا کوئی بھی ''السّام علیک'' (تم پر موت) کہتا ہے،تو تم ''وعلیک''، تجھ پر ہو کہو۔(متفق علیہ)۔

34/6044۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور کہا:''السّام علیکم ''(تم پرموت ہو) تو میں نے کہا: بلکہ تم پرموت ہو اور لعنت ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالی نرمی کرنے والا ہے اور ہر کام میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے،تو میں نے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں سنا جو کچھ انہوں نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں نے''وعلیکم''(اور تم پر ہو) کہہ دیا ہے۔

35/6045۔اور ایک روایت میں علیکم ہے(تم پر ہی ہو)واو کا ذکر نہیں ہے۔(متفق علیہ)۔

36/6046۔اور بخاری کی روایت میں ہے وہ کہتی ہیں: کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بولے:''السّام علیک''(تم پرموت ہو)حضور ﷺ(نے جواب میں فرمایا) ''وعلیکم''، پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:''السّام علیکم...... ''تم پر موت ہو تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اس کا غضب ہو،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو،ائے عائشہ! تم نرمی اختیار کرو،سختی سے اور سخت کلام کرنے سے بچو۔تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں سنا جو کچھ انہوں نے کہا ہے،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا ہے، میں نے ان پر لوٹا دیا ہے، پس میری بات ان کے بارے میں قبول کر لی جاتی ہے اور ان کی بات میرے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی۔

37/6047۔مسلم شریف کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم سخت کلام کرنے والی مت بنو، کیونکہ اللہ تعالی سخت کلامی پسند نہیں کرتا تکلفاً بھی ہو تو پسند نہیں کرتا۔

1۔قولہ: فقولو اوعلیکم (تم ''وعلیکم'' کہو) امام نووی نے فرمایا: کہ اہل کتاب سلام کریں تو ان کو جواب دینے پر علماء کا اتفاق ہے لیکن ان کو وعلیکم السلام (اور تم پر سلامتی ہو) نہیں کہا جائے گا یعنی نہ علیکم السلام کہا جائے گا اور نہ علیک السلام آپ کا ارشاد اس کا قرینہ ہے یعنی اگر وہ جماعت کی شکل میں ہوں تو صرف علیکم یا وعلیکم کہا جائے گا۔

اور اب رہا اگر وہ ایک ہے تو وہ جمع کا صیغہ استعمال نہ کرے کیونکہ اس میں تعظیم کا وہم پیدا ہوتا ہے اھ۔اور صاحب درمختار نے کہا ہے اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی کسی مسلمان کو سلام کرے اس کو تو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ وعلیک پر اضافہ نہ کرے۔(خانیہ)۔

38/6048 ۔سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور بتوں کی عبادت کرنے والے، مشرکین اور یہودی ملے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو 1 سلام فرمایا۔(متفق علیہ)۔

39/6049 ۔سیدنا ابوالعلاء حضرمی سے روایت ہے کہ علاء حضرمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گورنر تھے جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لکھتے تو اپنی ذات 2 سے شروع کرتے۔(ابوداؤد)۔

40/6050 ۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی خط لکھے تو اس پر مٹی ڈال دے 3 کیونکہ یہ مقصد براری کے لئے زیادہ کامیاب طریقہ ہے۔(ترمذی)۔

41/6051 ۔سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے ایک کاتب تھے میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قلم کو 4 اپنے کان پر رکھ لو! کیونکہ وہ انجام کو زیادہ یاد دلانے والا ہے۔(ترمذی)۔

42/6052 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھوں۔

1۔قولہ: **مر بمجلس فیه اخلاط** الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین و یہود ملے ہوئے تھے) فتاوی عالمگیری میں ہے: اگر تم ایسی مجلس پر سے گزرو جس میں کفار ہوں تو تم کو اختیار ہے کہ چاہو تو **السلام علیکم** کہو اور اس سے مسلمان مرادلو، اور اگر چاہو تو ''**السلام علی من اتبع الهدی**'' کہو اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔(ذخیرہ)۔

2۔ قولہ: **اذا کتب الیه بدأ بنفسه** (جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھتے تو اپنی ذات سے شروع کرتے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی اقتداء کرتے ہوئے پھر سلام لکھتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی عمل فرماتے تھے اور اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نامہ مبارک ہے جس کو سیدنا معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کے نام ان کے صاحبزادے کے بارے میں تعزیت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا: ''**بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی معاذ بن جبل سلام علیک فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو، اما بعد!** (الحدیث)'' اللہ ہی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے لکھتا ہوں یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام ہے، تم پر سلامتی ہو میں تم سے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اب رہا حمد و ثناء کے بعد (الحدیث)۔
طیبی نے کہا: سلام کے بیان میں اس کو لانے کا مقصود یہ ہے کہ یہ سلام کے لئے تمہید ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

3۔قولہ: **فلیتربه** الخ (اس پر مٹی چھڑک دے) یعنی اس کو مٹی پر ڈالدے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد لکھی ہوئی شئی پر مٹی کو چھڑک دینا ہے۔(مرقات)۔

4۔قولہ: **ضع القلم علی اذنک** (قلم کو اپنے کان پر رکھ لو) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جس چیز کو لکھنے کا ارادہ کرتا ہے یہ اس کو تیزی سے یاد دلانے والا ہے۔اور کہا گیا کہ کان پر قلم کا رکھنا قلم کی جگہ کو جلد یاد دلانے اور یہ اس کو لینے کے لئے کسی دوسری جگہ رکھنے کی بہ نسبت آسان جگہ ہے اور بسا اوقات بغیر کسی مشقت کے جلدی سے اس کو حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔نیز یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ مآل کی تاویل میں یوں کہا جائے اصل میں اس طرح ''**اذکر لمآلک**.........'' یہ تمہارے مقصد کو یاد لکھانے والے کے مقصد کو قلم کی تلاش کے وقت جلدی یاد دلاتا ہے۔(مرقات)۔

43/6053 ۔اور ایک روایت میں ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) حکم فرمایا کہ میں یہودیوں کی تحریر سیکھ لوں اور فرمایا کہ میں یہود کی تحریر پر مطمئن نہیں ہوں 1 زید نے کہا: مجھ پر آدھا مہینہ نہیں گزرا یہاں تک کہ میں 2 نے سیکھ لیا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو خط لکھنا چاہتے تو میں لکھتا تھا اور جب وہ آپ کو خط لکھتے تو میں ان کے خط آپ کے سامنے پڑھتا تھا۔ (ترمذی)۔

(بَابُ السَّلَامِ ختم ہوا)

1 قولہ: ما آمن یھود علی کتاب (میں یہود کی تحریر پر مطمئن نہیں ہوں) کہ ان کے پڑھنے میں اور نہ ان کے لکھنے میں یعنی اگر میں کسی یہودی کو میری جانب سے یہود کے نام خط لکھنے کا حکم دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اس میں کمی بیشی کردے گا نیز اس امر کا بھی اندیشہ ہے کہ اگر یہود کی جانب سے کوئی خط آئے اور اس کو کوئی یہودی پڑھے تو وہ اس میں بھی کمی بیشی کردے گا۔ (مرقات)۔

2 قولہ: حتی تعلمت الخ (یہاں تک کہ میں نے سیکھ لیا) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت میں سریانی، عبرانی، ہندی، ترکی یا فارسی میں سے کسی بھی زبان کا سیکھنا حرام نہیں ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُم الآیہ (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں کا جدا جدا ہونا)۔ اَلْسِنَتُكُمْ سے مراد لغاتکم ہے (تمہاری لغتیں ہیں)۔ بلکہ زبانوں کا سیکھنا منجملہ مباحات کے ہے۔ ہاں! وہ بے فائدہ ہو تو لغو چیزوں میں سے شمار کیا جائے گا، جو ارباب کمال کے پاس قابل مذمت ہے مگر جب اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہو تو اس وقت مستحب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ (مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(2/205)بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ

اجازت لینے کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کاارشاد ہے:''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ، ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ''۔اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ ان سے جازت حاصل (نہ) کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام (نہ) کرلو! یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں) تاکہ تم یادرکھو۔(24۔سورۃ النور،آیت نمبر:27)۔

''فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ ، وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰی لَكُمْ ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ''۔پس اگر تم گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو بھی گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت (نہ) دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ (اس وقت موقع نہیں) لوٹ جاؤ تو (بلا تامل) لوٹ جاؤ، یہ (لوٹ جانا) تمہارے لئے پاکیزگی کی بات ہے،اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔(24۔سورۃ النور،آیت نمبر:28)۔

''لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ، وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ''۔(اس بات میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں جاؤ جس میں کوئی نہ رہتا ہو (اور) ان میں تمہارا کچھ سامان ہو اور اللہ سب جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو،اور جو کچھ تم چھپاتے ہو)۔(24۔سورۃ النور،آیت نمبر:29)۔

44/6054۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ابوموسی آئے اور فرمایا: کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے میرے پاس حکم بھیجا کہ میں ان کے پاس آؤں تو میں ان کے دروازے پر آیا اور تین مرتبہ سلام کیا،انہوں نے مجھے جواب نہیں دیا تو میں واپس ہوگیا۔انہوں نے فرمایا: کس چیز نے تم کو

ہمارے پاس آنے سے روکا، تو میں نے کہا: میں آیا اور آپ کے دروازے پر تین مرتبہ سلام کیا، آپ حضرات نے مجھ کو جواب نہیں دیا تو میں واپس ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت لے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس ہو جائے [1] پس عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس پر

---

[1] قولہ: اذا استأذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن لہ فلیرجع (جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس ہو جائے) علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اجازت طلب کرنا شرعی حکم ہے۔ اور اس کے دلائل قرآن مجید، سنت اور اجماع امت سے بکثرت آئے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ قرآن کریم کی صراحت کے مطابق سلام اور استئذان کو جمع کرے اس طرح کہ سلام کرے اور تین مرتبہ اجازت لے، ہمارے علماء اور جمہور کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا سلام کو مقدم کرنا پھر اجازت لینا مستحب ہے یا اجازت لینے کو مقدم کرنا پھر سلام کرنا ہے؟ تو کہا گیا کہ اجازت طلب کرنے کو مقدم رکھے اور کہے "کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ سلام علیکم" جیسا کہ آیت میں استئذان کو سلام پر مقدم کیا گیا ہے۔

اسی لئے صاحب درمختار نے کہا ہے کہ جب کسی انسان کے گھر آئے تو ضروری ہے کہ سلام سے پہلے اجازت طلب کرے، پھر جب داخل ہو تو پہلے سلام کرے پھر گفتگو کرے اگر وہ کھلے مقام میں ہو تو پہلے سلام کرے پھر گفتگو کرے۔ (خانیہ، فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری) اکثر علماء نے کہا: پہلے سلام کرے اس طرح کہ "سلام علیکم کیا میں آ سکتا ہوں" کہے جیسا کہ صاحب ردالمحتار نے فصول العلامی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اگر وہ اپنے اہل خانہ کے پاس آئے تو پہلے سلام کرے پھر گفتگو کرے اور اگر وہ دوسروں کے گھر جائے تو اندر جانے کے لئے تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور ہر مرتبہ یوں کہے "السلام علیکم یا اھل البیت" (اے اہل خانہ تم پر سلام ہو) کیا فلاں اندر آ سکتا ہے اور ہر مرتبہ اتنی مقدار ٹھیرے کہ جس میں کھانے والا اور وضو کرنے والا اور چار رکعت نماز پڑھنے والا اپنے کام سے فارغ ہو جائے اور اگر اس کو اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ لوٹ جائے، اور کینہ وعداوت نہ رکھے، اگر اجازت لے کر داخل ہو تو پہلے سلام کرے پھر اگر چاہتا ہے تو گفتگو کرے۔ شریعت کے عرف میں یہ بات مشہور ہے کہ ہر چیز میں سلام کو مقدم کرے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے "السلام قبل الکلام" گفتگو سے پہلے سلام ہے۔ اور دوسرے قول (سلام قبل اجازت) کی تائید سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسروں کی حدیث شریف سے ہوتی ہے اور وہ آیت جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اس میں تقدیم وتاخیر ہے جس طرح اللہ بزرگ و برتر کے اس ارشاد میں ہے "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِي بِهَا اَوْ دَيْنٍ" (اس وصیت کے بعد جو کی جاتی ہے یا قرض کے بعد) اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔

اور اسی طرح اللہ بزرگ و برتر کے اس ارشاد میں ہے "يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ" (اے مریم اپنے پروردگار کی فرماں برداری کرتی رہو اور (اس کی جناب میں) سجدہ کیا کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) اس میں بھی تقدیم وتاخیر ہے، کیونکہ نماز میں رکوع سجدہ سے پہلے ہوتا ہے۔

امام زاہدی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی حتی تسلموا و تستأنسوا (یہاں تک کہ تم سلام کرو اور اجازت طلب کرو) اور کشاف میں سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قرأت میں ہے حتی تسلموا علی اھلھا و تستأذنوا (جب تک کہ ان کے رہنے والوں کو سلام (نہ) کرلو اور ان سے اجازت حاصل (نہ) کرلو)۔

اور یہ اس لئے بھی کہ "واؤ"، ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا ہے، تو آیت کی تقدیر (اس طرح) "حتی تسلموا علی اھلھا و تستأذنوا" ہے (یہاں تک کہ تم گھر والوں کو سلام کرو اور اجازت طلب کرو)۔ اور اسی طرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے مصحف میں ہے (ماخوذ از شرح مسلم نووی، خازن، درمختار، قاضی خان، عالمگیری، ردالمحتار، تفسیرات احمدیہ، مشکل الآثار)۔

گواہی 1 پیش کرو، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میں ان کے ساتھ اٹھا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور گواہی دیا۔ (متفق علیہ)

45/6055۔ امام طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے اسی قصہ میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دروازے پر آیا اور کہا: **السلام علیکم** کیا عبداللہ بن قیس آ سکتا ہے۔ پس مجھے اجازت نہیں ملی تو میں واپس ہو گیا۔

46/6056۔ کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ سیدنا صفوان بن اُمیّہ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ یا ہرنی کا بچہ اور کھیرے (ہدیۃً) بھیجا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے بلند حصہ میں تھے وہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور اجازت نہیں لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ اور **السلام علیکم** کہو اور آجاؤ۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

47/6057۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سلام سے ابتداء نہ کرے تم اس کو اجازت مت دو۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

48/6058۔ سیدنا عطاء بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا: کیا میں اپنی ماں کے پاس بھی اجازت لوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تو اس شخص نے کہا: میں گھر میں ان کے ساتھ رہتا ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس بھی اجازت لو، تو اس شخص نے کہا کہ میں ان کا خدمت گزار ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس بھی اجازت لو، کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو ان کو بغیر کپڑوں کے دیکھے تو اس نے کہا: نہیں، تو آپ

---

1 قولہ: اقم علیہ البینۃ (تم اس پر گواہی پیش کرو) طیبی نے کہا: اس حدیث شریف سے ان لوگوں نے سہارا لیا ہے جو کہتے ہیں کہ خبر واحد سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور ان کا یہ کہنا باطل ہے، کیونکہ تمام علماء نے خبر واحد کے ذریعہ استدلال کرنے اور اس پر عمل کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد والے حضرات کے افعال سے اس کے دلائل شمار کئے جانے سے کہیں زیادہ ہیں۔ اب رہا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمانا (تم اس پر گواہی پیش کرو) تو اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ خبر واحد، خبر واحد ہونے کی حیثیت سے قابل رد ہے، لیکن آپ نے اندیشہ کیا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے قول کو منسوب کرنے میں سبقت کریں گے جو آپ نے نہیں فرمایا: جیسا کہ بدعتی اور کذاب لوگوں نے کیا ہے، اور اسی طرح ان لوگوں نے جن کے لئے کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو وہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حدیث گھڑ لئے تو آپ نے یہ عمل سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں شک کر کے نہیں کیا، بلکہ اس سے سد باب کا ارادہ فرمایا کیونکہ سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ ان کے بارے میں یہ گمان کیا جائے کہ وہ کوئی ایسی بات بیان کریں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی ہے۔ اور اس کے منجملہ دلائل کے یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کو خبر واحد ہونے کی وجہ سے رد نہیں فرمایا، (بلکہ) آپ نے ان سے ایک اور صاحب کی روایت کو طلب کیا تا کہ حدیث شریف پر عمل کیا جائے اور یہ بات معلوم ہے کہ دو اور دو سے زائد اشخاص کی خبر تواتر کو پہنچنے تک خبر واحد ہے کیونکہ جو حد تواتر کو نہ پہنچے وہ خبر واحد ہی ہے۔ (ماخوذ از مرقات، شرح مسلم نووی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ان کے پاس اجازت لے۔ (امام مالک نے اس کی مرسلاً روایت کی ہے)۔

امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں فرمایا ہے: ہم اس حدیث کو اختیار کرتے ہیں کہ اجازت لینا اچھا ہے۔ اور جس کسی کے ستر وغیرہ کو دیکھنا حرام ہے اس کے پاس داخلہ کے لئے آدمی کو اجازت [1] لینا چاہئے۔

49/6059۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ (بلوا بھیجنا) اس کے لئے اجازت [2] ہے۔ (ابوداؤد)

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کا دوسرے شخص کی طرف قاصد بھیجنا ہی اس کی اجازت ہے۔

50/6060۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان ہی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالے میں دودھ کو پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ائے ابوہریرہ! تم اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ، پس میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو بلایا تو وہ آئے اور اجازت طلب کئے آپ نے ان کو اجازت [3] دی تو وہ سب اندر آئے۔ (بخاری)۔

51/6061۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میرے پاس تمہارے داخلہ کی اجازت یہ ہے [4] کہ تم پردہ ہٹاؤ اور یہ کہ تم میری

---

[1] قولہ: **يستأذن الرجل على كل من يحرم عليه النظر الى عورته** (جس کسی کے ستر کو دیکھنا حرام ہے اس کے پاس داخلہ کے لئے آدمی کو اجازت لینا چاہئے)۔

اگر چہ کہ وہ اس کے محارم سے ہوں اپنی بیوی اور باندی کے پاس جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں "تعلیق مجد" میں اسی طرح ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ماں، بیٹی اور بہن کے پاس بغیر اجازت کے نہ جائے البتہ اپنی بیوی کے پاس سلام کرے گا اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (تاتارخانیہ)۔

[2] قولہ: **فان ذلک له اذن** (تو یہ اس کے لئے اجازت ہے) صاحب رد المحتار نے فصول العلامی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: اس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں جس کی طرف صاحب خانہ نے قاصد بھیجا ہے۔

[3] قولہ: **فاستأذنوا فاذن لهم** الخ (اور اجازت طلب کئے تو آپ نے ان کو اجازت دی) صاحب مرقات نے اس حدیث کے درمیان اور مذکورہ بالا حدیث شریف (جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ اس کے لئے اجازت ہے) کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے: کہ اہل صفہ قاصد کے بعد آئے تھے تو ان کو از سر نو اجازت کی ضرورت ہوئی، یا کمال ادب اور حیاء کی بناء پر انہوں نے از سر نو اجازت طلب کی، یا وہاں کوئی ایسی چیز تھی جو اس کے متقاضی تھی، یا ان تک مذکورہ حدیث پہنچی نہیں تھی یا یہ ارشاد ان کے اس عمل کے بعد کا ہے۔ اتنے سارے احتمالات ہیں اور اللہ تعالی ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔

[4] قولہ: **اذنک على ان ترفع الحجاب** الخ (میرے پاس داخلہ کے لئے تمہارے لئے اجازت یہ ہے کہ تم پردہ ہٹاؤ) اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت اور بہت تعریف ہے اور یہ صرف آپ رضی اللہ عنہ کے زیادہ خدمت گزار اور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں رہنے کی وجہ سے ہے؛ کیونکہ آپ نعلین، مسواک، وضو کے پانی کا برتن اور جائے نماز بردار تھے پس ان کے لئے مبارک ہے پھر مبارک ہے۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سرگوشی کو بھی سنو، تا آنکہ میں تم کو منع کروں۔(مسلم)۔

52/6062۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دن میں بھی آنا ہوتا اور رات میں بھی آنا ہوتا، اور جب میں رات میں حاضر ہوتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھنکھارتے تھے۔(نسائی)۔

53/6063۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قرض کے بارے میں جو میرے والد پر تھا، گفتگو کرنے کے لئے پہنچا تو میں نے دروازہ پر دستک 1 دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صاحب کون ہیں؟ تو میں نے عرض کیا: اَنَا ''میں ہوں'' تو آپ نے فرمایا: انا انا میں، میں، گویا آپ نے اس کو ناپسند کیا۔(متفق علیہ)۔

54/6064۔ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تو اپنے چہرہ انور سے دروازے کے بالکل سامنے سے متوجہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس کے سیدھے جانب یا بائیں جانب ہوتے اور فرماتے: **السلام علیکم** اور یہ اس لئے کہ اس وقت گھروں پر پردے 2 نہیں ہوتے تھے۔(ابوداؤد)۔

(بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ ختم ہوا)

۔۔۔ مابقی۔۔۔ اور اس میں آپ کے بزرگی پر دلالت ہے اور آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور، راز دار کے درجہ میں تھے اور اس کے یہ معنی نہیں ہے کہ ہر حالت میں وہ حضور ﷺ کے پاس داخل ہوتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہ آپ کے ازواج مطہرات اور محارم کے پاس بھی داخل ہوتے تھے۔ امام نووی نے کہا: اس میں داخلہ کی اجازت لینے میں کوئی علامت کے مقرر کرنے پر جواز کی دلیل ہے تو جب امیر، قاضی یا ان دونوں کے سوا اپنے دروازہ سے پردہ ہٹانے کو عام لوگوں کے لئے، یا کسی خاص جماعت یا کسی خاص شخص یا پڑوسی کے لئے اجازت کی علامت قرار دئے یا اس کے سوا کوئی اور علامت مقرر کرے تو اس پر اعتماد کرنا اور بغیر اجازت لئے کے داخل ہونا جائز ہے۔(مرقات)۔

1 ﴾قولہ: فدقت الباب الخ (میں نے دروازہ پر دستک دی) صاحب ردالمختار نے فصول العلامی سے نقل کرتے ہوئے کہا: جب گھر میں سے آواز دی جائے دروازہ پر کون ہیں تو اَنَا (میں ہوں) نہ کہے کیونکہ یہ جواب نہیں ہے، بلکہ وہ یوں کہے کیا فلاں شخص اندر آ سکتا ہے؟ پس اگر کہا جائے ''نہیں'' تو وہ صاف دل کے ساتھ لوٹ جائے۔

2 ﴾قولہ: و ذلک ان الدور لم یکن یومئذ علیھا ستور الخ (اور یہ اس لئے کہ اس وقت گھروں میں پردے نہیں ہوتے تھے) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہاں دروازہ ہو یا ایسا کوئی پردہ ہو جس سے اندر نظر پڑنے سے رکاوٹ ہوتی ہو تو سامنے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ہٹ کر ٹھہرنا بہتر ہے، کیونکہ اس میں اصل سنت رعایت کی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض دفع دروازہ کھولنے یا پردہ ہٹانے کے وقت کچھ اندر کی چیزیں نظر آ جاتی ہیں اور یہ اہل دانش پر مخفی نہیں ہے۔(مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(3/206)بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَ الْمُعَانَقَةِ وَالتَّقْبِيْلِ

مصافحہ، معانقہ، اور تقبیل کا بیان

55/6065۔حضرت قتادہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں مصافحہ تھا؟ فرمایا1: ہاں!۔(بخاری)۔

56/6066۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملاقات کرے تو کیا وہ اس کے لئے2 جھکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس شخص نے کہا: تو کیا وہ اس کو گلے لگالے اور بوسہ دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اس شخص نے کہا: کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!(ترمذی)۔

امام طحاوی نے کتاب شرح معانی الآثار میں فرمایا ہے: ایک جماعت اس کو اختیار کی ہے اور معانقہ کو مکروہ قرار دیا ہے ان میں امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔اور اس بارے میں دیگر علماء نے ان سے اختلاف کیا ہے اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اس کو اختیار کرنے والوں میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپس میں معانقہ کرتے تھے، تو اس میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث معانقہ کے جائز ہونے کی مروی ہے وہ اس حدیث کے بعد کی ہے جس میں معانقہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت مروی ہے۔اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

57/6067۔سیدتنا امامۃ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1قولہ: قال نعم (فرمایا: ہاں!) امام نووی نے کہا کہ مصافحہ کرنا بغیر کسی قید کے متفق علیہ سنت ہے۔اور مصافحہ کے حکم عام سے اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔(عمدۃ القاری)

صاحب تعلیق مجد نے کہا: صاحب ہدایہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ عورتوں سے مصافحہ جائز نہیں ہے، جب کہ وہ مشتہات ہوں۔ اب رہا اگر وہ بوڑھی غیر مشتہات ہوں یا آدمی عمر رسیدہ بزرگ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے۔

2قولہ: اینحنی لہ ؟ قال لا (کیا وہ اس کے لئے جھکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں) صاحب عرف شذی نے کہا: اب رہا ملاقات کے وقت جھکنا تو وہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ احناف کے فتاوی میں ہے۔

ارشادفرمایا: مریض کی کامل عیادت یہ ہے کہ تم میں کا کوئی شخص اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر یا اس کے ہاتھ پر رکھے اور اس سے پوچھے کہ اس کا مزاج کیسا ہے۔ اور تمہارے آپس میں سلام کو مکمل کرنے والی چیز مصافحہ ہے۔ (احمد، ترمذی)۔

58/6068۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہیں ایسے کوئی دو مسلمان جو ملتے ہیں اور مصافحہ [1] کرتے ہیں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

59/6069۔ امام ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی تعریف کریں اور وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو ان دونوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ (ابوداؤد)۔

---

[1] **قولہ: فیتصا فحان الا غفر لهما** (اور مصافحہ کرتے ہیں، الخ) صاحب درمختار نے کہا: مصافحہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ قدیم متواتر سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرے اور اس کے ہاتھ کو حرکت دے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں'' مصنف علیہ الرحمہ کا درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع اور الملتقی وغیرہ کتب کی اتباع میں مصافحہ کو مطلقا رکھنا، اس کے مطلق جائز ہونے کا فائدہ دے رہا ہے اگر چہ وہ عصر کے بعد ہو اور فقہاء کا قول کہ یہ بدعت ہے، مراد بدعت حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اپنی کتاب ''اذکار'' میں اور دوسروں نے دیگر کتب میں بیان کیا ہے۔ اور شارح مجمع نے ان سے (امام نووی سے) جو نقل کیا ہے کہ ''مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کوئی چیز نہیں ہے'' اس کو تطبیق دینے کے لئے اسی پر محمول کیا جائے گا، پس تم اس پر غور کرو! انتھی۔ اور مرقات میں ہے کہ امام نووی نے فرمایا: جان لو! کہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت اور مستحب ہے اور لوگوں میں فجر اور عصر کے بعد جو عادت چل پڑی ہے اس حیثیت سے صورت پر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ اصل میں مصافحہ سنت ہے۔ اور لوگوں کا بعض حالتوں میں اس کی پابندی کرنا اور بہت سی حالتوں میں اس میں کوتاہی کرنا اس بعض کو شریعت میں جائز مصافحہ سے خارج نہیں کرتا اور یہ بدعت مباحہ کی قبیل سے ہے۔ اھ۔

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ امام (نووی) کے کلام میں ایک قسم کا تناقض ہے اس لئے کہ بعض اوقات میں سنت ادا کرنے کو بدعت سے موسوم نہیں کیا جاتا، باوجود یہ کہ مذکورہ دونوں اوقات میں لوگوں کا یہ عمل شریعت کے مستحب طریقہ پر نہیں ہے، کیونکہ شرعاً مصافحہ کا محل پہلی ملاقات ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جماعت بغیر مصافحہ کے باہم ملاقات کرتی ہے اور بات چیت و علمی مذاکرہ وغیرہ میں بہت دیر تک وہ ساتھ رہتے ہیں، پھر جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو آپس میں مصافحہ کرتے ہیں، تو یہ سنت مشروعہ کی قبیل سے کہاں ہے اور اسی لئے ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ وہ اس وقت مکروہ ہوگا اور وہ بری بدعتوں میں سے ہے ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہوا اور لوگ نماز میں ہوں یا اس کو شروع کرنے کا ارادہ کررہے ہوں تو فارغ ہونے کے بعد اگر وہ ان سے مصافحہ کرے لیکن اس شرط پر کہ سلام مصافحہ سے پہلے ہو تو یہ بلاشبہ منجملہ مسنون مصافحہ سے ہے لیکن اس کے باوجود جب کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھائے تو اس سے ہاتھ کھینچ کر بے رُخی کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ ادب کی رعایت سے بڑھ کر ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ ایسے وقت مشروع طریقہ کے مطابق مصافحہ سے ابتداء کرنا جب کہ بطور تکبر نہ ہو، مکروہ ہے اگر چہ کہ اس سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں بدعت پر ایک قسم کی اعانت ہے۔

60/6070۔ عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مصافحہ کیا کرو کدورت جائے گی، اور آپس میں ہدیہ دیا کرو تم محبت کرنے لگو گے، اور دشمنی جاتی رہے گی۔ (اس کو امام مالک نے مرسل روایت فرمایا ہے)۔

61/6071۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دوپہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا تو گویا وہ ان کو شب قدر میں پڑھا اور دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو نہیں باقی رہتا ان دونوں کے درمیان کوئی گناہ مگر وہ جھڑ جاتا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

62/6072۔ ایوب بن بشیر قبیلہ عنزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے مصافحہ کرتے جب ان سے ملاقات کرتے؟ فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی ملاقات کی ہے آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے ایک دن مجھے بلوا بھیجا اور میں اپنے گھر میں نہیں تھا جب میں آیا تو مجھے اس کی اطلاع دی گئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت پر تشریف فرما تھے تو آپ نے مجھ سے معانقہ کیا پس وہ (معانقہ) بہت عمدہ تھا اور بہت عمدہ تھا۔ (ابوداؤد)۔

63/6073۔ اور شعبی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات فرمائی اور ان کو گلے [1] لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ [2] لیا۔ (ابوداؤد)

---

[1] قولہ: فالتزمه و قبل مابين عينيه (گلے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا) صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مرد کا مرد کے منہ کو یا اس کے ہاتھ کو یا اس کی کسی بھی چیز کو بوسہ دینا یا اس سے گلے ملنا مکروہ ہے۔ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی کا قول ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بوسہ دینے یا گلے ملنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ سیدنا جعفر رضی اللہ تعالی عنہ جس وقت حبشہ سے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور طرفین کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکامعہ یعنی معانقہ سے اور مکاعمہ یعنی بوسہ لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت کیا ہے اس کو تحریم سے پہلے کے حکم پر محمول کیا جائے گا۔ فقہاء نے کہا ہے کہ معانقہ میں اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ وہ صرف ایک تہہ بند میں ہو۔ اب رہا اگر اس پر قمیص یا جبہ ہو تو بالاتفاق اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی بات صحیح ہے۔ اھ۔ کتاب ''عنایہ'' میں ہے: شیخ ابومنصور نے احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے اور کہا کہ معانقہ کی وہ صورت مکروہ ہے جو شہوت کے طور پر ہو اور اس کو مصنف نے "فی ازار واحد" (ایک تہبند میں ہو تو) سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ یہ ایسا سبب ہے جو شہوت کا باعث ہوتا ہے۔ اب رہا نیکی اور اکرام کے طور پر ہو جبکہ اس پر ایک ہی قمیص ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ردالمحتار۔

[2] قولہ: وقبل ما بين عينيه (اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا) صاحب درمختار نے کہا ہے کہ بوسہ کی پانچ قسمیں ہے: (1) بوسۂ محبت اولاد کو رخسار پر بوسہ دینا (2) بوسۂ رحمت اپنے والدین کے سر کو بوسہ دینا (3) بوسۂ شفقت اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دینا (4) بوسۂ شہوت اپنی بیوی یا باندی کے منہ کو بوسہ دینا (5) بوسۂ تحیت مسلمانوں کے ہاتھ کو بوسہ دینا۔ اور بعض علماء نے بوسۂ عبادت ''حجر اسود کو بوسہ دینا'' کا اضافہ کیا ہے (جوہرۃ نیرۃ) میں کہتا ہوں کہ حج کے بیان میں کعبہ کی چوکھٹ کو بوسہ لینے کا۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔

(ابوداؤد اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلا اس کی روایت کی ہے) اور کتاب مصابیح کے بعض نسخوں میں اور کتاب شرح السنہ میں بیاضی سے متصلا اس کی روایت ہے۔

64/6074۔ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کے حبش کی سرزمین سے واپس ہونے کے قصہ میں مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ مدینہ منورہ کو پہنچے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کی اور گلے سے لگا لیا پھر فرمایا: میں نہیں بتا سکتا کہ میں خیبر کی کامیابی سے زیادہ خوش ہوں یا جعفر کے آنے سے اور اس کا اتفاق خیبر کی فتح کے موقعہ پر ہوا۔ (شرح السنہ)۔

65/6075۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہا: زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے، پس وہ حضور کے پاس حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے ان کی طرف گئے بغیر چادر اوڑھے اپنی چادر کھینچتے ہوئے، اللہ کی قسم میں نے حضور کو اس طرح بغیر چادر اوڑھے نہیں دیکھا نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ اور آپ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ (ترمذی)۔

66/6076۔ سیدنا اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انصار کے ایک صاحب نے کہا کہ اس وقت جب کہ وہ قوم سے گفتگو کر رہے تھے ان میں خوش طبعی تھی اور وہ ان کو ہنسا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے کمر میں ایک لکڑی سے چبویا تو اس انصاری نے کہا: آپ مجھے بدلہ دیجئے حضور نے ارشاد فرمایا: بدلہ لے لو، تو انہوں نے عرض کیا: آپ پر قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہیں تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کو اٹھا دیا تو وہ حضور کے پہلو سے لپٹ گئے اور آپ کے پہلو مبارک کو بوسہ دینے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں یہی چاہتا تھا۔ (ابوداؤد)۔

67/6077۔ حضرت یعلی سے روایت ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان دونوں کو لپٹا لیا اور فرمایا: لڑکے بخل کا سبب ہیں بزدلی کا سبب ہیں۔ (احمد)۔

68/6078۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا پس آپ نے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا: سنو! کہ بچے بخل کا سبب ہیں بزدلی کا سبب ہیں اور وہ اللہ کی عطاء ہیں۔ (شرح السنہ)۔

۔۔۔ ماقبی ۔۔ ذکر گزر چکا۔ اور کتاب "قنیہ" کے "باب مایتعلق بالمقابر" میں ہے کہ مصحف (قرآن) کو بوسہ لینا بدعت کہا گیا۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر صبح مصحف کو لیتے اور اس کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور میرے رب وعز وجل کا منشور ہے۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ مصحف کو بوسہ دیتے اور اس کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

69/6079۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی کو چوما اور آپ کے پاس اقرع بن حابس تھے تو اقرع نے کہا: میرے دس(10) لڑکے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا: جو آدمی رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔(متفق علیہ)۔

70/6080۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت، سیرت اور اخلاق میں زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔

71/6081۔اور ایک روایت میں ہے بات چیت اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشابہت رکھتا ہو، زیادہ مشابہ ہو حضرت سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر نہیں دیکھی، جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور اس کو چومتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے اور جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کیلئے کھڑی ہوجاتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔(ابوداؤد)۔

72/6082۔سیدنا براء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ پہلی مرتبہ میں جب مدینہ میں داخل ہوا تب دیکھا بی بی عائشہ آپ کی صاحبزادی لیٹی ہوئی تھیں ان کو بخار آ گیا تھا۔تو ان کے پاس ابوبکر آئے اور فرمایا: اے پیاری بیٹی! تم کیسی ہو اور ان کے رخسار کو چوما۔(ابوداؤد)۔

73/6083۔سیدنا زارع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبدالقیس کے وفد میں تھے کہا: جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اور پائے مبارک کو بوسہ 1 دینے لگے۔(ابوداؤد)۔

74/6084۔سیدنا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: ''مرحبا بالراکب المھاجر ''خوش آمدید ایسے سوار کے لئے جو ہجرت 2 کرکے آرہا ہے۔(ترمذی)

(بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ وَالتَّقْبِيْلِ ختم ہوا)

---

1 قولہ: فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے) صاحب ''درمختار'' نے کہا ہے کہ اگر کسی عالم یا زاہد سے خواہش کی جائے کہ اس کی طرف وہ اپنا پیر دے اور اس کا بوسہ لینے کا موقع دے تو وہ اس کو قبول کرے۔اھ۔حاکم کی حدیث میں ایسا ہی ہے۔(ردالمحتار)۔

2 قولہ: مرحبا بالراکب المھاجر (خوش آمدید ایسے سوار کے لئے جو ہجرت کرکے آرہا ہے) ''مرقات'' میں ہے کہ اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ آنے والے کا یا کسی اور کا استقبال کرنا سنت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(4/207) بَابُ الْقِيَامِ

کھڑے ہونے کا بیان

75/6085۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب بنو قریظہ سعد رضی اللہ عنہ کے حکم پر اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس روانہ فرمایا اور وہ آپ سے قریب ہی تھے پس وہ ایک دراز گوش پر آئے جب وہ مسجد سے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: تم اٹھو اور اپنے سردار کی طرف [1] جاؤ۔ (متفق علیہ) اور یہ حدیث شریف اپنی تفصیل کے ساتھ قیدیوں کے حکم کے باب میں گزر چکی ہے۔

ہمارے علماء نے کہا: اس حدیث میں صراحت ہے کہ افضل شخص کی آمد پر کھڑے ہونا مستحب ہے، اور یہ منع کیا ہوا قیام نہیں ہے کیونکہ وہ ٹھہرے رہنے کے معنی میں ہے اور یہ کھڑے ہونے کے معنی میں ہے اور اس مقام پر لفظ اِلی لفظ لام (لِ) کے مقابل میں زیادہ عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور شیخ (عبدالحق محدث دہلوی) نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں کہا: اور وہ جو آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لئے صحابہ کے

---

1 ﴿ قولہ: قوموا الی سیدکم (تم اٹھو اور اپنے سردار کی طرف جاؤ) صاحب ''ردالمختار'' نے کہا: قیام جائز ہے، بلکہ آنے والے کے لئے تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا مستحب ہے یعنی بشرطیکہ وہ تعظیم کے مستحق لوگوں میں سے ہو۔ صاحب ''قنیہ'' نے کہا ہے کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے شخص کا اس کے پاس آنے والے شخص کی تعظیم کے لئے یا قرآن پڑھنے والے شخص کا آنے والے کی تعظیم کے لئے اٹھنا مکروہ نہیں ہے۔ جب کہ وہ تعظیم کے مستحق لوگوں میں سے ہو۔ اور ''مشکل الآثار'' میں ہے کسی دوسرے کے لئے اٹھنا مکروہ لعینہ نہیں ہے۔ درحقیقت جس کے لئے اٹھ رہے ہیں وہ اس اٹھنے کو پسند کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور مکروہ نہیں ہے اس شخص کے لئے قیام جس کے لئے قیام نہیں کیا جاتا ہے۔

ابن وہبان نے کہا: میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں اس کو یعنی قیام کو مستحب قرار دیا جانا مناسب ہے کیونکہ اس کا ترک کرنا کینہ، بغض اور دشمنی کو پیدا کرتا ہے، خاص طور پر اس مقام پر جہاں قیام کا رواج ہو۔ اور اس پر جو وعید وارد ہوئی ہے وہ اس شخص کے حق میں ہے جو اپنے سامنے کھڑا رہنے کو پسند کرتا ہو۔ جیسا کہ ترکی اور عجمی لوگ کرتے ہیں۔ اھ

میں کہتا ہوں: عنایہ وغیرہ میں حضرت شیخ حکیم ابوالقاسم سے جو عمل منقول ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب ان کے پاس کوئی مالدار آتا تو وہ اس کے لئے کھڑے ہوتے اور اس کی تعظیم کرتے اور فقراء و طالبان علم کے لئے نہیں اٹھتے تھے، تو ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: مالدار مجھ سے تعظیم کی امید رکھتا ہے، اگر میں اس کو ترک کروں تو اس کو تکلیف ہوگی۔ اور فقراء و طلبہ صرف سلام کے جواب اور ان کے ساتھ علمی گفتگو کی خواہش رکھتے ہیں، اس کی تمام تفصیل رسالہ شرنبلالی میں ہے۔

قیام کو ناپسند فرمانا تو وہ اس وحدت وفنائیت کی وجہ سے ہے جو تکلف ختم کردینے کا موجب ہے کسی ممانعت کی وجہ سے نہیں۔

76/6086۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہم کو بیان فرماتے اور جب آپ اٹھتے تو ہم اٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیتے کہ آپ اپنی بعض ازواج مطہرات کے مکان میں داخل ہوگئے ہیں۔(بیہقی،شعب الایمان)۔

77/6087۔ سیدنا واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے اس کے لئے جنبش فرمائی تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جگہ میں گنجائش ہے،تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یقیناً ایک مسلمان کے لئے حق ہے، جب اس کو اس کا بھائی دیکھے تو وہ اس کے لئے کچھ جنبش کرے۔(بیہقی،شعب الایمان)۔

78/6088۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ اس کے لئے لوگ کھڑے رہیں تو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا آگ سے بنالے۔(ترمذی،ابوداؤد)۔

79/6089۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے تو ہم آپ کے لئے اٹھے تو آپ نے فرمایا تم عجمیوں کی طرح مت کھڑے [1] رہو بعض ان میں کے بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔(ابوداؤد)۔

80/6090۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشادفرمایا: کوئی شخص کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہ اس میں بیٹھ جائے لیکن (بیٹھنے کے لئے) گنجائش نکالو اور وسعت پیدا کرو۔(متفق علیہ)۔

[1] قولہ: لا تقوموا کما یقوم الاعاجم (تم عجمیوں کی طرح مت کھڑے رہو) صاحب مرقات نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ مجسموں کی طرح ٹھہرے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور مقصود میں مبالغہ کے لئے اس کو مطلق قیام سے تعبیر فرمایا یا قیام سے وقوف (ٹھہرے رہنا) مراد ہے۔

81/6091۔سعید بن ابوالحسن سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ابوبکرہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک گواہی میں آئے تو ان کے لئے ایک صاحب اپنی جگہ سے اٹھ گئے تو اس میں بیٹھنے سے انہوں نے انکار کیا اور کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ اس شخص کے کپڑے سے پونچھے جو اس نے اس کو نہیں 1 پہنایا ہے۔(ابوداؤد)۔

82/6092۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنی جگہ سے اٹھے پھر وہ اس جگہ کی طرف پلٹ کر آئے تو وہ (جگہ) اس کا زیادہ 2 حقدار ہے۔(مسلم)۔

83/6093۔سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے اطراف بیٹھے ہوتے اور آپ اٹھتے اور واپس ہونے کا ارادہ فرماتے تو اپنی نعلین مبارک رکھ دیتے یا اپنی کسی اور چیز کو جو آپ کے پاس ہوتی۔تو آپ کے اصحاب اس کو پہچان لیتے اور وہیں رہتے۔(ابوداؤد)۔

84/6094۔سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1﴾قولہ: نهى النبي صلى الله عليه وسلم ان يمسح الرجل يده بثوب من لم يكسه (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ اس شخص کے کپڑے سے پونچھے جو اس نے اس کو نہیں پہنایا ہے) یعنی آپ نے اجنبی شخص کی دستی سے اپنا ہاتھ پونچھنے سے منع فرمایا لہٰذا وہ اپنی دستی سے پونچھے یا اس دستی سے پونچھے جس کو اس کے غلام یا بیٹے نے اس کو تحفہ دیا ہے۔اور راجح قول یہ ہے کہ کپڑے کا مالک جب راضی ہو تو اس کے لئے یہ جائز ہے۔اور اسی طرح جب اس کو یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص اپنی خوش دلی کے ساتھ جگہ سے اٹھا ہے تو اس کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد "تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ" (مجلس میں کشادگی پیدا کرو) سے ثابت ہوتا ہے۔اور اسی طرح اللہ سبحانہ کے اس ارشاد سے "وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا" (اور جب کہا جائے "اٹھ جاؤ" تو اٹھ جاؤ۔سورہ مجادلہ آیت، 11)۔
اور اس کے منجملہ دلائل کے یہ حدیث شریف ہے کہ "جانور کا سینہ (اس کے سامنے کا حصہ) اس کے مالک کے زیادہ لائق ہے مگر جب وہ اجازت دے" اور فروعی مسائل میں اس جیسی بہت مثالیں ہیں جیسا کہ "باب امام الجنازة" میں ہے۔پس صحابی کا بیٹھنے سے رک جانا یا تو اس آدمی کی رضامندی میں شک کی وجہ سے تھا کہ وہ کسی کے حکم دینے سے اٹھا ہو، یا حیاء کے سبب سے اٹھا ہو۔یا ان کا اس میں نہ بیٹھنا احتیاط اور تقوی کی وجہ سے یا یہ کہ انہوں نے حدیث شریف کو اطلاق پر محمول کیا ہو۔(مرقات)۔

2﴾قولہ: ثم رجع اليه فهوا حق به (پھر وہ اس کی طرف پلٹ کر آئے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے) صاحب مرقات نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ جب وہ اس جگہ میں کوئی چیز نہ چھوڑے تو مباح کے اپنے اصل کی طرف لوٹ آنے کی وجہ سے اس کی خصوصیت باطل ہو جائے گی۔
اور اس کے بعد آنے والی حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے پھر اُٹھتے اور واپس آنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے نعلین مبارک اتار دیتے۔الحدیث۔

نے فرمایا: کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت 1 کے بغیر فرق ڈالے۔(ترمذی،ابوداؤد)۔

85/6095۔عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دو آدمیوں کے درمیان ان کے اجازت کے بغیر مت بیٹھو۔(ابوداؤد)

(بَابُ الْقِیَامِ ختم ہوا)

❁ ❁ ❁

1 قولہ: لا يحل لرجل ان يفرق بين اثنين الا باذنهما (کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان فرق ڈالے) صاحب بذل المجھود نے کہا: حدیث شریف کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں کے درمیان بیٹھ کر فرق نہ ڈالے جب کہ بہت زیادہ کشادگی نہ ہو، کیونکہ جب وہ ان دونوں کے درمیان داخل ہوگا تو وہ ان کے لئے تنگی اور تکلیف کا باعث ہوگا یا اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ان کے درمیان الفت و محبت ہو اور وہ دونوں آہستہ گفتگو کر رہے ہوں تو وہ ان دونوں کے درمیان بیٹھنے کی وجہ سے خلل انداز ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(5/208)بَابُ الْجُلُوْسِ وَ النَّوْمِ وَالْمَشْيِ

بیٹھنے،سونے اور چلنے کا بیان

86/6096۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحن کعبہ میں گھٹنوں پر دونوں ہاتھوں سے حلقہ کئے ہوئے (احتباء کرکے) بیٹھے دیکھا ہے۔(بخاری)۔

87/6097۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف رکھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء کرکے بیٹھتے تھے۔(رزین)۔

88/6098۔سیدتنا قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں قرفصاء کی نشست بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ کہتی ہیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیازمندی کی حالت میں دیکھی تو خوف کے مارے کانپ گئی۔(ابوداؤد)۔

89/6099۔سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں انہوں نے کہا: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بائیں پہلو کے بل ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے 1 دیکھا ہے۔(ترمذی)۔

90/6100۔اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی مجلس میں چارزانوں تشریف فرمارہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔(ابوداؤد)۔

91/6101۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان 2 مبارک سے وہ شخص لعنتی ہے جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھے۔(ترمذی،ابوداؤد)۔

---

1 ﴿قولہ:علی یسارہ الخ (اپنے بائیں پہلو کے بل ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا) صاحب مرقات نے کہا کہ یہ ایک امر واقع کا بیان ہے اس کو حالت سے مقید کرنے کے لئے نہیں ہے لہذا تکیہ پر دائیں جانب ہو یا بائیں جانب ٹیک لگانا درست ہے۔

2 ﴿قولہ: ملعون علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہ شخص لعنتی ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھے) اس کی دو طرح سے تاویل کی جاتی ہے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کے کسی حلقہ میں آئے اور ان کی گردنوں کو پھلانگ کر ان کے درمیان بیٹھ جائے، جہاں مجلس ختم ہوتی ہے وہاں نہ بیٹھے اور دوسری تاویل یہ ہے کہ وہ حلقہ کے وسط میں بیٹھے، لوگوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ایک دوسرے کے مابین حجاب بن جائے جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہو۔

تورپشتی نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس سے وہ مسخرا شخص مراد ہے جو خود کو مسخرے کے مقام کھڑا کرلے تاکہ لوگوں کے درمیان ہنسانے والا بن جائے اور وہ لوگ ہیں جو اس کی روش پر چلتے ہیں جو دکھاوے اور شعبدہ بازی کے ذریعہ پیٹ بھرتے ہیں۔(مرقات)

92/6102۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس میں بہتر مجلس وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ وسعت والی ہو۔ (ابوداؤد)۔

93/6103۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حال کہ آپ کے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کیا بات ہے میں تم کو متفرق دیکھ رہا ہوں۔ (مسلم)۔

94/6104۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو پھر سایہ اس سے ہٹ جائے اور اس کا بعض حصہ دھوپ میں اور بعض حصہ سایہ میں ہو جائے تو وہ اٹھ جائے۔ (ابوداؤد)۔

95/6105۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کا کوئی سایہ میں ہو اور وہ سایہ اس سے ہٹ جائے تو چاہئے کہ وہ اٹھ جائے، کیونکہ وہ شیطان کی مجلس ہے، اسی طرح معمر نے اس کو موقوفاً روایت کیا۔ (شرح السنہ)۔

96/6106۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو ہم میں سے کوئی بھی وہاں بیٹھ جاتا جہاں (مجلس) ختم ہوتی تھی۔ (ابوداؤد)۔

97/6107۔ عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھے ہوئے تھا اور اپنی ہتھیلی کی جڑ پر ٹیک لگایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کی بیٹھک بیٹھتے ہو جن پر غضب ہوا ہے۔ (ابوداؤد)۔

98/6108۔ سیدنا یعیش بن طخفہ بن قیس غفاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور آپ اصحاب صفّہ میں سے تھے انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ میں سینہ میں تکلیف کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب اپنے پیر سے مجھے ہلا رہے ہیں، پھر انہوں نے فرمایا: یہ ایسا لیٹنا ہے جس کو اللہ تعالی [1] ناپسند کرتا ہے، پس میں نے دیکھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

---

[1] قولہ: هذه ضجعة يبغضها الله (یہ ایسا لیٹنا ہے جس کو اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے) کیونکہ سینہ اور چہرہ کو جو کہ اشرف اعضاء سے ہے حالت سجدہ کے سوا زمین پر رکھنا ان کو ذلیل کرنا ہے، یا یہ کہ اس طرح لیٹنا لواطت کے لئے لیٹنے کی طرح ہے۔ اور ان سے مشابہت اختیار کرنا برا ہے۔ (مرقات)

فتاوی عالمگیری میں ہے اگر اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور اس کو پیٹ میں تکلیف کا اندیشہ ہے تو اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ کے اور اس پر سو جانے میں کوئی حرج نہیں میں کہتا ہوں: یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے مرقات میں کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر اس کا عذر واضح نہ ہوا ہو یا اس لئے بھی کہ تکلیف دور کرنے کی خاطر پیروں کو دراز کئے بغیر رانوں پر لیٹنا اس کے لئے ممکن تھا۔ واللہ اعلم

99/6109۔سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، تو آپ نے مجھے اپنے پاؤں سے ایڑی ماری اور فرمایا: اے جندب اس کے سوا نہیں کہ یہ اہل دوزخ کا لیٹنا ہے۔(ابن ماجہ)۔

100/6110۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا دیکھا تو اس سے فرمایا: یہ ایک ایسا لیٹنا ہے کہ اللہ تعالی اس کو پسند نہیں فرماتا۔(ترمذی)۔

101/6111۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: کہ کوئی شخص اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے پاؤں پر ڈالے جب کہ وہ اپنی پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا ہو۔(مسلم)۔

102/6112۔ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی چت نہ لیٹے کہ پھر اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے پر ڈالے۔(مسلم)۔

103/6113۔سیدنا عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اپنے دونوں قدموں میں سے ایک کو دوسرے پر رکھے ہوئے دیکھا ہے۔(متفق علیہ)۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا: سیدنا جابر اور سیدنا عباد کی حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ دو پاؤں میں سے ایک کو دوسرے پاؤں پر رکھنا کبھی دو قسم کا ہوتا ہے: (1) ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں پاؤں دراز ہوں اور دو میں سے ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اوپر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں ستر کا حصہ نہیں کھلتا، (2) اور دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کی پنڈلی کو کھڑا کرے اور دوسرا پاؤں کھڑے کئے ہوئے گھٹنہ پر رکھے اس صورت میں اگر ستر کا حصہ نہ کھلتا ہو اس طرح سے کہ اس پر پائجامہ ہو یا اس کا تہبند یا اس کا دامن دونوں لمبے ہوں تو یہ جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

اور ہمارے بعض علماء نے کہا: اس کی نہی وممانعت اس لئے مطلق بیان کی گئی ہے کہ انمیں اکثر تہبند ہوتی تھی۔

104/6114۔سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سفر کے

دوران) جب رات کے آخر حصہ میں کہیں رکتے تو اپنی سیدھی 1 کروٹ پر لیٹ جاتے اور جب رات کے آخری حصہ میں فجر سے کچھ پہلے رکتے تو اپنا دست مبارک کھڑا کرتے اور اپنا سر ہتھیلی پر رکھتے تھے۔(شرح السنہ)۔

105/6115۔سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بعض گھر والوں سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اس جیسا تھا جو آپ کی قبر شریف 2 میں رکھا گیا ہے۔اور مسجد آپ کے سرانور کی طرف 3 تھی۔(ابوداؤد)۔

106/6116۔سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی ایسے گھر کے چھت پر رات گزارے جس پر آڑ نہ ہو۔

107/6117۔اور ایک روایت میں ہے پتھر نہ ہوں اس سے ذمہ داری 4 ختم ہوگئی۔(ابوداؤد)

خطابی کی کتاب ''معالم السنن'' میں حجیً (منڈیر) کا لفظ ہے۔

108/6118۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: کہ کوئی آدمی ایسے چھت پر سو جائے جس پر کوئی منڈیر نہ ہو۔(ترمذی)۔

---

1 قولہ:اضطجع علی شقه الایمن (اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ جائے) فتاوی عالمگیری میں ہے دائیں پہلو پر لیٹنا یہ مومن کا لیٹنا ہے اور چہرہ کے بل لیٹنا یہ کافروں کا لیٹنا ہے۔

2 قولہ: کان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم نحوا مما یوضع فی قبره (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اس کی طرح تھا جو آپ کی قبر میں رکھا گیا ہے) یعنی جو بستر آپ کے آرام فرمانے کے لئے بچھاتے تھے وہ اس کے قریب قریب تھا جو آپ کی قبر انور میں رکھا گیا اور وہ بعض لوگوں کے پاس معروف ہے اور ماضی سے مضارع کی طرف عدول کرنا حکایت حال کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ہلکا سا تھا نہ لمبا تھا نہ چوڑا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کے حق میں جائز نہیں کہ قبر میں میت کے نیچے رضائی، تکیہ، حصیر یا اس جیسی کوئی چیز رکھی جائے۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مال بے ضرورت تلف کرنا ہے۔اور یہ کراہت تحریمی ہے اسی لئے اس کو ''لا یجوز'' سے تعبیر کیا گیا اسی بناء پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ناپسند کیا کہ میت کے نیچے کوئی چیز ڈالی جائے۔(ترمذی)

اور سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ تم میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت رکھو اور یہ جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور میں چادر رکھی گئی تو کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ مدینہ منورہ کی زمین شور ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہما کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف ہوا تھا تو شقران رضی اللہ تعالی عنہ نے دفع نزاع کے لئے اس کو آپ کے نیچے بچھا دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام اس کو پہنتے اور بچھایا کرتے تھے تو شقران رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم اب تجھ کو قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نہیں پہن سکے گا اور انہوں نے اس کو قبر شریف میں رکھ دیا۔(ماخوذ از مرقات و ردالمحتار)

3 قولہ:و کان المسجد عند رأسه (اور مسجد آپ کے سرانور کی طرف تھی) ''مسجد'' جیم کے کسرہ سے ہے یعنی جب آپ آرام فرماتے تو آپ کا سرانور مسجد کی جانب ہوتا اور ایک نسخہ میں جیم کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی آپ کا مصلا اور جائے نماز آپ کے سرانور کے پاس رہتی تھی (مرقات)

4 قولہ:فقد برئت منه الذمة (تو اس سے ذمہ داری ختم ہوگئی) کیونکہ لوگوں میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے حفاظت و نگہبانی کا ذمہ ہے تو جب وہ اپنے ہاتھ سے خود کو ہلاکت میں ڈال لے تو اس سے وہ منقطع ہو جاتا ہے۔

109/6119۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک شخص دو چادروں میں اکڑ کر چل رہا تھا اور اس کا نفس اس کو بہت پسند آیا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ پس وہ قیامت تک دھنستے ہی رہے گا۔(متفق علیہ)۔

110/6120۔سیدنا ابواُسید انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب کہ آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے اور راستہ میں مرد اور عورتیں خلط ملط ہوگئے تو آپ نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: باز و ہو جاؤ کیونکہ تمہیں مناسب نہیں ہے کہ راستہ کے درمیان میں سے چلو، تم راستہ کے کناروں کو اختیار کرو۔ پس اس کے بعد عورت دیوار سے لگ کر چلتی تھی یہاں تک کہ اس کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا۔(ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان)۔

111/6121۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔(ابوداؤد)۔

(بَابُ الْجُلُوْسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ ختم ہوا)

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(6/209)بَابُ الْعُطَاسِ وَ التَّثَاؤُبِ

چھینک اور جمائی کا بیان

112/6122 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جب تم میں کا کوئی چھینکے اور اللہ کی تعریف کرے تو ہر اس 1 مسلمان پر جو اس کو سنا ہو 2 حق ہے کہ اس کے لئے ''یرحمک اللہ'' (اللہ تجھ پر رحم کرے) کہے۔ اب رہا جمائی تو اس کے سوا نہیں کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں کا کوئی جمائی لے تو اس کو جس قدر 3 ہوسکے، روکے کیونکہ جب تم میں کا کوئی جمائی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔ (بخاری)۔

1﴾قولہ: کان حقا علی کل مسلم الخ (ہر اس مسلمان پر حق ہے) اس میں اس بات سے باخبر کرنا ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرض عین ہے۔ اور یہ بعض اہل ظاہر کا مذہب ہے۔ ابن قیم نے ''السنن'' کے حواشی میں اس کو قوی قرار دیا ہے اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بظاہر امر وجوب کے لئے ہے۔ اور مالکیہ میں سے ابن مزین نے اس کے ظاہر کو اختیار کیا ہے اور جمہور اہل ظاہر کا یہی قول ہے، مالکیہ کی ایک جماعت نے اس کو اختیار کیا ہے کہ چھینک کا جواب دینا مستحب ہے اور کسی ایک شخص کا جواب دینا جماعت کی طرف سے کافی ہوجائے گا یہ شافعیہ کا قول ہے اور انہوں نے حدیث کو استحباب پر محمول کیا ہے اکثر (فقہاء) اس کے فرض کفایہ ہونے کی طرف گئے ہیں اور جب کوئی ایک چھینک کا جواب دیدے تو وہ سب کی طرف سے ساقط ہوجائے گا۔

ابن رشد اور ابن عربی نے اس کو ترجیح دی ہے حنفیہ اور جمہور حنابلہ کا یہی قول ہے اور از روئے دلیل فرض کفایہ کا قول راجح ہے اور جو صحیح احادیث شریفہ وجوب پر دلالت کررہی ہیں وہ فرض کفایہ ہونے کے منافی نہیں ہیں کیونکہ امر اگرچیکہ عام مکلفین کے بارے میں وارد ہوا اور فرض کفایہ ہے تو اس میں خطاب تمام لوگوں سے ہی کیا جاتا ہے راجح قول کے مطابق تمام لوگوں سے ہی خطاب کیا جاتا ہے لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ چھینک کا جواب تو ہر ایک پر واجب ہے لیکن وہ کسی دوسری دلیل کی بناء پر یا سلام کے جواب دینے پر قیاس کرتے ہوئے بعض کے عمل پیرا ہونے سے ہر ایک سے ساقط ہوجاتا ہے (ماخوذ از مرقات، وقول حافظ فتح الباری)

2﴾قولہ: سمعہ (جو اس کو سنا ہو) یہ لفظ مسلم کی صفت ہے جس سے غرض اس کے نہ سننے کی حالت سے احتراز کرنا ہے کیونکہ ایسے وقت اس کی طرف امر متوجہ نہیں ہوتا اسی طرح سلام اور دیگر فروض کفایہ جیسے مریض کی عیادت، میت کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ وغیرہ کا وہی حکم ہے۔

اور شرح السنہ میں ہے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو الحمد للہ کہنے میں اپنی آواز کو بلند کرنا چاہئے یہاں تک کہ جو اس کے قریب ہے اس کو سن لے۔ اور اس کے لئے چھینک کا جواب دینا ضروری ہوجائے یہ بات صاحب مرقات نے کہی۔ اور صاحب درمختار نے کہا سلام اور چھینک کا جواب دینے کے لئے اس کو سنانا شرط ہے۔

3﴾قولہ: فلیردہ ما استطاع (پس اس کو جس قدر ہوسکے روکے) صاحب درمختار نے کہا: جمائی کے وقت اپنے منہ کو بند کرنا آداب میں سے ہے اگرچہ کہ اپنے ہونٹوں کو دانت سے دبا کر ہو، اگر اس سے نہ ہوسکے تو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت سے اس کو ڈھانک لے اور کہا گیا کہ اگر وہ کھڑا ہوا ہو تو سیدھے ہاتھ سے ورنہ بائیں ہاتھ سے یا اپنی آستین سے، اس لئے کہ بغیر کسی ضرورت کے ڈھانکنا مکروہ ہے۔ صاحب ردالمحتار نے کہا: میں نے ہدیۃ الصعلوک شرح تحفۃ الملوک میں دیکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ امام زاہدی نے کہا: جمائی کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ انبیاء کرام کو کبھی جمائی نہیں آئی۔ امام قدوری نے کہا: ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا، میں کہتا ہوں میں نے بھی اس کو آزمایا ہے اور ایسا ہی پایا ہے۔

113/6123۔امام مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے: تم میں کا کوئی اگر ''ھا'' کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

114/6124۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھ کر روکے، کیونکہ شیطان داخل ہوجاتا ہے۔(مسلم)

115/6125۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو چہرہ انور کو اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے ڈھانک لیتے تھے اور اس میں اپنی آواز کو پست رکھتے تھے۔(ترمذی، ابوداؤد) امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

116/6126۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے دو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے ایک کو چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا، تو اس دوسرے شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کو جواب دیا اور مجھے جواب نہیں دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنے ارشاد فرمایا: اس شخص نے **الحمدلله** کہا اور تو نے **الحمدلله** نہیں کہا۔(متفق علیہ)۔

117/6127۔سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی چھینکے اور **الحمدلله** کہے تو تم اس کو جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو تم اس کو جواب مت دو۔(مسلم)۔

118/6128۔اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ یہود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ تکلف چھینکتے تھے یہ امید[1] رکھتے ہوئے کہ آپ ان کے لئے **یرحمکم الله** فرمائیں گے تو آپ فرماتے: **یھدیکم الله و یصلح بالکم** (اللہ تعالی تم کو ہدایت دے اور تمہارا معاملہ درست کرے)۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

---

[1] قوله: یرجون ان یقول لهم یرحمکم الله الخ (یہ امید رکھتے ہوئے کہ آپ ان کے لئے یرحمکم الله فرمائیں گے) بعض اہل فضل علماء نے کہا: کیا ان میں سے کسی چھینکنے والے کا جواب دیا جائے گا؟ میں کہتا ہوں قول راجح یہ ہے کہ جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان کا اکرام اور تعظیم ہے جب کہ ہم کو ان کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے، جامع صغیر کی شرح میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ذمی کو سلام کرنے کی ممانعت مروی ہے کیوں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے یہی بات حموی حنفی نے شرح الاشباہ والنظائر میں فرمائی ہے اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ اس میں ایک بحث ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کی یہ علت بیان کی جائے کہ اس میں رحمت کی دعا کرنا اور مغفرت طلب کرنا ہے جب کہ ذمی ان دونوں کا اہل نہیں ہے۔اور سنن کی حدیث میں وارد ہے کہ یہود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بتکلف چھینکا کرتے اس امید پر کہ آپ ﷺ ان کے لئے مغفرت طلب کریں اور یرحمکم الله کہیں آپ ﷺ ان کے لئے طلب ہدایت کے سوا کچھ زائد نہ فرماتے حدیث کی روشنی میں جو ہم نے بیان کی ہے اب تم غور کرو۔

119/6129۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی چھینکے 1؎ تو **الحمدلله** کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کو **یرحمک الله** کہے اور جب وہ اس کو **یرحمک الله** کہے تو یہ چھینکنے والا **یهدیکم الله ویصلح بالکم** کہے (اللہ تم کو ہدایت پر رکھے اور تمہارے معاملہ کو ٹھیک کرے)۔(بخاری)۔

120/6130۔سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھینکے تو **الحمدلله علی کل حال** کہے اور جو شخص اس کو جواب دیتا ہے وہ **یرحمک الله** کہے اور وہ **یهدیکم 2؎ الله ویصلح بالکم** کہے۔(ترمذی، دارمی)۔

121/6131۔حضرت ہلال بن یساف نے کہا: ہم سالم بن عبید رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ تھے قوم میں کا ایک شخص چھینکا اور **السلام علیکم** کہا تو اس سے سالم رضی اللہ عنہ نے کہا: اور تجھ پر اور تیری ماں پر تو گویا وہ آدمی اپنے دل میں رنجیدہ ہوا، تو سالم رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو میں نے تو وہی بات کہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا اور **السلام علیکم** کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **علیک و علی امک** (تجھ پر اور تیری ماں پر) اور جب تم میں سے کوئی چھینکے تو وہ **الحمدلله رب العالمین** کہے اور جو اس کو جواب دے رہا ہے وہ **یرحمک الله** کہے اور وہ پہلا شخص یہ کہے **یغفر الله لی ولکم** (اللہ مغفرت کرے میری اور تمہاری)۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

122/6132۔حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بازو میں چھینکا اور **الحمدلله والسلام علی رسول الله** کہا، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں بھی **الحمدلله والسلام علی رسول الله** کہتا ہوں اور طریقہ ایسا نہیں ہے، ہم کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ ہم **الحمدلله علی کل حال** (ہر حالت میں تمام تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے) کہیں۔(ترمذی)۔

1؎ قولہ: **فلیقل الحمدلله** (تو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے) یعنی یہ بطور استحباب ہے (مرقات)۔ اور فتاوی عالمگیری میں ہے جب آدمی بیرون نماز چھینکے تو اس کو اللہ تعالی کی تعریف کرنا چاہئے اس طرح کہ **الحمدلله رب العالمین** یا **الحمدلله علی کل حال** کہے اور اس کے سوا نہ کہے اس کے پاس موجود شخص کو چاہئے کہ وہ **یرحمک الله** کہے اور چھینکنے والا اس کو **یغفر الله لنا ولکم** کہے یا **یهدیکم الله ویصلح بالکم** کہے اور اس کے سوا نہ کہے (محیط)۔

2؎ قولہ: **ولیقل هو یهدیکم الله** الخ (اور وہ یهدیکم الله کہے) یعنی بطور استحباب ہے۔(مرقات)۔

123/6133۔سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یرحمک اللہ فرمایا، پھر وہ دوسری مرتبہ چھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو زکام [1] ہے۔(مسلم)۔

124/6134۔امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو تیسری مرتبہ میں فرمایا کہ اس کو زکام ہے۔

125/6135۔سیدنا عبید بن رفاعہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھینکنے والے کو تین مرتبہ تک چھینک کا جواب دو اور اس سے زیادہ چھینکے تو تم اگر چاہو تو اس کو جواب دو اور اگر چاہو تو جواب نہ دو۔(ابوداؤد، ترمذی)۔

126/6136۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: تم اپنے بھائی کو تین مرتبہ تک چھینک کا جواب دو پس اگر اس سے زیادہ چھینکے تو یہ زکام ہے۔(ابوداؤد)۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ) نے اس حدیث کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ ختم ہوا)

❁ ❁ ❁

---

1 قولہ: فقال الرجل مزکوم (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کو زکام ہے) حدیث شریف کا ماحصل یہ ہے کہ چھینک کا جواب دینا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اور تین مرتبہ کے بارے میں اختلاف ہے اور تین سے زیادہ ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے خاموش رہے اور یہ بطور رخصت ہے اور چاہے تو جواب دے اور یہ مستحب ہے یعنی تین مرتبہ کے بعد جواب دینا واجب نہیں ہے اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ناجائز ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے اگر چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو یہ اس کا تین مرتبہ تک جواب دے اس کے بعد اس کو اختیار ہے (سراجیہ) اور چھینکنے والے کے پاس موجود شخص کو چھینکنے والے کا جواب دینا چاہئے جب اس کی چھینک ایک مجلس میں تین مرتبہ تک مکرر ہو اگر وہ تین سے زائد مرتبہ چھینکے تو چھینکنے والا ہر مرتبہ الحمدللہ کہے اور اس کے پاس موجود شخص اگر ہر مرتبہ جواب دے تو اچھا ہے اور اگر وہ تین مرتبہ کے بعد جواب نہ دے تب بھی ٹھیک ہے۔(فتاوی قاضی خان)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جو بار بار چھینکے تو اس کا ہر مرتبہ جواب دے اور اگر اخیر کا جواب دیا تو یہ ایک مرتبہ اس کے لئے کافی ہے۔اھ (تاتارخانیہ)۔

امام طحطاوی نے شرح المراقی میں ملا علی قاری کی شرح موطا کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ چھینکنے والے کا ایک مرتبہ جواب دینا واجب ہے اور اس سے زائد ہو تو مستحب ہے، اگر وہ پہلے جواب نہ دے تو اس کے لئے سجدہ تلاوت کی طرح ایک مرتبہ ہی کافی ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

07/210 بَابُ الضِّحکِ

ہنسنے کا بیان

127/6137۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا ہنستے ہوئے یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کی پڑ جیب دیکھ سکوں نہیں دیکھا، آپ تو صرف تبسم 1 فرمایا کرتے تھے۔(بخاری)۔

128/6138۔سیدنا جریر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے میں اسلام لایا مجھے کبھی نہیں روکا اور مجھے نہیں دیکھا مگر آپ نے مسکرایا۔(متفق علیہ)۔

129/6139۔سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے سے جہاں آپ فجر کی نماز پڑھتے اٹھتے نہیں 2 تھے یہاں تک کہ سورج نکل آتا اور جب سورج 3 نکل آتا تو اٹھتے، صحابہ گفتگو کرتے رہتے اور جاہلیت کے کاموں کا ذکر شروع کرتے تو ہنستے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے۔(مسلم)۔

130/6140۔امام ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ اشعار 1 پڑھتے تھے۔(ترمذی)۔

131/6141۔سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

---

1 قولہ: انما کان یتبسم (آپ تو صرف مسکراتے تھے) یعنی اکثر اوقات آپ تبسم فرماتے تھے اور کبھی ہنستے بھی تھے لیکن آپ کی ہنسی مذکور حد تک نہیں پہنچتی تھی(مرقات)۔

فتاوی عالمگیریہ میں ہے: فقیہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: آدمی کے لئے مستحب ہے کہ لوگوں کی خاطر داری کرے اور یہ کہ بغیر کسی مداہنت کے نیک، بد، سُنی اور بدعتی سب کے ساتھ آدمی کی گفتگو نرم ہو اور کشادہ رو رہے اور ایسی گفتگو بھی نہ ہو جس سے یہ گمان ہو کہ وہ اس کے مذہب سے راضی ہے۔(سراجیہ)۔

2 قولہ: لا یقوم من مصلاہ الخ (اپنے مصلے سے نہیں اٹھتے تھے) امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث میں نماز فجر کے بعد ذکر کرنے اور جب تک عذر نہ ہو نماز کی جگہ بیٹھے رہنے کے استحباب کا ثبوت ہے۔قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سلف صالحین اس سنت پر کاربند تھے اور وہ اس سلسلہ میں سورج طلوع ہونے تک صرف ذکر اور دعاء میں مشغول رہتے تھے(مرقات)۔

3 قولہ: فاذا طلعت الشمس قام (جب سورج نکل آتا تو اٹھتے) یعنی نماز اشراق کے لئے قیام فرماتے اور یہ صلوۃ ضحی کا ابتدائی وقت ہے۔(مرقات)۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔(ترمذی)۔

132/6142 ۔سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ ابن عمر سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنستے تھے؟ تو فرمایا: ہاں! 2 جب کہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بڑھ کر عظیم تھا اور سیدنا بلال بن سعد نے فرمایا: میں نے انکو پایا ہے کہ وہ نشانوں کے درمیان دوڑ لگاتے تھے وہ ایک دوسرے سے ہنستے تھے اور جب رات آجاتی تو وہ اللہ کے حضور یکسو 3 ہوجاتے تھے۔(شرح السنہ)

(بَابُ الضِّحْکِ ختم ہوا)

❁ ❁ ❁

---

1 قولہ: **یتناشدون الشعر** (وہ اشعار پڑھتے) صاحب مرقات نے کہا یہ تو سب جانتے ہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں توحید اور ترغیب و ترہیب پر ہی مشتمل بلند پایہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔

2 قولہ: **قال نعم والایمان فی قلوبھم اعظم من الجبل** (فرمایا: ہاں! جب کہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بڑھ کر عظیم تھا) پس وہ حضرات انتہائی باوقار اور آداب شریعت کے اصول پر نہایت ثابت قدم اور پسندیدہ مکارم اخلاق کا حد درجہ پاس و لحاظ رکھنے والے تھے اس طور پر کہ ہنسی وغیرہ کی حالت میں احکام شرعیہ کے دائرے سے کبھی تجاوز نہیں کئے۔طیبی نے کہا: یہ رجوع اور قول بالموجب کے قبیل سے ہے یعنی ہاں وہ ہنستے تو تھے لیکن وہ اس حد تک تجاوز نہیں کرتے تھے جو ان کے دلوں کو مردہ کردے اور زیادہ ہنسی کی وجہ سے ان کا ایمان متزلزل ہوجائے جیسا کہ روایت میں ہے کہ زیادہ ہنسی دلوں کو مردہ کردیتی ہے(مرقات)۔

3 قولہ: **فاذا کان اللیل کانوا رھبانا** (جب رات آجاتی تو وہ اللہ کے حضور یکسو ہوجاتے تھے) حاصل کلام یہ ہے کہ ان حضرات کی یہ حالت دن میں اور اپنے نیک ساتھیوں کی مجالس میں ہوا کرتی جب رات ہوجاتی تو وہ اللہ کی طرف یکسو ہوجاتے یعنی بظاہر وہ ہنسی کی حالت میں ہوتے درباطن ان کی چشم رو رہی ہوتی کیونکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ فرش زمین پر اور اپنی ارواح قدسیہ کے ساتھ عرش بریں پر ہوتے اپنے بدن سے مخلوق کے ہمراہ اور اپنے قلب و باطن سے حق کی معیت میں ہوکر ان سے جدا رہتے اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ بظاہر قربت رکھتے ہیں اور درباطن علائق سے پاک اور وحدت و فنائیت کی منزل پر فائز ہوکر مخلوق سے بے گانے رہتے ہیں یہ بوسیدہ چادروں میں ملبوس بادشاہ ہوتے ہیں اور اس دنیا میں اپنے کمال فقر کے باوجود غنی رہتے ہیں۔اللہ تعالی ان سے راضی ہو اور ہم کو ان سے ظاہر ہونے والے احوال کی برکت سے نفع پہنچائے(مرقات)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

08/211 بَابُ الْأَسَامِيِّ

ناموں کا بیان

133/6143 ۞ سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے کوئی لڑکا ہوتو کیا میں اس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے رکھوں اور اسکی کنیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت سے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں 1 (ابوداؤد) درمختار میں ہے کہ جس کا نام محمد 2 ہوتو اسکی کنیت ابوالقاسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میرے نام سے نام رکھو لیکن میری کنیت سے کنیت مت رکھو، یہ منسوخ ہے، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔

134/6144 ۞ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک لڑکا پیدا ہوا' تو میں اس کا نام محمد اور اسکی کنیت ابوالقاسم رکھی ہوں۔ تو مجھ سے ذکر کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو ناپسند فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چیز ہے جس نے میرا نام رکھنا حلال کیا اور میری کنیت 3 کو حرام کیا یا یہ فرمایا: کیا چیز ہے جس نے میری کنیت کو حرام کیا اور میرے نام کو حلال کیا۔ (ابوداؤد)۔

---

1 ۞ قولہ: قَالَ نعم (آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں) یہ نہی حضور ﷺ کے زمانہ تک کے لئے محدود ہے۔ آپ ﷺ کے بعد ان دونوں کو جمع کرنا جائز ہے کیونکہ اب التباس ختم ہوگیا۔ (مرقات)۔

2 ۞ قولہ: قولہ من کان اسمہ . (جن کا نام محمد ہو) یہ ہمارے پاس ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر سلف اور فقہاء زمانہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اب ہر ایک کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ اس ممانعت کی علت یہ تھی کہ اس میں حضور ﷺ کو خطاب کرنے کے وقت کسی دوسرے سے بھی خطاب کا التباس تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اسکی ممانعت آئی ہے اسمیں اس علت پر دلالت ہے جب ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے یا اباالقاسم کہتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ اسکی طرف متوجہ ہوئے تو اس شخص نے کہا: میں صرف اس آدمی کو بلایا تھا۔ اسکی مناسب توجیہ یہ ہے کہ علت کے ختم ہونے سے حکم ختم ہوجاتا ہے۔ اور اشتباہ اس کی علت ہے اور یہ اشتباہ صرف حیات طیبہ میں ہی ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوالقاسم کی کنیت مطلق ناجائز ہے خواہ اس شخص کا نام محمد ہو یا احمد ہو یا آپ کے ناموں میں سے کوئی نام ہی نہ ہو (ماخوذ از مرقات)۔

3 ۞ قولہ: فقال ما الذی احل اسمی وحرم کنیتی ۔(کیا چیز ہے جس نے میرے نام کو حلال کیا اور کنیت کو حرام کیا) جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میرا نام اور میری کنیت رکھنا حرام نہیں ہے اور یہ واقعہ اگر ثابت ہے تو یہ آپ ﷺ کی کنیت رکھنے یا کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت کے بعد کا ہے اور آپ ﷺ کے نام اور کنیت کے جواز اور اسکی ممانعت کی احادیث کے درمیان جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت تحریمی نہیں تھی بلکہ وہ صرف التباس کی بناء پر مکروہ تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصہ حضور ﷺ کے آخر زمانہ کا ہو، اور آپ ﷺ نے اسکی اجازت دے دی کیونکہ لڑکا بڑا ہونے تک حضور ﷺ کا وصال ہوجائیگا اور التباس باقی نہیں رہیگا (بذل المجہود)۔

135/6145 ﴾ انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔(ترمذی)۔

136/6146 ﴾ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم کو تمہارے ناموں سے اور تمہارے باپ کے ناموں سے بلایا جائے گا تو تم اپنے نام اچھے رکھو۔(احمد، ابوداؤد)۔

137/6147 ﴾ سیدنا ابووھب جشمی سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پیغمبروں کے ناموں میں سے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ پسندیدہ نام 1 عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور زیادہ صادق آنے والے نام حارث اور ھمّام ہیں اور ان میں زیادہ برے نام حرب اور مرّہ ہیں۔(ابوداؤد)۔

138/6148 ﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تمہارے ناموں میں اللہ کو زیادہ پسند 2 عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں (مسلم)۔

---

1 ﴾ قولہ: واحب الاسماء الی اللہ عبداللہ عبدالرحمن (اور اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں) یعنی انبیاء علیھم السلام کے ناموں کے بعد چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں نام اسم محمد سے زیادہ پسندیدہ نہیں اسلئے کہ یا تو وہ دونوں نام اسکے ساتھ برابری کے درجہ میں ہیں یا اسم محمد مطلقاً یا ایک اعتبار سے دونوں سے زیادہ پسندیدہ ہے (مرقات) اور صاحب درمختار نے کہا: اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ علی اور رشید وغیرہ جیسے مشترک نام رکھنا جائز ہے اور ان ناموں سے اللہ کے حق میں جو معنی مراد لئے جاتے ہیں ہمارے حق میں اس کے سوا معنی مراد لئے جائیں گے، لیکن ہمارے زمانے میں اسکے علاوہ نام رکھنا زیادہ درست واولی ہے اس لئے کہ عوام پکارتے وقت ان ناموں کی تصغیر کردیتے ہیں۔ اھ۔(سراجیہ) اور صاحب ردالمحتار نے کہا کہ فقیہ ابواللیث نے کہا ہے کہ میں عجمیوں کیلئے پسند نہیں کرتا کہ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم نام رکھیں اس لئے کہ وہ اس کی تفصیل نہیں جانتے اور اسکو تصغیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں (تاتارخانیہ) اور یہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہے اس طرح کہ وہ اس شخص کو پکارتے ہیں جسکا نام مثلا عبدالرحیم، عبدالکریم یا عبدالعزیز ہو تو وہ کہتے ہیں: رحیم، کریم، عزیز تصغیر کی یاء کو تشدید کے ساتھ اور جسکا نام عبدالقادر ہو اسکو قویدر پکارتے ہیں اور یہ قصدا کہا جائے تو کفر ہے چنانچہ منیہ میں ہے جو شخص عبدالعزیز یا اس جیسے اسمائے حسنی میں سے جس کسی کی طرف بھی عبد کی اضافت کی گئی ہو اسکے اخیر میں حرف تصغیر لگادے۔ اگر یہ عمدا کہتا ہے تو کفر ہے اور اگر نہ جانے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اور اسکا یہ ارادہ نہ ہو تو اسکے کفر کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ اور جو شخص اس سے ایسا سنے اس پر واجب ہے کہ اسکو بتائے۔ اھ۔ اور بعض لوگ جسکا نام عبدالرحمٰن ہے اسکو رحمون کہتے ہیں اور بعض جیسے ترکمان ہیں وہ جنکا نام محمد اور حسن ہے انکو حمو اور حسو کہتے ہیں۔ تم غور کرو کہ کیا اس وجہ سے ان لوگوں کا محمد اور حسن نام رکھنا چھوڑ دینا بہتر ہے۔

2 ﴾ قولہ: احب اسماء کم الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمن (اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں) اسی طرح جس نام میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت ہو پسندیدہ ہے جیسے عبدالرحیم، عبدالکریم اور اس جیسے نام (ماخوذ ازمرقات، بذل المجھود)

139/6149 ﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے خراب نام والا قیامت کے دن اللہ کے پاس وہ آدمی ہے جس کا نام ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ) رکھا جائے۔

140/6150 ﴾اور مسلم کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے پاس سب سے زیادہ ناپسند آدمی اور سب سے زیادہ برا آدمی وہ ہے جسکا نام ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ) رکھا جائے، اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

141/6151 ﴾سیدتنا زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میرا نام برّہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے نفسوں کو پاک مت سمجھو اللہ نیک لوگوں کو تم سے بہتر جانتا ہے تم ان کا نام زینب رکھو۔ (مسلم)۔

142/6152 ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برّہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ سے بدل دیا اور آپ یہ کہنے کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ برّہ کے پاس سے نکلے۔ (مسلم)۔

143/6153 ﴾سیدنا شریح بن ہانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے ساتھ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ان کو وہ (قوم) ابوالحکم کی کنیت سے بلا رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: حکم تو اللہ ہی ہے اور اسی کی طرف حکم لوٹتا ہے، تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ تو اس نے کہا: کہ میری قوم جب کسی چیز میں اختلاف کرتی ہے تو میرے پاس آتی ہے تو میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور دونوں فریق میرے حکم پر راضی ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بات ہے، تمہارے بچے کتنے ہیں تو انہوں نے کہا: میرے لڑکے شریح، مسلم اور عبداللہ ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں بڑا کون ہے وہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: شریح ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس تم ابوشریح ہو۔ (ابوداؤد)۔

144/6154 سیدنا بشیر بن میمون رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت اُسامہ بن اخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک صاحب جنکو اصرم کہا جاتا تھا وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اصرم' آپ نے فرمایا: بلکہ تم زرعہ ہو۔ (ابوداؤد)۔

145/6155 اور انہوں نے یہ بھی کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص' عزیز[1]' عتلہ' شیطان' حکم' غراب، حباب اور شہاب[2] ناموں کو تبدیل کر دیا۔ امام ابوداؤد نے کہا ہے میں نے مختصر کرنے کیلئے انکی سندوں کا ذکر نہیں کیا۔

146/6156 سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر کی ایک لڑکی تھی اس کو عاصیہ کہا جاتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ[3] رکھا۔ (مسلم)

147/6157 سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا منذر بن ابی اسید کو جب وہ پیدا ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کو اپنی زانو پر رکھا اور فرمایا: ان کا نام کیا ہے تو عرض کیا: فلاں نام ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں' لیکن ان کا نام منذر رہے۔ (متفق علیہ)۔

148/6158 حضرت عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں حضرت سعید بن مسیّب کے پاس بیٹھا تھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے دادا حزن نبی اکرم

---

[1] **قولہ: عزیز** کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اس لئے عبدالعزیز کہنا چاہئے کیونکہ بندہ تذلیل وفروتنی سے متصف ہے اور عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے' اس طرح حمید نام رکھنا مناسب نہیں، کیونکہ یہ مبالغہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے ہے اس لئے عبدالحمید ہی کہا جائیگا اسی طرح کریم اور اس جیسے نام ہیں (مرقات)۔

[2] **قولہ: وشھاب** راجح قول یہ ہے کہ مثال کے طور پر جب وہ دین کی طرف مضاف ہو تو مکروہ نہیں۔ (مرقات)۔

[3] **قولہ: فسماھا رسول اللہ ﷺ جمیلة** (تو رسول اللہ ﷺ نے انکا نام جمیلہ رکھا) شاید خود کو پاک سمجھنے کے اندیشہ سے آپ نے انکا نام مطیعہ نہیں رکھا باوجودیکہ وہ عاصیہ کی ضد ہے' امام نووی نے کہا: اس سے معلوم ہوتا ہے بُرے نام کو بدلنا مستحب جیسا ناپسندیدہ ناموں کو اچھے ناموں سے بدلنا مستحب ہے (ماخوذ از مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے، تو انہوں نے کہا: میرا نام حزن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سہل ہو انہوں نے کہا: نہیں، میں وہ نام جو میرے والد نے رکھا ہے نہیں بدلوں گا، ابن مسیّب نے کہا: پھر اسکے بعد ہم میں ہمیشہ سختی رہی۔ (بخاری)۔

149/6159 ﴿ سیدنا مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: مسروق بن اجدع ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اجدع شیطان ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

150/6160 ﴿ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہرگز اپنے لڑکے کا نام 1یسار، رباح، نجیح اور افلح مت رکھو کیونکہ تم کہو گے کیا وہ وہاں ہے اور وہ نہیں ہوتا ہے تو جواب میں کہے گا نہیں۔ (مسلم)۔

151/6161 ﴿ مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: تم اپنے لڑکے کا نام رباح، یسار، افلح اور نافع مت رکھو۔

152/6162 ﴿ اور مسلم کی ایک روایت میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا 2یعلی، برکت، افلح، یسار، نافع اور اس جیسے نام رکھے جانے سے منع فرمانے کا، پھر میں نے دیکھا اس کے بعد آپ اس سے خاموش رہے پھر آپ کا وصال ہو گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ (مسلم)۔

1﴿ قولہ: لا تسمین غلامک یسار الخ (تم ہرگز اپنے لڑکے کا نام یسار مت رکھو) صاحب ردالمحتار نے کہا بچے کا نام یسار، رباح، نجاح، افلح اور برکت نہ رکھا جائے کیونکہ یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ تمہارے پاس برکت ہے، تو تم کہو گے: نہیں، اور باقی نام بھی اسی طرح ہیں۔

2﴿ قولہ: اراد النبی ﷺ ان ینھی الخ (نبی پاک ﷺ ارادہ فرمائے کہ ....) امام نووی کی شرح مسلم میں ہے ہمارے اصحاب نے کہا: حدیث شریف میں ذکر کردہ نام اور جو نام بھی اس معنی میں ہیں ان کا رکھنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں، اور ملا علی قاری نے کہا: حاصل یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مکروہ تحریمی قرار دینے کا ارادہ فرمایا تھا پھر اسکے بعد آپ نے امت پر رحمت کے لئے خصوصا عموم بلوی اور حرج ہونے کی وجہ سے سکوت اختیار فرمایا اور اکثر لوگ ناموں کے درمیان حسن وقبح کا فرق نہیں کرتے۔ تو جس ممانعت کی نفی کی گئی وہ کراہت تحریمی پر محمول ہے اور جو ممانعت ثابت ہے وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

153/6163 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کا کوئی میرا بندہ اور میری [1] بندی نہ کہے، تم سب کے سب اللہ کے بندے اور تمہاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں، لیکن چاہئے کہ غلامی وجاریتی اور فتای وفتاتی (میرا غلام، میری باندی، میرا خادم، میری خادمہ) کہے اور غلام (اپنے مالک کو) ربی [2] نہ کہے بلکہ سیدی کہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سیدی اور مولائی کہے۔

154/6164 ﴿ اور ایک روایت میں ہے کہ غلام اپنے آقا کو مولائی نہ کہے: کیونکہ تمہارا مولیٰ اللہ ہے۔ (مسلم)۔

155/6165 ﴿ انہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم (انگور کو) کرم مت کہو! کیونکہ کرم مومن کا دل ہے۔ (مسلم)۔

156/6166 ﴿ مسلم کی ایک روایت میں وائل بن حجر سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کرم مت کہو! بلکہ عنب اور حبلہ کہو۔

157/6167 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ

1﴿ **قولہ: لایقولن احدکم عبدی وامتی الخ** (تم میں سے کوئی ہرگز میرا بندہ میری بندی نہ کہے) اس میں ان ناموں کی کراہت ہے کہ وہ غلام سے بطور تکبر اور اسکی حیثیت کو حقیر بتانے کیلئے کہتا ہے تو یہ مکروہ ہے ورنہ تو قرآن کریم میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اور فرمایا: عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی تکبر سے پاک رہے اور فروتنی وخاکساری کو لازم کرلے کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ "فلان میرا بندہ ہے" بلکہ یوں کہے "میرا خادم ہے" اسکا حاصل یہ ہے کہ یہ نہی اس آدمی کیلئے ہے جو اپنی بڑائی استعمال کرتا ہے صفت بیان کرنے اور واقف کرنے کے لئے نہیں کرتا۔ (ماخوذ از مرقات وشرح مسلم للنووی)۔

2﴿ **قولہ: لایقل العبد ربی الخ** (اور غلام (مالک کو) میرا رب نہ کہے) اس میں غلام کو منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا کو "میرا رب" کہے اس لئے کہ ربوبیت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کیونکہ رب شئی کا مالک اور اسکو قائم کرنے والا ہوتا ہے اور اسکی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں پائی نہیں جاتی اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں فرمایا کہ باندی اپنے رب مالک یا مالکہ کو جنے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ تو اس کا جواب دو طریقوں سے ہے ایک یہ کہ یہ دوسری حدیث اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بیان جواز کے لئے ہے اور پہلی حدیث میں جو ممانعت ہے وہ ادب کے لئے ہے اور کراہت تنزیہی ہے کراہت تحریمی نہیں ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس لفظ کو بکثرت استعمال کرنے اور عام عادت بنا لینے سے منع کیا گیا ہے اور کبھی کبھار اس کے اطلاق سے منع نہیں ہے۔ (ماخوذ از شرح مسلم للنووی ومرقات)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگور کا نام کرم مت رکھو اور **یـــاخیبة الـدھـر** (زمانے کے نامرادی) مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔ (بخاری)۔

158/6168 ﴾ اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی بھی زمانے کو برا نہ بولے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔ (مسلم)۔

159/6169 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی بھی یوں نہ کہے میرا نفس خبیث 1 ہوگیا، بلکہ یوں کہے **لقست نفسی** (میرا نفس سست ہوگیا)۔ (متفق علیہ)۔

160/6170 ﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم منافق کو سید 2 مت بولو! کیونکہ اگر وہ سید ہے تو تم اپنے رب کو ناراض کروگے۔ (ابوداؤد)۔

161/6171 ﴾ اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "**مـاشاء الله وشاء فلان**" (جو اللہ نے چاہا اور فلانے چاہا) مت کہو!

---

1 ﴾ **قـولـه: لايقـولـن احدكم خَبَثَتْ نفسى** (تم میں سے کوئی یوں نہ کہے میرا نفس خبیث ہوگیا ہے) ابن بطال نے کہا: یہ ممانعت وجوبی نہیں ہے بلکہ ادب کی قبیل سے ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس کے سر پر شیطان تین گرہ باندھتا ہے **اصبح خبيث النفس كسلان** خبیث اور سست ہوکر وہ صبح کرتا ہے (عمدۃ القاری) اور امام نووی نے کہا حضور اکرم ﷺ نے لفظ خبیث اسکی قباحت کی وجہ سے ناپسند فرمایا اور الفاظ میں ادب اختیار کرنے اور اچھے الفاظ استعمال کرنے اور قبیح الفاظ کو چھوڑنے کی تعلیم دی ہے۔

2 ﴾ **قـولـه: لاتقولوا للمنافق سيدا الخ** (تم منافق کو سردار مت کہو!) علامہ طیبی نے کہا: لوگوں کا غیر قوم کے حکماء واد باء وغیرہ کو مولانا کہنا اس ممانعت و وعید میں داخل ہے بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے لئے سید کی جگہ لفظ مولانا وارد ہونے سے اس کی ممانعت زیادہ سخت ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: جب اس سے مراد تعظیم ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں، اب رہا اس سے مولی کے معانی میں سے ایک معنی مراد ہو تو اس کا جواز ہوسکتا ہے، خصوصاً حاجت اور ضرورت کے وقت تو جائز ہوجائیگا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ بطور توریہ ہے۔ لفظ مولی کا غیر اللہ پر اطلاق جائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا آبَاءَ هَمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ پس اگر تم ان کے آباء کے نام نہ جانتے ہو تو وہ دین میں یعنی مسلمانوں میں تمہارے بھائی ہیں اور غیر مسلمین میں تمہارے دوست ہیں۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ مولی اور سید مطلقاً اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دوسروں کے لئے اس کے اطلاق کا جواز وعدم جواز شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے ہی معلوم ہوسکتا ہے اور غیر اللہ کو مولی کہنے کی کوئی ممانعت نہیں آئی ہے تو قاعدہ اباحت پر یہ جائز ہے اور یہی بات مسلمانوں کے درمیان معروف ہے اور جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا ہے۔

بلکہ ایسا کہو! ” ماشاء الله ثم شاء فلان “ 1؎ (جواللہ نے چاہا پھر فلان نے چاہا) (احمد، ابوداؤد)۔

162/6172 ﴾ ابوداؤد کی ایک منقطع روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ماشاء الله و شاء محمد مت کہو اور صرف ماشاءاللہ کہو! (شرح السنہ)۔

163/6173 ﴾ ابومسعود انصاری نے ابوعبداللہ سے کہا، یا ابوعبداللہ نے ابومسعود انصاری سے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ ”زعموا“ کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہے کہ وہ آدمی کی کیا ہی بری سواری 2؎ ہے۔ (ابوداؤد)۔

1؎ قولہ: ”ولکن قولوا ماشاء الله ای کان ثم شاء فلان“ (لیکن تم کہو جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہوا پھر فلان نے چاہا) یعنی پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بعد فلان نے چاہا کیونکہ ”ثم“ تراخی کے لئے ہے اور ”ثم شاء فلان“ سے پہلے ہم نے لفظ ”کان“ مقدر مانا ہے تاکہ حکم میں اللہ کے ساتھ شرکت کا وہم اگرچہ تراخی کے ساتھ ہو ختم ہو جائے تم غور کرو! کیونکہ یہ دقیق راستہ ہے اور تحقیق کے قابل ہے اور اس وقت ”ثم شاء فلان“ جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے جملہ مستانفہ ہے یا سابقہ جملہ پر معطوف ہے اور ”ثم“ خبر کی تاخیر کے لئے ہے، یہ اس جگہ کے حل میں جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا اسکا جمال ہے، علامہ طیبی نے کہا: اگر تم یہ کہو کہ حضور اکرم ﷺ نے ”جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے“ کہنے کی اجازت کیسے مرحمت فرمائی جبکہ اپنے اسم مبارک میں اسکی اجازت نہیں دی اور فرمایا: تم صرف یہ کہو! ”اللہ تعالیٰ نے جو چاہا“ میں کہتا ہوں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ آپ انکے قول ”جو اللہ تعالیٰ چاہے اور محمد (ﷺ) چاہے“ اس کو اپنی تعظیم اور شہرت کے دکھاوے کی تہمت کے گمان کو دفع کرنے کیلئے منع فرمایا، دوسرا یہ کہ آپ موحدین کے سردار ہیں اور آپ کی شئیت اللہ تعالیٰ کی شئیت میں گم اور محو ہے، میں کہتا ہوں کہ یہاں اصل سوال ہی ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ لفظ ”فلان“ کے عموم میں داخل ہیں تو ”جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر محمد (ﷺ) چاہے“ کہنا جائز ہے اور ”جو اللہ تعالیٰ چاہے اور محمد (ﷺ) چاہے“ کہنا جائز نہیں تو اس کا پہلا جواب کھلی غلطی ہے، کیونکہ اگر وہ کہیں ”جو اللہ تعالیٰ چاہے اور محمد (ﷺ) چاہیں“ تو یہ شرک جلی ہے نہ کہ شرک کی تہمت کا گمان جسکو علامہ طیبی نے ذکر کیا اور آپکا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت میں صحیح ہے لیکن ”واؤ“ لانے کے جواز کا فائدہ نہیں رہتا نیز یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی مشئیت بھی اللہ تعالیٰ کی مشئیت میں گم ہے اور سابق حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد جو گزرا ہے کہ تم یوں کہو ”لیکن“ جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو فلاں چاہے، وہ محض اسکی اجازت کیلئے ہے اور آپ یہاں یہ فرماتے ”جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو محمد (ﷺ) چاہیں“ تو یہ حکم وجوب کا یا استحباب کا ہوتا اور واقعہ ایسا نہیں باوجود یہ کہ جس شئیت کی نسبت ”فلاں“ کی طرف کی گئی وہ جزوی مشئیت ہے اسکو مشئیت کلی پر محمول کرنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے گذشتہ کلام میں اشارہ کیا اور اللہ تعالیٰ مقصود کو بہتر جانتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2؎ قولہ: بئس مطیة الرجل (آدمی کی کیا ہی بری سواری ہے) یعنی ”لفظ زعموا (لوگ کہتے ہیں)“ یہ آدمی کی کیا ہی بری سواری ہے، اس میں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ گفتگو کرنے والا اپنی گفتگو سے پہلے جس لفظ کو ذکر کرتا ہے اور اسکے ذریعہ اپنے مقصد تک پہنچتا ہے اسکو سواری سے تشبیہ دی گئی جسکے ذریعہ حاجت تک رسائی ہوتی ہے اور مقصود یہ ہے کہ ایسی خبر دینا جسکی بنیاد اتقان وایقان کے بجائے شک اور اندازہ پر ہو قبیح ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کی خبر کیلئے ثبوت کی سند ہو اور وہ اعتبار پر ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کیلئے مناسب نہیں کہ زعم اور جھوٹ کی نسبت لوگوں کی طرف کرے اور کہے، ”فلاں نے کہا ہے“ مگر یہ کہ اس کو اس کے جھوٹ کا یقین ہو اور اسکے جھوٹ سے لوگوں کو بچانا اور ڈرانا چاہتا ہو، تو اس جیسی مصلحت کی بناء پر کسی کی طرف زعم اور جھوٹ کی نسبت کرنا جائز ہے، جیسا کہ محدثین وغیرہ حضرات جرح وتعدیل میں کرتے ہیں اور باب سے اس حدیث کی مناسبت پوشیدگی سے خالی نہیں تو ”زعموا“ خبر کی اس جنس کا نام ہو چکا۔ (لمعات)۔

اور ملا علی قاری نے مرقات میں کہا: اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اس لفظ کو اور اس نسبت کو بدل دینا مناسب ہے، اور یا تو کلام کی تحقیق کر کے اسکی نسبت اس کے قائل کی طرف یا خاموش رہے جیسا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ خیر کی بات کہے! یا خاموش رہے اور شاید اس حدیث کو یہاں لانے میں باب سے مناسبت، محض بری چیز کو بدلنا ہے خواہ وہ ناموں سے متعلق ہو یا نہ ہو اور سابق حدیث میں بھی جو ابھی گذری یہی بات ہے۔

اور امام ابوداوَد نے کہا ہے کہ ابوعبداللہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

164/6174 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت 1 رکھی ایک بھاجی سے جسکو میں چنتا تھا۔(ترمذی)۔

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور صاحب مصابیح نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

بَابُ الْاَسَامِیِّ ختم ہوا

1 قولہ: کنانی (میری کنیت رکھی) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابوحمزہ رکھی۔(مرقات)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

09/212 بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ وَالتَّغَنِّیْ

بیان، شاعری اور گانے کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے: اے ایمان والو ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم نہیں کرتے۔ (61، سورۃ الصّف، آیت نمبر: 2)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سرگرداں رہتے ہیں اور (زبان سے) ایسی باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور ان پر ظلم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور جنہوں نے لوگوں پر ظلم کیا ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ (26۔ سورۃ الشعراء، آیت نمبر: 224/227)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بیہودہ حکایتوں کو خریدتا ہے [1] جو

---

[1] قولہ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الخ (اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بیہودہ حکایتوں کو خریدتا ہے) اس میں گانے کی حرمت کے مسئلہ کا بیان ہے۔ جان لو کہ گانے بجانے سے متعلق مسائل بڑے اختلافی مسائل ہیں اسکے جواز، وعدم جواز سے متعلقہ آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ ایک دوسرے کے معارض ہیں اس سلسلے میں علماء کے اقوال صلحاء کے آراء بکثرت وارد ہوئے ہیں پہلے ہم آپ کو ایک دوسرے کے مخالف دلائل سناتے ہیں پھر ہم وہ بات بیان کریں گے جو واقعۃً محقق اور ثابت ہیں ہم کہتے A ہیں اس کی حرمت پر دلالت کرنے والی آیتوں میں سے ایک مذکورہ آیت مبارکہ ہے اور وہ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی: جس نے عجمیوں کی کتابوں کو خرید رکھا تھا اور قریش کو بیان کرتا تھا اور کہتا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو عاد وثمود کے واقعات بتلاتے ہیں تو میں تم کو رستم، اُسفندیار اور شاہان ایران کے قصے سناتا ہوں اور کہا گیا کہ وہ گانے والی دوشیزاؤں کو خریدتا اور جو لوگ اسلام لانا چاہتے ہیں انکے ساتھ رہنے پر انکو بھڑکاتا تھا اور ان سے کہتا کہ یہ اس سے بہتر ہے جسکی طرف محمد ﷺ تم کو دعوت دیتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی میں ہے اور امام زاھد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت مبارکہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور کلمہ "یشتری" یا تو خریدنے کے معنی میں ہے جیسا کہ تم جان چکے ہو یا اختیار کرنے کے معنی میں ہے اور لفظ "الحدیث" اگر ناپسندیدہ کلام کے معنی میں ہے تو لفظ "لھو" کی اضافت اسکی طرف اضافت بیانیہ ہے اگر یہ لفظ اس سے عام معنی کو شامل ہے تو یہ اضافت بمعنی من التبعیضیۃ ہوگی اور "یضل" ضمہ اور فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا گمراہ کرنے والا اور گمراہ ہر دو کے معنی میں ہے۔ اسی طرح یتخذو کو یضل پر عطف کرتے ہوئے منصوب پڑھا گیا اور یشتری پر عطف کرتے ہوئے مرفوع پڑھا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے جو کہا ہے کہ یہ ارشاد غناء (گانے) کی حرمت پر دلالت کر رہا ہے تو یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے لھو ولعب کی گفتگو میں مشغول ہونے والے کی مذمت فرمائی ہے۔۔۔

بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

غفلت میں ڈالنے والی ہیں تا کہ بغیر جانے لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسکی ہنسی اڑائے

۔۔۔ماقبی۔۔۔اور اسے ذلت آمیز عذاب سے ڈرایا ہے اور "لھو الحدیث" اسکا ظاہری مصداق عام ہے، ہر اس چیز پر شامل ہے جو فائدہ مند چیزوں سے غافل کرنے والی ہے، جیسے ایسی بے سروپا باتیں جن کی کوئی اصل نہ ہو اور ایسے افسانے جن میں کوئی عبرت کا پہلو نہ ہو اور مضحکہ خیز ولایعنی باتیں، اکثر مفسرین کرام کی اس سلسلہ میں یہی رائے ہے و نیز شان نزول سے متعلق بیان کردہ پہلی روایت بھی اسکی مطابقت کررہی ہے البتہ فتاوی حمادیہ ا؟ سی طرح عوارف وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اس سے گانا مراد ہے اور شان نزول سے متعلق دوسری روایت اس کے موافق ہے چنانچہ یہ آیت اسکی حرمت کی دلیل قرار پائے گی منجملہ ان دلائل کے وہ آیت ہے جو سورہ نجم (آیت: 61) کے آخر میں آئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (اور تم غفلت میں پڑے ہو) تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اس سے مراد "وانتم مغنون" ہے تم گاتے بجاتے ہو اور عوارف المعارف میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حلفیہ طور پر بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے۔

اور منجملہ ان کے سورہ بنی اسرائیل (آیت: 64) میں مذکور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ" (اور ان میں سے جس کسی کو تو اپنی پرفریب آواز سنا کر بہکا سکتا ہے بہکالے)۔ فتاوی حمادیہ اور عوارف میں ہے کہ حضرت مجاہد نے کہا: یہ آیت کریمہ گانے بجانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَاسْتَفْزِزْ" اور تو بہکالے یہ "ابلیس علیه اللّعنة" سے خطاب ہے جس کے معنی ہیں جتنا تجھ سے ہوسکے بنی آدم کو پرفریب آواز سے حرکت دے، صوت سے گانا بجانا مزامیر اور دف وغیرہ کی آواز مراد ہے یہ تین آیتیں مطلق اس کے حرام ہونے پر دلالت کررہی ہیں اس کی حرمت پر دلالت کرنے والی صحیح اور معتبر احادیث شریفہ گنتی اور شمار سے کہیں زیادہ ہیں۔ جن میں سے اکثر عوارف میں مذکور ہیں اور فتاوی کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ (منجملہ ان کے وہ احادیث شریفہ ہیں جنکو میں نے مشکوۃ سے نقل کرکے اس باب کے آخر میں ذکر کیا ہے)۔

اور ان احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت طاہر کا وصال ہوا تو آپکی چشمان اقدس اشکبار ہوئیں تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہم کو رونے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو دو بری اور ناہنجار آوازوں سے منع کیا تھا ایک نوحہ کی آواز اور دوسری گانے کی آواز، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے نوحہ کرنے والا اور سب سے پہلے گانے والا ابلیس ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گانا بجانا حرام ہے، اس سے لذت اندوز ہونا کفر ہے اور اسکے پاس بیٹھنا فسق و معصیت ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو بھی شخص گانے میں اپنی آواز کو بلند کرے اللہ اس پر دو شیطانوں کو مسلط فرماتا ہے، ان میں سے ایک اس کاندھے پر اور دوسرا اُس کاندھے پر ہوتا ہے اور دونوں مسلسل ناچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یہ شخص ہی خاموش ہوجائے، اور یہ تمام دلائل مطلق گانے کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔

اسکے جواز کو بتانے والے منجملہ دلائل کے وہ ہیں جو عوارف میں مذکور ہیں قرآنی آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ۔ (المائدۃ، آیت: 83) اور جب یہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ پر نازل ہوا تو تم دیکھتے ہو کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی ہے۔ اور ارشاد باری ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ . الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ (الزمر: 17/18) تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو جو کلام الٰہی کو سنتے ہیں پھر اسکی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔

اور فرمان الٰہی ہے: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ، ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔

یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلت کا عذاب تیار ہے۔(31۔لقمان،آیت:6)۔

۔۔۔ ماسبق ۔۔۔ تو یقیناً یہ آیتیں کلام الٰہی کو بغور سننے اور اسکی وجہ سے گریہ طاری ہونے اور رونگٹے کھڑے ہوجانے پر دلالت کرتی ہیں اور اس سے جواز پر استدلال کا ضعف پوشیدہ نہیں، صاحب ''عوارف'' نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور اختلاف تو سروں کے ساتھ اشعار سننے میں ہے اور اس میں اقوال بہت ہیں اور احوال جدا جدا ہیں، اور ان احادیث شریفہ سے (1) ایک یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ شیخ طاہر بن ابوالفضل نے اپنے والد حافظ مقدسی سے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا: ابوبکر قاسم حسن بن محمد خولانی نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا ابو محمد عبداللہ بن یوسف نے ہم کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ابوبکر بن وثاب نے ہم کو بیان کیا انہوں نے کہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہم کو حدیث بیان کی (2) امام اوزاعی نے ہمکو امام زہری سے بیان کیا وہ حضرت عروہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے پاس آئے آپ کے پاس اس وقت دو باندیاں گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر نے ان دونوں کو ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرۂ انور سے چادر کو ہٹایا اور فرمایا: اے ابوبکر ان دونوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں، اور اس میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی، فرمایا: میرے پاس ایک باندی گا رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ وہ اپنی حالت پر تھی پھر حضرت عمر آئے تو وہ بھاگ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا حضرت عمر نے عرض کیا: آپ کے تبسم فرمانے کی کیا وجہ ہے یارسول اللہ ﷺ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو باندی کا قصہ بیان کیا، انہوں نے عرض کیا: میں اس وقت ٹھہرا رہونگا یہاں تک کہ اس کو سن لوں جس کو رسول اللہ ﷺ نے سماعت فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس باندی کو حکم فرمایا: تو وہ حضرت عمر کو سنائی، اور اسی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ مجھکو اپنی چادر مبارک سے چھپائے اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھتی رہی یہاں تک کہ میں خود اُکتا گئی۔ اور اسی میں ہے صاحب عوارف نے کہا ابوزرعہ طاہر نے اپنے والد ابوالفضل حافظ مقدسی سے، ہمکو خبر دی انہوں نے کہا: ابو منصور محمد بن عبدالملک مظفری سرخسی نے ہمکو خبر دی انہوں نے کہا: ابوعلی فضل بن منصور بن نصر کاغذی سمرقندی نے بطور اجازت ہمکو خبر دی انہوں نے کہا ہشیم نے کلیب سے ہمکو بیان کیا، انہوں نے کہا: ابوبکر عمار بن اسحٰق نے ہمکو بیان کیا انہوں نے کہا: سعد بن عامر نے شعبہ سے ہمکو بیان کیا وہ عبدالعزیز بن صھیب سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کئے یارسول اللہ! آپکی امت کے فقراء مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہونگے جو پانچ سو سال ہے، تو رسول اللہ ﷺ خوش ہوگئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی ہمکو شعر سنانے والا ہے ایک اعرابی نے عرض کیا: ہاں! میں ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پیش کرو، تو اعرابی نے یہ اشعار سنائے

محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے ۔۔۔ تو اسکا نہ کوئی طبیب ہے نہ تعویذ کرنے والا
سوائے حبیب پاک ﷺ کے جن پر میں فریفتہ ہوگیا ہوں ۔۔۔ تو انھیں کے پاس میری تعویذ اور میری دوا ہے

تو رسول اللہ ﷺ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی وجد میں آئے، یہاں تک کہ آپ کی چادر شانہ مبارک سے ڈھلک گئی پھر جب انکی یہ کیفیت فرو ہوئی تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مقام پر متمکن ہوگیا، حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے عرض کیا: آپ کا بہلاوا کس قدر عمدہ و بہترین ہے، تو آپ نے فرمایا: اے معاویہ! جو حبیب کے ذکر کو سننے کے وقت جھوم نہ جائے وہ شریف نہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک کے چار سو قطعے کئے اور حاضرین میں ان کو تقسیم فرمایا۔

اور اس حدیث کو ہم نے سند کے ساتھ بیان کیا جیسا ہم نے اسکو سنا اور پایا تھا لیکن محدثین نے اسکی صحت میں کلام کیا اور ہم نے نہیں پایا ایسی چیز جو منقول ہو رسول اللہ ﷺ سے اس زمانہ والوں کے وجد اور انکے سماع اور اجتماع کے موافق ہو سوائے اس حدیث کے، اور سماع کے جواز میں کپڑے پھاڑ لینے اور تقسیم کرنے میں صوفیہ کرام اور اس زمانہ والوں کی دلیل کیا ہی اچھی ہے، بشرطیکہ یہ حدیث ثابت ہو اور اللہ اسکو بہتر جانتا ہے، میرے دل میں یہ بات کھٹکی ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر ۔۔

۔۔۔ ماقبی ۔۔۔ ہے کہ یہ غیر صحیح ہے اور میں نے اس میں نبی اکرم ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ اجتماع کا ذوق نہیں پایا اور اس حدیث میں جو بات ہمکو پہنچی ہے اسکے مطابق اعتماد کرتے ہوں میں نہیں پایا، اور قلب اس کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو زیادہ جاننے والا بہتر اور فیصلہ کرنے والا ہے، یہ بعینہ عوارف کی عبارت ہے۔ تو یہ تمام دلیلیں گانے کے مباح ہونے کو بتاتی ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کے فعل اور قول کا آخری درجہ یہ ہے کہ وہ مباح ہو، لہٰذا گانے کی اباحت اور حرمت پر دلالت کرنے والی احادیث ظاہراً ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور تاریخ نامعلوم ہے اور جب تم اصول کے دو قاعدوں کو دیکھو گے تو اسکی حرمت واجب ہوگی ان میں سے ایک یہ کہ جب حلال کو بتانے والی دلیل اور حرام کو بتانے والی دلیل کا تعارض (مقابلہ) ہو تو حرمت کو بتانے والی دلیل پر عمل کرنا اولی ہے، دوسرا یہ کہ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض ہو تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور یہاں صحابہ کرام کا قول مطلق اسکی حرمت پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے گانا گایا نہ اسکی تمنا کیا اور نہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو چھوا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، اور روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے ان میں ایک شخص گا رہا تھا تو آپ نے فرمایا: خبردار! اللہ تم سے قبول نہ کرے پھر خبردار! اللہ تم سے قبول نہ کرے، اور تابعین وتبع تابعین بھی اسکی حرمت کے قائل ہیں جیسا کہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا: تم لوگ گانے سے بچو! کیونکہ وہ شہوت کو بڑھاتا ہے، مردانگی کو ڈھادیتا ہے، شراب کے قائم مقام ہوتا ہے اور نشہ پیدا کرتا ہے، حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا: گانا زنا کا منتر ہے، حضرت ضحاک سے روایت ہے گانا دل کے بگاڑ اور پروردگار کی ناراضگی کا سبب ہے، اور چاروں ائمہ کرام بھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے، اور صاحب عوارف نے اسی طرح ذکر کیا اور فرمایا کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ آپ نے کتاب القضاء میں فرمایا گانا غافل بنانے والا ایک ناپسندیدہ کھیل تماشہ ہے جو باطل کے مشابہ ہے اور آپ نے کہا: جو شخص کثرت سے گاتا رہتا ہے وہ احمق ہے اسکی گواہی ناقابل قبول ہے، اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ جب کوئی باندی خریدے اور اسکو مغنیہ پائے تو اسکو اختیار ہے کہ عیب کی وجہ سے اسکو واپس کردے، اور اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ کا مذھب ہے کہ گانا سننا گناہ ہے کہ اسکو فقہا کی ایک چھوٹی سی جماعت نے ہی جائز کہا اور جن فقہانے اسکو جائز کہا وہ بھی مساجد اور مقدس مقامات میں اسکو علانیہ کرنے کے قائل نہیں ہیں یہ صاحب عوارف کا کلام ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن ولیمہ میں مدعو کیا گیا تو آپ نے وہاں کھیل کود اور گانا پایا یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ آپ مقتدی نہیں بنائے گئے تھے تو آپ نے اس پر صبر کیا اور اس کے بعد جب آپ سے گانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس سے ایک بار مبتلا کیا گیا تو میں نے صبر کیا، آپ کا قول اُبْتُلِیْتُ (ایک مرتبہ میں اس میں مبتلا کیا گیا) اسکی مطلقاً حرمت پر دلالت کررہا ہے کیونکہ ابتلاء تو حرام چیز سے ہی ہوتی ہے، اسی طرح بہت سے مجتہدین اسکی مطلقاً حرمت پر متفق ہیں یہاں تک کہ انکی تعداد بہتر 72 یا پچھتر تک پہنچ گئی جنکے اقوال کو میں نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، جو شخص اس پر مطلع ہونا چاہے اسکی طرف رجوع کرے اور شریعت بیضاء کے اکثر علماء اسکے مطلق حرام ہونے پر متفق ہیں، پھر ایک جماعت نے وجہ تطبیق کے ذریعہ فرق کیا ہے چنانچہ شیخ الشیوخ نے عوارف میں ذکر کیا۔ اب رہا دف اور شانہ جو ایک قسم کا ساز ہے اگرچہ امام شافعی کے مذہب میں اسکی گنجائش ہے، تاہم اسکو چھوڑ نا ہی اولی ہے اب رہا اسکے علاوہ قصائد تو اگر وہ ایسے قصائد ہوں جو جنت دوزخ کی یاد، آخرت کا شوق دلانے میں، اور عظمت وسطوت والے بادشاہ کی نعمتوں کو بیان کرنے عبادتوں کے ذکر اور نیکیوں کی رغبت دلانے والے امور پر مشتمل ہوں تو اسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور اسی قبیل سے جہاد اور حج کے بیان میں مجاہدین اور حجاج کے وہ قصیدے ہیں جو جہاد کرنے والے کے پوشیدہ عزم کو اور حجاج کے خاموش شوق کو ابھارتے ہوں، اور جن قصائد میں قد وقامت خد وخال اور عورتوں کے اوصاف کا بیان ہو تو ان جیسی چیزوں کے لئے اجتماع مذہبی لوگوں کے شایان شان نہیں، اور جس میں فراق ووصال اور قرب وبعد کا ذکر ہو جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے شؤن قرب کی نعمت مریدین کے احوال کے ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

165/6175 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج لے جایا گیا تھا ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا کہ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے تو میں نے کہا: ائے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ لوگ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جس کو کرتے نہیں ہیں۔ (ترمذی)۔

۔۔۔ مابقی ۔۔۔ بدلنے اور طالبین پر مصائب کے نزول جیسے امور حق پر ابھارنے والے ہوں تو جو شخص اسکو سنے اور اس میں فوت شدہ پر پشیمانی وشرمندگی پیدا ہو یا مستقبل کے لئے اسکا ارادہ جاگ جائے تو ایسی چیزوں کے سننے کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے، یہ صاحب عوارف کا کلام ہے، اور دوسرے حضرات نے اس کی تطبیق کی ایک اور وجہ بیان کی ہے چنانچہ بعض حضرات نے اسکو اسکے اہل کے لئے جائز قرار دیا انہی میں امام غزالی ہیں اور اہل کی تفسیر اس شخص سے کی جسکا دل زندہ ہو اور نفس مردہ ہو، وہ شہوت والا نہ ہو اور وہ اسکو حق کے سوا کسی اور کی طرف نہ پھیرے، اور انہوں نے شرط لگائی کہ گانے والا بھی اہل ہو اور اسکی نیت اجرت لینا، ریاکاری اور شہرت نہ ہو اور مجلس میں نااہل موجود نہ ہوں اور اس طرح کی دیگر شرطیں ہیں اور اسی پر اکثر متاخرین ہیں اور ہم اسی کو لیتے ہیں اس لئے کہ ہم نے دیکھا کہ وہ ایسے حضرات سے شروع ہوا جنکو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی اور وہ آپکی شریعت واحکام کی اتباع کرنے والے تھے، وہ روشن کرامتوں اور تابناک وتابندہ خرق عادت امور والے تھے، غلبہ حال کی وجہ سے وہ معذور تھے وہ کثرت سے غناء کو سنا کرتے تھے اور اسکے ذریعہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلیات کے مشتاق وخواہشمند تھے اور وہ اسکو عبادت عظمی اور جہاد اکبر سمجھتے تھے اور سماع کے وقت ان کے پاس نہ کوئی ذمی ہوتا نہ فاسق نہ بے ریش لڑکا اور نہ عورتیں، اور وہ تمام عبادتوں کے آداب کی طرح اس کے آداب بجالاتے اس لئے وہ خاص ان کے لئے جائز تھا، اور ہمارے اہل زمانہ نے اس کا جو طریقہ بنالیا ہے کہ وہ مجالس منعقد کرتے ہیں اور اس میں شراب نوشی اور بے حیائی کے کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، بدکاروں اور بے ریش لڑکوں کو جمع کرتے ہیں گانے والوں اور طوائف کو بلاتے ہیں اور ان سے گانا سنتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سے نفسانی خواہشات اور شیطانی خرافات سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بڑے بڑے انعامات دیکر گانے والوں کی تعریف کرتے ہیں اور ہر طرح کا سلوک کر کے ان کی شکر گزاری کرتے ہیں، تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا گناہ ہے اور اسکو جائز سمجھنا قطعا ویقیناً کفر ہے اس لئے کہ وہ ان کے حق میں لھو الحدیث (غافل کردینے والی باتوں میں) ہے برخلاف اولیائے حق کے کیونکہ ان کے حق میں وہ غافل کرنے والی بات نہیں بلکہ وہ ان کے درجات کی بلندی اور کمالات کے حصول کا ذریعہ ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تغنی (گانا) کے بجائے لھوالحدیث ذکر کرنے میں، اسی طرح ''من'' تبعیضیة اور ''لام'' غایت کو ذکر کرنے میں اس فرق کی طرف اشارہ ہو، اس لئے ہمارے زمانے میں اہل کے لئے اسکے جواز کا فتوی دینا نہیں چاہئے کیونکہ زمانہ کا بگاڑ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ہر شخص دعوی کررہا ہے کہ میں اسکا اہل ہوں، اس کے سوا نہیں کہ ہم بزرگان عظام اور اولیاء کرام سے صادر ہونے کی بناء پر اہل کے لئے اس کے جواز کی بات کرینگے اس لئے کہ ان پر گناہوں اور خطاؤں کے ارتکاب کا الزام نہ آئے اور، اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے باوجود اس کے اکثر اولیاء کرام بھی اس کو اختیار نہیں کئے اور نہ اسکو اچھا سمجھے، اور یہ صحیح ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ اس معرفت اور کیفیت کے باوجود اپنے زمانہ میں سماع سے توبہ کئے، تو دوسروں کا کیا حال ہے، لہٰذا تہمت اور مخالفت کے الزام کو دور کرنے کیلئے چھوڑ دینا ہی اولی ہے، اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس کی نیت صحیح ہو اور اس وقت وہ سنے یا وحشت کو دور کرنے کیلئے نغمہ ریزی کرے تو یہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اس کو ملامت نہیں کی جائیگی، اس سلسلے میں جو کچھ ہم نے کہا ہے، اس کے سوا نہیں کہ یہ تعصب اور وزیادتی کے شبہ سے قطع نظر افراط تفریط سے بھی دور ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ یہ سب تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

166/6176 ﷺسیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی فصاحت کے ساتھ بولنا سیکھتا ہے تا کہ اس سے لوگوں کے یا انسانوں کے دلوں کو مائل کرے 1 تو اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن نہ کوئی نفل قبول کریگا اور نہ فرض قبول کریگا۔(ابوداؤد)۔

167/6177 ﷺسیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلق میں سے آوازیں نکال کر (مبالغہ سے) بات کرنے والے ہلاک 2 ہوگئے اس کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔(مسلم)۔

168/6178 ﷺابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں مجھے زیادہ محبوب اور تم میں مجھ سے زیادہ قریب قیامت کے دن وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں مجھے زیادہ ناپسند اور تم میں مجھ سے زیادہ دور وہ ہیں جو اخلاق میں زیادہ خراب ہیں جو زیادہ 3 بولنے والے' بے احتیاطی سے 4 بولنے والے' تکبر کرنے والے ہیں۔(بیہقی شعب الایمان)۔

169/6179 ﷺامام ترمذی نے اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور ان کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے (صحابہ نے) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیشک ثرثارون' متشدقون تو ہم کو معلوم ہے متفیھقون سے کیا مراد ہے' آپ نے فرمایا متکبر لوگ 5 ہیں۔

---

1 ﷺ قولہ: لیسبی بہ قلوب الرجال الخ (تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو مائل کرے) صاحب بذل المجہود نے کہا مولانا محمد یحییٰ مرحوم نے تقریر میں لکھا: حضور ﷺ کا ارشاد: لیسبی بہ القلوب اگر اس میں اسکی نیت یہ ہو کہ وہ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ اپنی گفتگو اور اپنے وعظ کو با اثر بنائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

2 ﷺقولہ: ھلک المتنطعون (حلق میں سے آواز نکال کر (مبالغہ سے) بات کرنے والے ہلاک ہوگئے) یعنی فصاحت میں تکلف کرنے والے یا اپنے حلق کے بالکل اندر سے آواز نکالنے والے اور رعونت وتکبر کے طور پر اپنے منہ میں کلام کو رول کر بولنے والے۔(مرقات)۔

3 ﷺقولہ: الثر ثارون (زیادہ بولنے والے) وہ لوگ ہیں جو تکلف کرتے ہوئے اور دائرہ حق سے نکل کر کثرت سے گفتگو کرتے ہیں۔(مرقات)

4 ﷺ قولہ: المتشدقون (بے احتیاطی سے بولنے والے) یعنی بغیر احتیاط کے ہر قسم کی گفتگو کرنے والے۔(مرقات)۔

5 ﷺ قولہ: المتکبرون (تکبر کرنے والے) یعنی اپنے اقوال وافعال میں تکبر اور بڑائی ظاہر کرنے والے، اور قادر الکلام حضرات اپنے خطبات ومواعظ کو حسن وعمدگی سے پیش کرنا جب اس میں زیادتی نہ ہو اور ناموس الفاظ کا استعمال نہ ہو تو یہ اس مذمت میں داخل نہیں ہے، کیونکہ اس سے مقصود دلوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ابھارنا ہے اور لفظ کی خوبصورتی کا اثر اس سلسلہ میں واضح وظاہر ہے۔(مرقات)۔

170/6180 ﴿سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے ایسا کھائے 1 گی جیسا کہ گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔(احمد)۔

171/6181 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں میں ایسے بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو زبان کو گھما گھما کر فصیح وبلیغ باتیں کرتا ہے جیسا کہ گائے چارے کو لیٹ پیٹ کر اپنی زبان سے کھاتی ہے۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

172/6182 ﴿سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک دن جب کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور بہت 2 بیان کیا تو عمرو نے فرمایا: اگر وہ اپنی بات میں میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک میں سمجھتا ہوں یا مجھے حکم ملا ہے کہ میں اختصار کے ساتھ کلام کروں کیونکہ مختصر بات کرنا ہی بہتر ہے۔(ابوداؤد)۔

173/6183 ﴿سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: حیا اور کم بولنا 3 ایمان کے دو شعبے ہیں اور بدزبانی اور بہت بولنا نفاق کے دو شعبے ہیں۔(ترمذی)۔

1﴿ قولہ: یاکلون بالسنتھم الخ (جو اپنی زبانوں سے ایسا کھائینگے) یعنی وہ لوگ اپنی زبانوں کو اپنے کھانے کا ذریعہ ووسیلہ بنائینگے جس طرح گائے چارہ چرتے وقت یہ تمیز نہیں کرتی کہ وہ ہری بھری گھانس ہے یا کانٹے ہیں، شیریں ہے یا تلخ ہے بلکہ وہ اپنی زبان سے سب کو چٹ کر جاتی ہے، اسی طرح یہ لوگ اپنی زبانوں کو اپنی خورد ونوش کا ذریعہ بنائینگے، وہ حق وباطل اور حلال وحرام کے درمیان فرق نہیں کریں گے، پسندیدہ کلام وہ ہے جو بقدر ضرورت ہو اور شریعت کے مطابق اسکا ظاہر اس کے باطن سے ہم آہنگ ہو۔(ماخوذ از مرقات)

2﴿ قولہ: فاکثر القول (اور بہت بیان کیا) یعنی فصاحت وبلاغت آرائی کرتے ہوئے کلام کو طویل کیا یہاں تک کہ سننے والوں کو اکتاہٹ محسوس ہوئی۔(مرقات)۔

3﴿ قولہ: العی الخ (کم بولنا) عی سے مراد کم بولنا ہے جو کلام میں غور وتامل کے سبب اور وبال سے بچنے کے خاطر ہوتا ہے اور یہ زبان میں کسی خلل کی وجہ سے نہیں ہوتا ہو اور بہت بولنے سے مراد وہ ہے جس کا سبب بے جا جسارت اور ظلم وتعدی سے اور جھوٹ وتہمت سے اجتناب کرنے کے سلسلے میں لاپرواہی برتنا ہے۔(مرقات)۔

174/6184 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: دو آدمی مشرق کی طرف سے آئے اور وہ دونوں تقریر کئے اور ان کے بیان سے لوگ تعجب میں پڑ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان 1 جادو ہوتا ہے۔ (بخاری)۔

176/6185 صخر بن عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا (بریدہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض بیان جادو ہے اور بعض علم 2 جہالت ہے، بعض شعر حکمت ہیں اور بعض باتیں وبال 3 ہیں۔ (ابوداؤد)۔

---

1 قولہ: ان من البیان لسحرا (بعض بیان جادو ہوتا ہے) مذکورہ حدیث شریف کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے چند لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث بیان کی مذمت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو "باب مایکرہ من الکلام" میں شامل کیا ہے اور انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کو سحر سے تشبیہ دی ہے اور سحر ایک مذموم فعل ہے۔ جو حرام ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت اس لئے کہ اس میں تکبر ہے اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں میرے پاس تم میں سب سے زیادہ ناپسند بکواس کرنے والے اور متکبرین ہیں اور کہا جاتا ہے آدمی حق کے خلاف رہتا ہے اور اپنے زور بیان کے ذریعہ لوگوں پر سحر کی طرح اثر کر جاتا ہے اور حق کو دور کر دیتا ہے اور دوسرے اہل علم نے کہا: یہ حدیث بیان کی مدح وستائش میں وارد ہے اور انہوں نے حدیث کے جملہ "فعجب الناس لبیانھما" سے اس پر استدلال کیا ہے لوگ ان دونوں کے بیان پر تعجب کئے اور کہا کہ تعجب نہیں ہوتا مگر ایسی چیز پر جو اچھی ہوتی ہے اور اس کا سنا پسندیدہ ہوتا ہے یہ اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو سحر سے تشبیہ دینا مدح وستائش کرنا ہے اس لئے کہ سحر کے معنی مائل کر لینے کے ہے اور ہر وہ شخص جو تم کو مائل کرے تو اس نے تم پر جادو کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بلاغت کی وجہ سے بلاغت کے فضل وکمال میں لوگوں کے امیر ہیں تو آپ کو وہ قول پسند آیا اور آپ نے اسے داد تحسین سے نوازا۔ تو اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو سحر سے تشبیہ دی اور کہا جاتا ہے اس حدیث شریف کی توجیہ میں سب سے عمدہ اور بہتر بات جو کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں نہ تو بیان کی مکمل مذمت ہے اور نہ اسکی مکمل ستائش ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں کلمہ "من" تبعیض کیلئے ہے محدث کو حضو صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ان من البیان کے مفہوم میں شک ہو گیا کہ اس سے کل بیان مراد ہے یا بعض بیان مراد ہے اور بیان کی مکمل طور پر مذمت کیسے کی جاسکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کو اپنے بندوں پر بطور نعمت کے بیان فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا: خلق الانسان وعلمہ البیان۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو بیان سکھلایا (رحمٰن۔۲)۔ (عمدۃ القاری)۔

2 قولہ: وان من العلم جھلا (بعض علم جہالت ہے) کیونکہ یہ مذموم علم سے ہے اس کو نہ جاننا ہی بہتر ہے۔ یا اسلئے کہ کہے یہ لایعنی اور بے فائدہ علم ہے جس میں مشغولیت کے باعث علوم مفیدہ سے ناواقفیت رہیگی۔

نہایہ میں ہے کہا گیا کہ اپنے دین کے لئے جن علوم کی اسکو ضرورت پڑتی ہے جیسے قرآن وحدیث کا علم اس کو چھوڑ کر وہ علم سیکھنا جسکی حاجت نہیں رہتی جیسے علم نجوم اور احوال گذشتہ کا علم، جس میں مشغولیت اسکو اس علم سے روکتی ہے جس کا وہ محتاج رہتا ہے تو یہ علم اس کیلئے جہالت قرار پائیگا ازہری نے کہا: اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ علم والے کا اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرنا ہے چنانچہ عمل علم کے مطابق نہ کرنا جہالت ہے۔ (مرقات)۔

3 قولہ: وان من القول عیالا (اور بعض باتیں وبال ہیں) یعنی تجھ پر بوجھ اور وبال ہیں یا تجھ سے جو لوگ سنتے ہیں ان پر گراں گزرتی ہیں۔ (مرقات)۔

176/6186 ﴿سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار حکمت 1 ہوتے ہیں۔ (بخاری)۔

177/6187 ﴿سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے جو نازل کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم اس سے ان کو اس طرح مارتے ہو گویا تیر چلایا جارہا ہے۔ (شرح السنۃ)۔

178/6188 ﴿ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب میں ہے حضرت کعب نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شعر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے۔

179/6189 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کفار قریش کی ہجو 2 کرو! کیونکہ وہ (شعر کے ذریعہ ہجو کرنا) ان پر تیر چلانے سے زیادہ سخت ہے۔ (مسلم)۔

1﴿ قولہ: ان من الشعر حکمۃ (بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں) اس میں من تبعیضیہ ہے ابن بطال نے کہا: شعر اور رجز جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اسکی تعظیم اسکی وحدانیت اسکی اطاعت وفرمانبرداری اور اسکے حضور سر تسلیم خم کرنے پر ترجیح ہو تو وہ عمدہ، بہتر اور پسندیدہ ہے اور حدیث شریف میں جو اسکو حکمت کہا گیا ہے اس سے مراد یہی ہے اور جو شعر جھوٹ اور فحش باتوں پر مشتمل ہے وہ مذموم ہے اور درجہ ذیل حدیث شریف میں جو فرمایا گیا ہے اس سے یہی مذموم شعر مراد ہے بان یمتلئی جوف رجل قیحا خیر لہ من ان یمتلئی شعرا۔ کہ کسی آدمی کا پیٹ شعر سے بھرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اسکا (پیٹ) پیپ سے بھر جائے۔ (عمدۃ القاری)۔

2﴿ قولہ: اھجوا قریشا (تم قریش کی ہجو کرو) امام نووی نے کہا: اس میں کفار کی ھجو اور ایذ ارسانی کا جواز ہے جب تک کہ ان کیلئے امان نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی ھجو کی ہے اس کی وجہ سے انکی مذمت کرنے اور ان سے انتقام لینے کا حکم ہے البتہ اپنی طرف سے انکی ہجو کی ابتداء کرنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں جائز نہیں: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (الانعام، 108) علم جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی حد سے متجاوز ہو کر بے سمجھے بوجھے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ (مرقات)۔

180/6190 ﴿سیدنا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ کی جنگ کے دن حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو، جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں اور حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: تم میری طرف سے جواب دو، اے اللہ روح القدس سے ان کی مدد فرما۔ (متفق علیہ)۔

181/6191 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے ہوئے سنی ہوں کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی مدافعت کرتے ہو روح القدس تمہارے مدد کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہوں حسان نے ان (کفار) کی ہجو کر کے شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ (مسلم)۔

182/6192 ﴿انہی سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں ایک [1] منبر رکھتے تھے جس پر ٹھہر کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اظہار فخر فرماتے یا مدافعت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے مدد فرماتا ہے، جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے اور آپ کی شان بیان کرتے ہیں۔ (بخاری)۔

1﴿ **قولہ: یضع لحسان منبرا فی المسجد** (حضرت حسان کیلئے مسجد میں منبر رکھتے تھے) صاحب ردالمختار نے وتر اور نوافل کے بیان سے کچھ پہلے لکھا ہے امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح مجمع الاثار میں تخریج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار کہنے اور اس میں سامان بیچنے اور نماز سے پہلے حلقے بنانے سے منع فرمایا پھر (امام طحاوی) نے حدیث مذکورہ کے درمیان اور اس حدیث کے درمیان جس میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان کیلئے منبر رکھا اس پر آپ اشعار پڑھتے تھے اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلی حدیث کو ان اشعار کے پڑھنے پر محمول کیا جائے جو قریش کی ہجو میں پڑھا کرتے تھے یا اس قسم کے اشعار جس میں ضرر ہو یا دوسری صورت یہ ہے کہ ممانعت والی حدیث کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ مسجد میں اس شاعری کا اس درجہ غلبہ ہو جائے اس میں موجود اکثر اشخاص اسی میں مصرف ہو جائیں اسی طرح مسجد میں بیع کی ممانعت اس صورت حال پر محمول ہے جب اس میں وہ عام ہو جائے یہاں تک وہ مسجد بازار کی طرح ہو جائے اس لئے حضور ﷺ نے حضرت علی کو اس میں جوتا سینے سے منع نہیں فرمایا باوجود یہ کہ اگر لوگ اس میں جوتا سینے کیلئے جمع ہو جائیں تو وہ مکروہ قرار دیا جائیگا تو اسی طرح بیع وشرا کرنا شعر کہنا اور نماز سے پہلے حلقہ بنانا اگر ان کا اس میں غلبہ ہو جائے تو مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔

183/6193 ﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام عرج میں چل رہے تھے اچانک ایک شاعر اشعار پڑھتے ہوئے سامنے آیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے تم (اس) شیطان کو پکڑلو یا فرمایا کہ شیطان کو روک لو' یقیناً کسی آدمی کا پیٹ شعر سے بھر جانے سے اس کیلئے پیپ سے بھر جانا زیادہ 1 بہتر ہے۔

184/6194 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً کسی آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا جو اسکو خراب کردے اسکے شعر سے بھر جانے سے زیادہ بہتر ہے۔(متفق علیہ)۔

185/6195 ﴾ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک ایسا کلام

1﴾ قولہ: لان یمتلی جوف رجل قیحا خیر له من ان یمتلئی شعرا (کسی آدمی کا پیٹ شعر سے بھر جانے سے اس کے لئے پیپ سے بھر جانا بہتر ہے) صاحب ردالمحتار نے کتاب کے شروع میں رسم المفتی کے بیان سے پہلے لکھا ہے جان لو کہ جو شعر مکروہ ہے وہ شعر ہے جس پر وہ مداومت کرے اور اس کو وہ اپنا پیشہ بنالے یہاں تک کہ وہ اس پر اس کا غلبہ ہوجائے اور اسکو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور شرعی علوم سے بے رغبت کردے اور یہ جو متفق علیہ حدیث ہے اس کی یہی تشریح کی گئی: لأن یمتلئی جوف احدکم قیحا خیر له من ان یمتلئی شعرا تم میں سے کسی کا پیٹ شعر سے بھر جانے سے اسکا پیپ سے بھر جانا بہتر ہے۔ مختصر طور پر اس سے مشغولیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس سے مقصود دقیق ولطیف نکات آفرینی، اعلی درجے کی تشبیہات اور عمدہ دلکش معانی کا اظہار ہو اگرچیکہ وہ اشعار رخسار اور قد وقامت کے بیان میں ہوں کیونکہ اس کیلئے علماء بدیع نے اس سے مولدین اور دیگر شعراء کے اشعار سے استشہاد کیا ہے محقق علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر کے کتاب الشہادات میں ذکر کیا ہے کہ اس میں سے وہ اشعار حرام ہیں جن میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جو جائز نہیں ہیں خاص لوگوں کی صفات اور کسی زندہ معین عورت کے اوصاف بیان کرنا اور شراب کا اور شراب خانوں کا ذکر اس طور پر کرنا جو اس پر ابھارتا ہو۔ یا کسی مسلم یا ذمی کی ھجو کرنا جب کہ متکلم کا مقصود اسکی ھجو کرنا ہی ہو اور اگر، شعر گوئی سے مقصود اس سے استشہاد کرنا ہو یا اسکی فصاحت وبلاغت معلوم کرنا ہو تو منع نہیں ہے۔ البتہ زُہیر شاعر کے وہ اشعار جو اس طرح کے مضامین سے خالی ہیں اور جو گل وریاحین اور پانیوں کے بیان پر مشتمل ہیں تو اسکے ممنوع ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر اسکو لھو ولعب کے مقامات پر کہا جائے تو منع ہے اگرچیکہ وہ نصیحتیں اور حکمتیں ہوں۔ اھ۔

ذخیرہ میں نوازل سے منقول ہے ادبی اشعار کا پڑھنا جب کہ اسمیں فسق وفجور شراب اور بے ریش لڑکے کا ذکر ہو تو مکروہ ہے اور بے ریش لڑکے کے سلسلہ میں بنیادی بات وہی ہے جو ہم نے عورت کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر وہ زندہ اور معین عورت ہے تو مکروہ ہے اگر وہ وفات شدہ ہے تو مکروہ نہیں۔

ہے جسکا اچھا اچھا ہے اور 1 برابرا ہے۔(دارقطنی)۔

امام شافعی نے اسے حضرت عروہ سے مرسل روایت کیا ہے۔

186/6196 ﴿ عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر) تھا پس آپ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: سناؤ، تو میں نے حضور ﷺ کو ایک شعر 2 سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اور سناؤ تو پھر میں نے ایک اور شعر آپ کو سنایا آپ نے فرمایا: اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک سو اشعار سنائے۔(مسلم)۔

187/6197 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ سچی بات جسکو کسی شاعر نے کہا وہ شاعر لبید کی بات ہے، سنو ہر شئی اللہ کے سوا باطل ہے۔(بخاری، مسلم)۔

188/6198 ﴿ سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 ﴿ قولہ: هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح (وہ ایک کلام ہے جس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا ہے) صاحب ردمحتار نے وتر اور نوافل کے بیان سے کچھ پہلے لکھا کہ صاحب ایضاء المعنوی نے کہا ہے: بیسویں یعنی زبان کی آفتوں میں سے ایک بیسویں آفت شعر ہے، حضور اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا وہ ایسا کلام ہے جس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ شعر نثر کی طرح ہے اس کی تعریف کی جائیگی جب وہ تعریف کے قابل ہو اور اس کی مذمت کی جائیگی اگر وہ مذمت کے قابل ہو اور بدویوں کی نظمیں اور ترانے سننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بغیر لحن کے شعر پڑھنا ہے اور کسی بھی مسلم کی ہجو حرام ہے اگرچیکہ وہ برائی اسمیں موجود ہو، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور تم میں سے کسی آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اس کے شعر سے بھر جانے سے بہتر ہے، اور اس میں سے وہ اشعار جو وعظ و نصیحت حکمت و موعظت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر اور متقین کی صفت پر مشتمل ہوں تو وہ ٹھیک ہے اور جس میں ٹیلوں، زمانوں اور قوموں کا تذکرہ ہو وہ جائز ہے اور جو ہجو و بداخلاقی پر مشتمل ہو وہ حرام ہے، اور جو رخسار و قد و قامت اور گیسو کے وصف سے متعلق ہو وہ مکروہ ہے، اسی طرح امام ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے تفصیل بیان کی ہے اور جو شخص اہم امور نازل ہونے کے زمانے میں بکثرت اشعار کہے اور پڑے اور اسکو اپنے لئے کسب کا ذریعہ بنالے تو اسکی مروّت میں نقص آجائیگا اور اسکی گواہی رد کردی جائے گی۔

2 ﴿ قولہ: فانشدته بيتا الخ (تو میں نے حضور ﷺ کو ایک شعر سنایا) اس سے حکمت پر مشتمل قابل تعریف اشعار پڑھنے کا پسندیدہ ہونا ثابت ہے۔(مرقات)۔

کی انگشت مبارک ایک جنگ میں خون آلود ہوگئی تھی، تو آپ نے فرمایا: نہیں ہے تو مگر ایک انگلی جو خون آلود[1] ہوگئی ہے اور جو تو پائی ہے اللہ کے راستے میں ہے۔ (بخاری ومسلم)۔

189/6199 ﴿ سیدنا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق کے دن مٹی (خندق میں سے) منتقل کررہے تھے یہاں تک کہ آپ کا شکم مبارک آلودہ ہوگیا، آپ فرمارہے تھے، اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا (اللہ ہدایت نہ دیتا تو) ہم ہدایت نہ[2] پاتے،

اور نہ صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

پس تو ہم پر سکون اور دل کا اطمینان نازل فرما!

اگر ہمارا (دشمن سے) مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ

بیشک وہ لوگ ہم پر بغاوت کئے ہیں،

جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں حضور ﷺ

اَبَیْنَا اَ بَیْنَا (ہم انکار کرتے ہیں، ہم انکار کرتے ہیں،) پر اپنی آواز بلند فرماتے۔ (بخاری ومسلم)

190/6200 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار خندق کھودرہے تھے اور مٹی منتقل کررہے تھے اور وہ سب کہتے جارہے تھے

ہم وہ ہیں جو بیعت کئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر،

1﴿ قولہ: هل انت الا اصبح دميت (نہیں ہے تو مگر ایک انگلی جو خون آلود ہوگئی ہے) یعنی نبی اکرم ﷺ نے پاک صاف سلیقہ مند طبیعت کے اقتضاء کی بناء اتفاقی طور پر اسکے وزن کا قصد، وارادہ کئے بغیر فرمایا ہے جیسا کہ اکثر حضرات سے ہوتا ہے اور شعر ایسے قافیہ دار اور ہم وزن کلام کو کہتے ہیں جو قصد، وارادہ کے تحت جاری ہوتا ہے تاکہ قرآن کریم اور کلام نبوت میں جو موزوں کلمات وارد ہیں وہ اس تعریف میں نہ آئیں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2﴿ قولہ: والله لو لا الله ما اهتدينا (اللہ کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے) کرمانی نے کہا: کہ یہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے رجز والے اشعار میں سے تھے جن کو حضور اکرم ﷺ خندق کھودنے کے وقت پڑھ رہے تھے۔ (عمدۃ القاری)۔

جہاد کے لئے جب تک ہم باقی ہیں

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرمارہے تھے:

اے اللہ کوئی زندگی نہیں ہے سوائے آخرت کی زندگی کے

پس تُو انصار کی اورمہاجرین کی مغفرت فرما (بخاری، مسلم)۔

191/6201 ﴿اورانہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حدی خوان تھے ان کو انجشہ کہا جاتا تھا اور یہ اچھی آواز والے تھے، توان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ آہستہ چلاؤ، شیشوں کو مت 1 توڑو، قتادہ نے کہا: اس سے آپ کی مراد کمزور عورتیں ہیں (بخاری و مسلم)۔

192/6202 ﴿سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے جیسا 2 پانی کھیت کو اُگاتا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

1﴾ قوله: لا تكسر القوارير (شیشوں کو مت توڑو) قواریر شیشہ کو کہتے ہیں اس کے ذریعہ آپ نے عورتوں سے کنایہ کیا ہے کیونکہ ان میں ملائمت ولطافت ہوتی ہے اور نازک ساخت ہوتی ہیں، حضورﷺ نے انکو اپنی خوش الحان آواز پست رکھنے کا حکم فرمایا اس اندیشہ کی وجہ سے کہ انکے عزائم کی کمزوری اور جلد اثر قبول کرلینے کی بناء پر شیشہ کے جلد ٹوٹ جانے کی طرح کہیں یہ اچھی آواز ان کے دلوں میں گھر نہ کر جائے۔

2﴾ قوله: الغناء ينبت النفاق فى القلب الخ (گانا بجانا دل میں نفاق اگاتا ہے) درمختار کے کتاب الحظر والا باحته میں اور سراج میں ہے کہ تمام اقسام کے لھو ولعب حرام ہیں اور اس منکر کو روکنے اور بدلنے کیلئے انکی اجازت کے بغیر ان کے پاس جاسکتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا لھو لعب اور گانے کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی پودے کو اگاتا ہے میں کہتا ہوں بزازیہ میں ہے لھو لعب کی آواز سننا جیسے بانس کی لکڑیاں وغیرہ بجانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول کی وجہ سے حرام ہے۔

لھو لعب کو سننا گناہ ہے اور اس کے پاس بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر کرنا ہے۔ یعنی نعمت کی ناشکری وناقدری کرنا ہے اعضاء وجوارح کو جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس کے علاوہ میں ان کو استعمال کرنا نعمت کی ناقدری ہے یہ شکر گزاری نہیں ہے اور مکمل طور پر واجب ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے تاکہ وہ آواز سنائی نہ دے کیونکہ مروی ہیکہ جس وقت اسکی آواز سنائی دے رہی تھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی انگشت مبارک کو اپنے کان میں داخل فرمایا اور عرب کے اشعار اگر اس میں فسق وفجور کا ذکر ہے تو انکو سننا مکروہ ہے انتھی۔ یا آپﷺ کا اس کو کفر قرار دینا اس گناہ کو بڑا ابتلانے کیلئے ہے جیسا کہ کتاب (اختیار) میں ہے، یا اس کو جائز سمجھنے کی بناء پر کفر قرار دیا ہو جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ اھ، صاحب ردالمحتار نے کہا ہے او لتغليظ الذنب بالنعمة یا اس گناہ کی شدت کو بتانے کے لئے فرمایا ہو اور اس کا عطف ای بالنعمہ یعنی نعمت کی ناقدری پر ہے یعنی اس پر جو کفر کا اطلاق کیا گیا ہے وہ اس میں گناہ کے سخت اور بڑا ابتلانے کے لئے ہے۔۔۔

بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

193/6203 ﴾سیدنا نافع سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راستہ میں جارہا تھا آپ نے ایک باجہ سنا تو آپ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھ لیں اور راستے سے دوسرے کنارے کی طرف ہٹ گئے، پھر دور ہٹنے کے بعد مجھ سے کہا: کیا تو کچھ سن رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پس آپ نے دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں سے نکال دیں، فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے ویسا ہی کیا جیسا میں کیا ہوں۔ نافع نے کہا: میں اس وقت چھوٹا تھا (ابوداؤد، احمد)۔

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ وَالتَّغَنِّىْ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔اور حضور علیہ السلام سے جو منقول ہے کہ آپ نے شعر سماعت فرمایا تو یہ گانے کے جواز پر دلالت نہیں کرتا اور اسکو حکمت وموعظت والے اشعار پر محمول کیا جاسکتا ہے اور حضور علیہ السلام کے وجد میں آنے سے متعلق جو حدیث شریف ہے وہ غیر صحیح ہے جس پر تفصیلی بحث تفسیرات احمدیہ کے حوالہ سے گانے کی بحث کے شروع میں گذر چکی اسکا مطالعہ کریں کیونکہ وہ اپنے مضمون میں ایک عمدہ اور نفیس بحث ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

10/213 بَابُ حِفْظِ اللِّسَانَ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

زبان کی حفاظت ،غیبت اور گالی دینے کا بیان

اور اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم بہت سے بدگمانیوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے تجسس میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔(49۔حجرات،آیت:12)

194/6204 ﴿سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ضمانت دے میرے لئے اس چیز کی جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور اس چیز کی جو اس کے دو پاؤں کے درمیان ہے تو میں ضمانت دیتا ہوں اسکو جنت کی ۔(بخاری)۔

195/6205 ﴿سیدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مجھے اپنی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دو تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو، اور جب وعدہ کرو پورا کرو، اور جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسکو ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ روک لو۔(احمد،بیہقی شعب الایمان)۔

196/6206 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ کونسی چیز ہے جو لوگوں کو جنت میں کثرت سے داخل

کرتی ہے، وہ اللہ کا تقویٰ اور حسن اخلاق ہے، کیاتم جانتے ہو وہ کونسی چیز ہے جو کثرت سے لوگوں کو دوزخ میں داخل کرتی ہے؟ وہ دونوں کھوکلی چیزیں ہیں: منہ اور شرمگاہ۔(ترمذی،ابن ماجہ)۔

197/6207 ﴿سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا: نجات کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو اپنے اوپر قابو میں رکھ اور تیرا گھر تیرے لئے وسیع رہے اور اپنے گناہ پر رو۔(احمد،ترمذی)۔

198/6208 ﴿سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! جن چیزوں کا مجھ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف فرماتے ہیں ان میں زیادہ خوفناک کونسی چیز ہے،انہوں نے کہا: آپ اپنی زبان مبارک کو پکڑے اور فرمایا: یہ ہے۔(ترمذی)۔

199/6209 ﴿سیدنا اسلم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رک جایئے ، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی مغفرت فرمادی ہے،توان سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کہ یہی (زبان) ہے جو مجھکو ہلاکتوں کی جگہوں میں ڈالدی ہے۔(مالک)۔

200/6210 ﴿سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو زبان کے سامنے سارے اعضاء عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو ہمارے حق میں اللہ سے ڈر۔ بیشک ہم تجھ سے ہیں۔اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو تیڑی ہو جائے تو ہم سب تیڑے ہو جائیں گے۔(ترمذی)۔

201/6211 ﴾سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی خاموش رہا وہ نجات پایا۔ (احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی شعب الایمان)۔

202/6212 ﴾سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خاموش رہنے پر آدمی کا جمے رہنا اللہ کے پاس ساٹھ (60) سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

203/6213 ﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر کیا میں تم کو دو ایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکے اور میزان میں بہت وزنی ہیں؟ تو میں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: بکثرت خاموشی اور حسن اخلاق اور قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، مخلوق نے ان کے مثل کوئی کام نہیں کیا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

204/6214 ﴾سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی یہاں تک کہ کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ وہ زیادہ زینت دینے والا ہے تیرے تمام معاملات کو، میں نے عرض کیا: آپ مجھے مزید نصیحت فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا: تو قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ بزرگ و برتر کے ذکر کو لازم کرلے کیونکہ وہ آسمان میں تیرے لئے ذکر ہے اور زمین میں تیرے لئے نور ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے لئے اس پر اضافہ

فرمایئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو طویل خاموشی کو لازم کرلے کیونکہ وہ شیطان کو بھگانے کا ذریعہ ہے اور دین کے معاملہ میں تیرے لئے مدد ہے، میں نے عرض کیا: اور اضافہ فرمایئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم زیادہ ہنسی سے بچو، کیونکہ وہ دل کو مردہ کردیتی ہے اور تیرے چہرے کے نور کو دور کردیتی ہے، میں نے عرض کیا: میرے لئے اس پر اضافہ فرمائیں، آپ ﷺ فرمائے تم حق بات بولو اگر چیکہ وہ کڑوی ہو، میں نے عرض کیا: میرے لئے اس پر اور اضافہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈرو، میں نے عرض کیا: آپ میرے لئے اس میں اور اضافہ فرمائیں، آپ نے فرمایا: تیرے عیوب جس کو تو جانتا [1] ہے لوگوں کے برائیاں سے روک دیں۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

205/6215 ﴾ سیدنا عمران بن حطان سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو میں نے ان کو گھٹنے کھڑے کرکے ان پر کالی کمبل لپیٹ کر مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا تو میں نے کہا: ائے ابوذر یہ تنہائی کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے، اور نیک ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے، اور خیر کی بات لکھانا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی برائی کی بات لکھانے سے بہتر ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

206/6216 ﴾ سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی خیر کی بات کرتا ہے جس کی انتہاء کو وہ نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی وجہ سے اس دن تک اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریگا،

---

1 ﴾ قولہ: لیحجزک الخ (تیرے وہ عیوب جس کو تو جانتا ہے تجھکو) لوگوں کے عیوب سے روکے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جسکو دیلمی نے تخریج کیا ہے: کیا ہی خوبی ہے اس شخص کے لئے جسکو اس کا عیب لوگوں کے عیوب سے روک دے۔ (مرقات)۔

اورآدمی کوئی برائی کی بات کرتا ہے جس کے انجام کووہ نہیں جانتا،تواللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس پر اپنی ناراضگی اس دن تک کے لئے لکھ دیتا ہے جس دن وہ اس سے ملاقات کریگا۔(شرح السنہ)۔

امام مالک،امام ترمذی،امام ابن ماجہ نے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

207/6217﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بندہ اللہ کی خوشنودی کی کوئی بات کرتا ہے جسکی طرف وہ توجہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے کئی درجے بلند کرتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے جس کی طرف وہ توجہ نہیں کرتا اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرتا ہے۔(بخاری)۔

208/6218﴿ان دونوں (بخاری،مسلم) کی ایک روایت میں ہے اس کی وجہ سے دوزخ میں اس سے زیادہ دور فاصلہ پر گرجاتا ہے جومشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

209/6219﴿انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:کہ بندہ کوئی بات کہتا ہے اور وہ صرف لوگوں کو ہنسانے کی خاطر کہتا ہے۔تواسکی وجہ سے وہ اس سے بھی زیادہ دور مسافت میں گرجاتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے۔اور وہ پھسل جاتا ہے اپنی زبان سے اس سے زیادہ جو اپنے قدم سے پھسل جاتا ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

210/6220﴿سیدنا بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:خرابی ہے اس شخص کے لئے جو بیان کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے خرابی ہے اس کیلئے اس کیلئے خرابی ہے۔(احمد،ترمذی،ابوداؤد،دارمی)۔

211/6221﴿سیدنا سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا:میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بڑی خیانت کی بات ہے تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات بیان کروکہ وہ تم کو سچا سمجھ رہا ہے اور تم اسکے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو۔(ابوداؤد)۔

212/6222 ﴿سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن تمام خصلتوں پر پیدا ہوسکتا ہے مگر جھوٹ اور خیانت پر نہیں۔ (احمد، بیہقی فی شعب الایمان، عن سعد بن ابی وقاص)۔

213/6223 ﴿سیدنا صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کیا گیا: کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، پھر آپ سے عرض کیا گیا: کیا مومن جھوٹا ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ (مالک، بیہقی شعب الایمان مرسلا)۔

214/6224 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور ہوجاتا ہے۔ (ترمذی)۔

215/6225 ﴿سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سچائی کو لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لیجاتی ہے اور بیشک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے پاس صدیقین میں لکھا جاتا ہے، اور تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتی ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے پاس جھوٹا لکھا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

216/6226 ﴿مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ سچائی نیکی ہے اور بیشک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور جھوٹ برائی ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔

217/6227 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جھوٹ 1 کو چھوڑ دے جبکہ وہ باطل 2 ہے تو اس کے لئے جنت کے کنارے میں ایک محل بنایا جائیگا اور جو آدمی جھگڑے کو چھوڑ دے حالانکہ وہ حق پر ہو تو اس کے لئے جنت کے بیچ میں محل بنایا جائیگا اور جو آدمی اپنے اخلاق کو اچھے کرے تو اس کے لئے محل اس کے اعلیٰ حصہ میں بنایا جائیگا۔

ترمذی نے اسکی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، اور اسی طرح شرح السنہ میں ہے۔

218/6228 ﴿سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ شیطان آدمی کی شکل اختیار 3 کر کے قوم کے پاس آتا اور ان سے کوئی جھوٹی بات بیان کرتا ہے، پھر وہ لوگ الگ الگ چلے جاتے ہیں، پھر ان میں کا کوئی شخص کہتا ہے میں ایک آدمی کو سنا ہوں اس کے چہرہ کو پہچانتا ہوں اسکا نام کیا ہے نہیں جانتا، وہ بیان کر رہا تھا۔ (مسلم)۔

219/6229 ﴿سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، اور بھلائی کی بات کہتا ہے، اور کوئی اچھی بات منسوب کرتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

220/6230 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن دورخی آدمی کو بدترین آدمی پاؤ گے جوان

1﴿ قولہ: من ترک الکذب (جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا) یعنی اپنے جھگڑے کے وقت۔ (مرقات)۔

2﴿ قولہ: وھو باطل (اور وہ باطل ہے) اور یہ شرط اور جزا کے درمیان جملہ معترضہ ہے، جھوٹ سے نفرت دلانے کے لئے کیونکہ اصل بات اس میں یہ ہے کہ وہ باطل ہے۔ یا وہ مفعول سے جملہ حالیہ یعنی حال یہ ہے کہ وہ جھوٹ باطل ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو جو کذب کی اجازت دیتی ہے، جیسا کہ جنگ کا موقعہ ہے یا آپسی اختلافات کی اصلاح ہے اور کسی چیز کو کنایہ میں بیان کرنے کے مواقع ہیں۔

3﴿ قولہ: ان الشیطان لیتمثّل فی صورۃ الرجل الخ (شیطان آدمی کی شکل اختیار کر کے آتا ہے) طیبی نے کہا: اور اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے وہ جس کلام کو سنتا ہے اس میں غور و فکر کرے اور یہ اس کا قائل کون ہے معلوم کرے آیا وہ سچا ہے کہ اس کی بات نقل کرنا جائز ہے یا وہ جھوٹا ہے اس کے کلام کو نقل کرنے سے پرہیز کرنا واجب ہے یہ اس بنیاد پر جو حدیث میں وارد ہوا ہے ''آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو بیان کرے جو اس نے سنا ہے۔ (مرقات)۔

کے پاس ایک چہرہ سے آتا ہے اور اُن کے پاس ایک 1 چہرہ سے۔(متفق علیہ)۔

221/6231 سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی دنیا میں دورخی ہوگا تو اس کے لئے قیامت کے دن آگ کی دوزبانیں ہونگی۔(دارمی)۔

222/6232 سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ چغلخور جنت میں داخل نہیں 2 ہوگا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں "نمّام" کا لفظ ہے۔

223/6233 سیدنا عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید دونوں سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے، اور اللہ کے بندوں میں بدترین وہ ہیں جو چغلی کرتے ہوئے پھرتے ہیں اور محبت کرنے والے دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں، پاک آدمیوں میں بے حیائی کے کام تلاش کرتے ہیں۔(احمد، بیہقی شعب الایمان)۔

---

1 قوله: الذی یأتی هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه (جو ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور ان کے پاس ایک چہرے سے) یعنی دوسرے چہرے کے ساتھ جیسا کہ منافق اور چغلخور رہوتے ہیں۔(مرقات)۔

عمدۃ القاری میں ہے اور یہ یہی حرام کردہ مداہنت ہے اور دو چہرے والے کو مداہن سے موسوم کیا گیا کیونکہ وہ اہل منکر سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے فرحت وانبساط اور کشادہ روئی سے ملاقات کرتا ہے۔ اور اہل حق کے لئے وہی ظاہر کرتا ہے جو اس نے اہل منکر کے لئے ظاہر کیا تھا۔ پس وہ اسکو دونوں جماعتوں کے لئے خلط ملط کردیتا ہے۔ اور ان کے عمل پر اس کی رضامندی کا اظہار کرنے سے چاپلوسی کے نام کا مستحق ہوتا ہے اور شدید وعید کا بھی مستحق ہوجاتا ہے۔

مرقات میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہا گیا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ایک آدمی کے پاس اپنے آپ کو اس کے چاہنے والوں اور خیرخواہوں میں بتاتا ہے اور اس کے غیاب میں اسکی برائیاں بیان کرتا ہے۔

اور کہا گیا: اس کا مطلب وہ شخص ہے جو دو، دشمنوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا رہتا ہے کہ گویا وہ اس کا دوست ہے اور وہ اسکو اپنا مددگار سمجھے اور یہ اس کے پاس اسکی مذمت کرتا ہے اور اس کے پاس اسکی مذمت کرتا ہے۔

2 قوله: لا یدخل الجنة (جنت میں داخل نہیں ہوگا) یعنی کامیاب لوگوں کے ساتھ قتات یعنی چغلخور داخل نہیں ہوگا۔ اور چغلخوری کسی بات کو فساد کے طور پر نقل کرنا ہے۔

225/6234 ﴾سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ 1 ہے کہ وہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جو اسکو فائدہ نہیں دیتی۔ (مالک، احمد)۔

اور ابن ماجہ نے اسکو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور امام ترمذی نے اور شعب الایمان میں امام بیہقی نے ان دونوں سے (علی بن حسین اور ابو ہریرہ) روایت کی ہے۔

226/6235 ﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: صحابہ میں سے ایک کا انتقال ہوا تو ایک صاحب نے کہا: تم کو جنت کی خوشخبری ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے نہیں معلوم ہوسکتا ہے، وہ کسی ایسی چیز کے بارے میں بات کیا ہو جو اسکے لئے مفید نہیں تھی یا وہ بخل کیا ہو کسی ایسی چیز میں جس میں اس کے لئے وہ کمی نہیں کرتی تھی۔ (ترمذی)۔

227/6236 ﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کہے کہ لوگ ہلاک 2 ہوگئے ہیں تو وہی بولنے والا ان میں سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)۔

228/6237 ﴾سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عار دلائے تو وہ نہیں مریگا یہاں تک کہ وہ خود اس عمل کو کریگا۔ اس سے مراد وہ گناہ ہے جس سے وہ توبہ کرلیا ہے۔ (ترمذی)۔

1﴾ **قولہ: من حسن اسلام المرء الخ** (آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے) امام نووی نے کہا یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جس پر اسلام کا مدار ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ وہ چار ہیں: پہلی نعمان بن بشیر کی حدیث ہے "حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جنکو وہ نہیں جانتا، دوسری آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے اسکا ترک کردینا ہے اس چیز کو جو لایعنی ہے، تیسری کوئی مومن نہیں ہوگا یہانتک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو، چوتھی اعمال نیتوں سے ہے۔ تیسری حدیث کے بجائے یہ حدیث بھی بتائی گئی: دنیا سے بے رغبت ہوجا اللہ تجھکو چاہے گا اور ان چیزوں سے بے رغبت ہوجا جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تو لوگ تجھکو چاہیں گے۔ (مرقات)۔

2﴾ **قولہ: اذا قال الرجل هلك الناس** (جب آدمی کہے لوگ ہلاک ہوگئے) یعنی انہوں نے اپنے برے اعمال کی وجہ سے دوزخ کو واجب کرلیا ہے، اور شرح السنہ میں یہ اضافہ ہے کہ: آدمی جب یہ بات خود پسندی اور لوگوں کی تحقیر کے طور پر کہے تو وہ مکروہ ہے، جس سے منع کیا گیا ہے۔ اب رہا اگر وہ لوگوں میں ان کے دین کے معاملہ میں جو دیکھ رہا ہے اس پر افسوس کرتے ہوئے یا اس سے ڈرانے کے لئے اسطرح کہے تو میں اسمیں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ (مرقات)۔

229/6238 ﴿سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی کے نقصان پر خوشی کا اظہار 1 مت کر اللہ اس پر رحم کریگا اور تجھ کو مبتلا کر دیگا۔ (ترمذی)۔

230/6239 ﴿سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک بدوی آیا اور اپنی سواری کو بٹھایا پھر اسکو باندھ دیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا، اور جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس آیا اور اسکو کھولدیا اور سوار ہو گیا، پھر وہ بلند آواز سے کہا: اے اللہ تو مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی دوسرے کو شریک مت کر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بول سکتے ہو کہ یہ زیادہ نادان 2 ہے یا اس کا اونٹ: کیا تم نے نہیں سنا اس بات کو جو اس نے کہی، تو صحابہ نے کہا: ہاں۔ (ابوداؤد)۔

231/6240 ﴿سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم خوب تعریفیں کرنے 3 والوں کو دیکھو تو پسّو بھر کر، مٹی ان کے منہ میں ڈالدو۔ (مسلم)۔

1﴿ قولہ: الشماتة (یعنی اپنے دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا) اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ''تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر مت کر'' یعنی تم اپنے اس مسلم بھائی کی وجہ سے جو کسی دینی یا دنیوی مالی یا بدنی مصیبت میں واقع ہو گیا ہو اظہار خوشی مت کر۔ (مرقات)۔

2﴿ قولہ: هو اضل ام بعيره (وہ زیادہ نادان ہے یا اسکا اونٹ؟) یعنی جو بات اس نے کہی وہ کوئی نہیں کہتا سوائے اس آدمی کے جو اللہ اور اسکی رحمت کی وسعت سے ناواقف ہو کیونکہ وہ وسیع چیز کو محدود کر رہا ہے۔ اور علامہ جزری کی کتاب حصن میں ہے: دعاء کہ منجملہ آداب کے یہ ہے کہ وہ محدود نہ کرے۔ (مرقات)۔

3﴿ قولہ: اذا رأيتم المدّاحين الخ (جب تم خوب تعریفیں کرنے والوں کو دیکھو) خوب تعریفیں کرنے والے وہ ہیں جو لوگوں کی تعریف کرنے کو عادت بنا لیتے ہوں اور اسکو سرمایہ بنا کر اس کے ذریعہ ممدوح کا مال کھاتے ہوں یا یہ کہ وہ آدمی کی تعریف میں ایسی چیز کا مبالغہ کرے جو اسمیں نہ ہو کیونکہ اس کے ذریعہ وہ اسکو خود پسندی میں ڈالدیگا اور وہ (جس کی یہ تعریف کر رہا ہے) سمجھنے لگے گا کہ وہ حقیقتاً اس مرتبہ میں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے آدمی کی کمر توڑ دی جب تم نے اس کے وصف میں وہ چیز بیان کی جو اس میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تعریف بسا اوقات اسکو خود پسندی، غرور، بربادئ عملپ رملاقات اور حصولِ فضیلت کے ترک کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس وجہ سے علماء نے آپ ﷺ کے ارشاد ''خوب تعریف کرنے والوں کے منھ میں پسو بھر کر مٹی ڈالدو'' کی تاویل یہ کی ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی ان کے سامنے ناحق اور ایسے وصف سے تعریف کرنے والے ہیں جو انمیں نہیں ہے۔ اور ان سے وہ مراد نہیں جو آدمی کی تعریف۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

232/6241 ﴿سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوسرے شخص کی تعریف کیا، تو آپ نے فرمایا: تجھ پر 1؎ افسوس، تو اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالا، اسکو تین مرتبہ فرمائے۔ جو شخص تم میں سے تعریف کرنا ہی چاہتا ہے تو وہ یوں کہے میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے اگر وہ اسکو وہ ایسا ہی نیک سمجھتا ہے اور کسی کو بھی اللہ کے پاس پاکیزہ قرار نہ دے۔ (متفق علیہ)۔

233/6242 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فاسق کی تعریف 2؎ کی جائے تو رب تعالیٰ غضب ناک ہوجاتا ہے اور اسکی وجہ سے عرش ہل جاتا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اس چیز سے کرے جو اسمیں ہے۔ چنانچہ اشعار اور خطبوں میں اور بوقت مخاطبت رسول اللہ ﷺ کی مدحت کی گئی اور آپ نے تعریف کرنے والوں کے منہ میں خاک کو نہیں ڈالا اور نہ اس کا حکم فرمایا۔

اپنا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آدمی کے سامنے تعریف وستائش مکروہ ہے کیونکہ تعریف کرنے والا تعریف کرنے میں بہت کم جھوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور بہت کم ممدوح اس خود پسندی سے محفوظ رہتا ہے جو اس میں داخل ہوتی ہے۔

اب رہا جو کسی اچھے کام اور پسندیدہ معاملہ پر کسی آدمی کی تعریف کرے تو وہ اسکی جانب سے اس جیسے کاموں میں اسکے لئے ترغیب ہے اور لوگوں کو اس جیسے کاموں میں اقتداء پر ابھارنے کے لئے ہے تو وہ بیجا تعریف کرنے والا نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور اسکو اپنے ہاتھ میں مٹی لینے اور تعریف کرنے والے منھ میں ڈالنے کی ایک صورت پر محمول کیا ہے۔ جبکہ اسکی ایک دوسری تاویل بھی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے معنی ناکامی ومحرومی کے ہیں یعنی جو کوئی مدح وستائش کے ساتھ تمہارے سامنے آئے تو تم اسکو مت عطا کرو اور اسکو محروم کردو۔ مٹی کو محرومی سے کنایہ کیا گیا جیسا کہ آپ کا ارشاد ''اس کے لئے مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس کے ہاتھ میں مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے''۔
(ماخوذ از مرقات، عمدۃ القاری، بذل المجہود)

1؎ قولہ: ویلک قطعت عنق أخیک (افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی) مرقات میں ہے کہ اسکو صرف اسلئے ناپسند کیا گیا تاکہ جس کے لئے تعریف کہی گئی وہ دھوکہ نہ کھائے کہ وہ تکبر وخود پسندی کو اپنا شعار وشناخت بنالے اور یہ اس پر گناہ ہے۔ پس وہ ایسا ہوجائیگا گویا کہ اس نے اسکی گردن کاٹ دی اور اسکو ہلاک کردیا۔

2؎ قولہ: اذا مدح الفاسق الخ (جب فاسق کی تعریف کی جائے) ہمارے اس زمانہ میں اکثر علماء، شعرا اور ریا کار قُراء کی یہ سخت بیماری ہے۔ اور جب یہ اس شخص کا حکم ہو جس نے فاسق کی تعریف کی تو جس نے ظالم کی تعریف کی اور اس کی طرف خوب جھکا تو اس کے ساتھ کیا ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اور تم ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ تم کو آگ نہ چھولے)۔ (کشاف)

ان کی خواہشات میں ہمنوائی کرنا، ان سے تعلق خاص رکھنا، ان کے ساتھ رہنے انکی ہمنشینی اختیار کرنا، ان سے ملاقات کرنا، ان کی چاپلوسی کرنا، ان کے اعمال سے خوش ہونا، ان سے مشابہت اختیار کرنا، ان کا لباس اختیار کرنا، انکی جماعت کی طرف نظر اٹھانا اور ایسی چیز سے ان کا ذکر کرنا جسمیں انکی تعظیم ہو یہ سب ممانعت میں شامل ہیں۔ (مرقات)

2346243﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق 1 (گناہ کبیرہ) ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر 2 ہے۔ (متفق علیہ)۔

235/6244﴾ سیدنا انس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المستبان'' ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے دو آدمی جو کچھ بھی وہ دونوں کہیں گے اس کا گناہ پہلے شروع کرنے والے پر ہے جب تک کے مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (مسلم)۔

236/6245﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی آدمی کو کفر کے ساتھ 3 بلائے یعنی ''کافر'' بولے یا ''اللہ کا دشمن'' بولے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو ضرور یہ بات اسی پر پلٹ جائیگی۔ (متفق علیہ)۔

237/6246﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کافر کہے گا تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستحق ہوجائے گا۔ (متفق علیہ)۔

1﴾ قولہ: سباب المسلم فسوق (مسلمان کو گالی دینا فسق ہے) کیونکہ اسکو ناحق برا کہنا حرام ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ: وقتالہ کفر الخ (اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے) اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسمیں اس بات کی دلیل ہے کہ ''لڑائی کا ترک کرنا ایمان سے ہے اور اگر وہ جنگ کرے تو وہ ایمان کو گھٹاتا ہے''۔ یہ کوئی قابل اعتبار چیز نہیں ہے۔ اس بات میں کمزوری ہے کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ ناحق اس سے لڑنا، جھگڑنا کفر ہے یعنی اسلامی بھائی چارگی کے احسان اور نعمت کا انکار، ناشکری ہے۔ اور یہ کہ بسا اوقات اسکا انجام کفر ہوتا ہے یا یہ کہ وہ کفار کا عمل ہے یا اس سے وعید میں تحدید وتشدد اور سختی مراد ہے اور آغاز کتاب میں اس سے متعلق فیصلہ کن بات گزر چکی کہ درست بات تو یہ ہے کہ اعمال اصل ایمان سے نہیں بلکہ وہ کمال ایمان سے ہیں اور یہ کہ حقیقت ایمان یعنی تصدیق کمی وزیادتی کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔ ہاں کبھی اسکو دلیل کی معرفت کے بقدر قوت حاصل ہوتی ہے اور اسکے نہ پائے جانے پر وہ کمزوری آتی ہے اور کبھی وہ اپنا ثمرہ اطاعتوں کی شکل میں دیتا ہے اور کبھی وہ اپنا ثمرہ نہیں دیتا تو صاحب ایمان برائیوں میں واقع ہوجاتا ہے۔ اگر آپ اس مقام میں مزید تفصیل چاہتے ہیں تو اس کتاب کے آغاز کی طرف مراجعت کریں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

3﴾ قولہ: دعا رجلا بالکفر الخ (جو آدمی کسی آدمی کو کفر کے ساتھ بلائے) صاحب درمختار نے کہا کہ ''اے کافر'' کہہ کر گالی دینے والے کی تعزیر کی جائے گی، اور کیا اسکو کافر کہا جائیگا؟ اگر اس نے مسلمان کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھا تو ہاں، وگرنہ نہیں۔ اسی پر فتوی ہے۔ (شرح وھبانیہ) اور اگر وہ اسکے جواب میں لبیک کہہ دے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ (خلاصہ)۔

238/6247 ﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی شخص پر فسق کا الزام نہیں [1] لگاتا، اور نہ کفر کا الزام لگاتا ہے، مگر وہ الزام اسی پر لوٹ کر آئے گا جب کہ اس کا ساتھی ایسا نہ ہو۔ (بخاری)۔

239/6248 ﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، تو آسمان کے دروازے اس کے سامنے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف اُترتی ہے تو اس کیلئے اس کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ سیدھی اور بائیں جانب جاتی ہے، اور جب وہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو وہ اس آدمی کی طرف لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کیا تھا۔ اگر وہ اس کا مستحق ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر وہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)۔

240/6249 ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی سے ہوا اسکی چادر کو کھینچ لی وہ شخص اس پر لعنت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس پر لعنت مت کر، کیونکہ اسکو حکم دیا گیا ہے اور بات یہ ہے کہ جو کسی چیز پر لعنت کرے اور وہ اس کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اسی بھیجنے والے پر لوٹ جائے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

241/6250 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گذرے جبکہ وہ اپنے کسی غلام پر لعنت کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمائے: لعنت کرنے والے اور صدیقین یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، کعبہ کے پروردگار کی قسم! پس اس دن حضرت ابوبکر نے اپنے بعض غلام کو آزاد کردیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ عرض کیئے: میں دوبارہ نہیں کروں گا۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

---

[1] قولہ: لا یرمی رجل رجلا بالفسوق الخ (کوئی شخص کسی پر فسق کا الزام نہ لگائے) صاحب درمختار نے کہا: تہمت لگانے سے یعنی کسی بھی مسلمان کو یا فاسق کہہ کر گالی دینے کی وجہ سے تعزیر کی جائے گی الا یہ کہ اس کا فسق معلوم ہو جیسا کہ مکاس (عشر لینے میں زیادتی کرنے والا) یا قاضی اس کے فسق کو جانتا ہو کیونکہ اس نے کہنے والے کے کہنے سے پہلے ہی خود اپنے کو عیب دار کرلیا۔ (فتح)۔

242/6251 ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی صدیق کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔ (مسلم)۔

243/6252 ﷺ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لعنت کرنے والے شہداء نہیں ہوسکتے اور قیامت کے دن سفارش کرنے والے بھی نہیں ہوں گے۔ (مسلم)۔

244/6253 ﷺ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا، اور ایک روایت میں ہے: کسی مومن کیلئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا بنے۔ (ترمذی)۔

245/6254 ﷺ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بداخلاق اور بدزبان نہیں ہوتا۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان)۔

247/6255 ﷺ امام بیہقی کی ایک اور روایت میں ہے بداخلاق اور بدزبان نہیں ہوتا۔

248/6256 ﷺ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے لعنت کی بد[1] دعامت کرو اور نہ اللہ کے غضب کی اور نہ جہنم کی۔

249/6257 ﷺ اور ایک روایت میں ہے ولا بالنا ر یعنی نہ آگ کی۔ (ترمذی، ابوداوٗد)

250/6258 ﷺ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بداخلاقی کسی بھی چیز میں نہیں ہوگی مگر اسکو عیب دار کردیگی۔ اور حیاء کسی چیز میں نہیں ہوتی مگر اسکو زینت دیتی ہے۔ (ترمذی)۔

---

[1] ﷺ قولہ: لا تلاعنوا بلعنة الله الخ (تم اللہ سے لعنت کی بددعا مت کرو) علامہ طیبی نے کہا: یعنی تم لوگوں پر ایسی بددعا نہ کرو کہ اللہ انکو اپنی رحمت سے دور کردے نہ تو صراحۃً جیسا کہ تم کہتے ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور نہ کنایۃً جیسے تم کہتے ہو اس پر اللہ کا غضب ہو یا اللہ اسکو دوزخ میں ڈالدے۔

پس آپ کا ارشاد لاتلاعنوا عموم مجاز کے باب سے ہے کیونکہ وہ اپنے بعض افراد میں حقیقی ہے اور بعض میں مجازی ہے اور یہ متعین افراد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وصف عمومی کے ساتھ لعن کرنا جائز ہے جیسے اللہ کا ارشاد ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کافروں پر اللہ کی لعنت ہے، وصف خصوصی کے ساتھ جیسے اس کا کہنا اللہ کی لعنت یہود پر ہو یا کسی معین کافر پر ہو جو کفر پر مرا ہو جیسے فرعون اور ابوجہل۔ (مرقات)۔

251/6259 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت کو عافیت 1 دی گئی ہے مگر ان لوگوں کو جو کھلے طور پر گناہ کرنے والے ہیں، اور یہ گناہ کی بات ہے کہ آدمی رات میں کوئی کام (گناہ کا) کرے اسکی صبح اس حال میں ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو چھپا دیا، مگر وہ کہتا ہے اے فلاں میں نے کل رات ایسا ایسا کام کیا ہے۔ حالانکہ وہ اس حال میں گزرتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کو چھپاتا ہے اور یہ صبح کرتا ہے تو اللہ کے پردے کو اس سے ہٹا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

252/6260 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: تم اس کو اجازت دیدو، وہ خاندان کا کیا ہی برا 2 آدمی ہے، وہ جب بیٹھ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس کے سامنے خوشی کا اظہار فرمائے: اور جب آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائیں: یا رسول اللہ! آپ تو اس کے متعلق ایسا ایسا فرمائے تھے، پھر اس کے سامنے خندہ

1﴿ **قولہ: کل امتی معافی الا المجاھرون** الخ (میری ساری امت کو عافیت دی گئی مگر ان لوگوں کو جو کھلے طور پر گناہ کرنے والے ہیں) علامہ طیبی نے کہا: قول راجح یہ ہے کہ اس کے مفہوم میں یہ کہا جائے گا کہ میری امت میں کسی کی بھی غیبت نہیں کی جاسکتی سوائے علانیہ طور پر گناہ کرنے والوں کے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: جس نے حیاء کی چادر نکال دی پس اس کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں۔ اور ''عفو''، ''ترک'' کے معنی میں ہے اور اس میں نفی کے معنی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ انکار کرتا ہے مگر یہ کہ اس کا نور مکمل ہو جائے۔ ''المجاھرون'' وہ لوگ ہیں جو علانیہ گناہ کئے اور اسکو ظاہر کئے اور ان گناہوں میں سے جن کی اللہ تعالیٰ نے ستر پوشی کی اسکو ظاہر کر دیئے اور بیان کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے، **جھر و جاھر و أجھر** (ایک معنی میں مستعمل ہوتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ أشرف کا یہ کہنا کہ ''میری ساری امت پر کوئی گناہ نہیں ہے'' اپنے اطلاق کے ساتھ صحیح نہیں ہے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ میری تمام امت کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا یا ان کو سخت سزا نہیں دی جائے گی سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے۔ (مرقات)

2﴿ **قولہ: فبئس أخو العشیرۃ** الخ (وہ خاندان کا کیا ہی برا آدمی ہے) بیان کیا گیا ہے کہ وہ آدمی ایسا ہی ہے جیسا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتدین کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہو گیا، اور اسکو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا۔

فتح الباری میں ہے کہ عیینہ، حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں مرتد ہوا، اور جنگ کیا پھر رجوع کیا اور اسلام قبول کیا اور اسکو ''احمق مطاع'' (بیوقوف سردار) کہا جاتا تھا، اور شرح السنہ میں ہے: اسمیں اس بات پر دلیل ہے کہ فاسق کا ایسی چیز سے ذکر کرنا جو اسمیں ہے تا کہ اس کا حال معلوم ہو جائے اور اس سے بچا جاسکے تو وہ غیبت نہیں ہوگی، اور شاید وہ آدمی اپنے برے اعمال کو علانیہ ظاہر کرنے والا تھا اور علانیہ برے کام کرنے والے کی برائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

پیشانی سے پیش آئے۔ اور اسکے سامنے اظہار خوشی فرمائے: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے بداخلاق کب پائی ہو، قیامت کے دن اللہ کے پاس درجہ میں بدترین آدمی وہ ہے جس کولوگ اس کے شر سے بچنے کیلئے چھوڑ دیں۔

253/6261﴾ اور ایک روایت میں ہے: ''اتقاء فحشه'' ہے یعنی اس کی بداخلاقی سے بچنے کے لئے۔ (بخاری، مسلم)۔

254/6262﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے کوئی کسی کے بارے میں مجھے کوئی چیز نہ پہنچائے، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف صاف دل آؤں۔ (ابوداؤد)۔

255/6263﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت 1 کیا ہے وہ (صحابہ) عرض کئے: اللہ اور اس کے رسول خوب

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ علامہ قرطبی نے کہا: اس میں علانیہ فسق یا برائی اور اس جیسی چیز کو کرنے والے کی غیبت کرنے کا جواز ہے و نیز ان کے شر سے بچنے کی خاطر ان سے مدارات کرنے کا جواز ملتا ہے جب تک کہ وہ مداہنت کا سبب نہ بنے۔

پھر انہوں نے قاضی حسین کی اتباع میں کہا: مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مدارات دنیا یا دین یا دونوں کے فائدہ کے لئے دنیا کو استعمال کرنا ہے اور یہ مباح ہے بلکہ بسا اوقات مستحسن بھی ہے اور مداہنت، دنیا کے فائدہ کے لئے دین کو استعمال کرنا ہے۔ اھ۔ اور یہ ایک عظیم فائدہ کی بات ہے، اس کو یاد رکھنا اور اس پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق سے ناواقف ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

درمختار اور عالمگیری میں ہے: جب آدمی روزہ رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ضرر پہنچاتا ہے تو اس کو اِس میں پائی جانے والی برائی سے ذکر کرنا غیبت نہیں ہے۔

1﴾ قوله: أتدرون ما الغيبة الخ (کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یاد رکھو کہ غیبت سب سے زیادہ قبیح اور لوگوں میں سب سے زیادہ پھیلنے والی برائی ہے حتی کہ کم ہی لوگ اس سے محفوظ ہیں۔ اور حدیث شریف ''تیرا اس کے بارے میں ایسی چیز کو ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے'' عام ہے، خواہ وہ اس کے بدن کے بارے میں ہو یا دین کے یا اس کی دنیا کے یا اس کے نفس کے یا اُس کے اخلاق کے یا اُس کے مال کے یا اُس کی اولاد کے یا اُس کے والدین کے یا اُس کی بیوی کے یا اُس کے خادم کے یا اُس کے کپڑے کے یا اُس کی چال ڈھال کے اور اُس کی حرکت اُس کی بشاشت اور اُس کی ترشروئی اور اُس کی خندہ پیشانی کے یا اس کے علاوہ ایسی چیز کے بارے میں ہو جو اس سے تعلق رکھتی ہو۔ خواہ تو اس کا ذکر اپنے الفاظ سے کرے یا اپنی تحریر سے کنایہ کرے یا اس کی طرف آنکھ یا ہاتھ یا سر وغیرہ سے اشارہ کرے۔

اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ سے تم اپنے غیر کو کسی مسلمان کے عیب کو سمجھائیں تو وہ حرام کردہ غیبت ہے۔ اور کسی کی نقل کرنا اس طور پر کہ وہ لنگڑ کر، یا جھک کر چلے یا اس کے علاوہ دیگر ہیئتوں سے اُس شخص کی ہیئت کو نقل کرنے کے ارادہ سے چلے جس کی وہ اس کے ذریعہ تنقیص کر رہا ہو اسی قبیل سے ہے۔ (مرقات)۔

درمختار اور شرح وہبانیہ میں ہے: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو جبکہ وہ غائب ہو ایسے وصف سے بیان کرنا کہ اگر وہ اِس کو سنے تو اِس کو ناپسند کرے۔

جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کو ایسی چیز سے ذکر کرنا جسکو وہ ناپسند کرتا ہے عرض کیا گیا آپ کیا فرماتے ہیں اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جو میں بول رہا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر اس میں وہ چیز موجود ہو، جو تم بول رہے ہو تو تم نے اسکی غیبت کی، اور اگر اس میں وہ چیز نہ ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس پر تہمت (بہتان) لگائی۔(مسلم)۔

256/6264 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب تم اپنے بھائی کی وہ چیز کہو جو اس میں ہے تو تم نے اسکی غیبت کی اور جب تم وہ کہو جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر تہمت لگائی۔(شرح السنہ)۔

257/6265 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ کے لئے صفیہ 1 کے بارے میں ایسی اور ایسی بات کافی ہے، وہ مراد لے رہی تھیں کہ وہ پست قد ہیں۔تو آپ نے فرمایا: تم نے ایک ایسی بات کہی ہے اگر اس (بات) کو سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ پورے سمندر کو میلا کر دیگی۔(احمد، ترمذی، ابوداؤد)۔

اور علامہ عینی اور علامہ ابن ہمام رحمہما اللہ تعالیٰ 2 نے فرمایا: کہ غیبت کا روزے کو فاسد کرنے کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ تمام ضعیف ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح مان

---

1 ﴾ قوله: حسبک من صفية كذا وكذا الخ (آپ کے لئے صفیہ سے ایسی اور ایسی بات کافی ہے) درمختار میں ہے: جس طرح غیبت زبان سے صراحۃً ہوتی ہے اسی طرح فعل سے، کنایہ سے، کتابت سے، حرکت سے، رمز سے، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے سے اور ہر وہ چیز سے جس سے مقصود سمجھ میں آتا ہے وہ غیبت میں داخل ہے اور حرام ہے۔

اسی قبیل سے ہے وہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہمارے پاس ایک خاتون آئیں جب وہ واپس ہوئیں تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ پست قد ہیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم نے انکی غیبت کی۔اور کسی کی نقل مارنا اس طرح کہ لنگڑا کر چلے یا اس طرح چلے جیسے وہ چلتا ہے تو یہ غیبت ہے بلکہ بیحد بری بات ہے۔کیونکہ یہ صورت گری اور سمجھانے میں بہت ہی بڑھ کر ہے۔

2 ﴾ قوله: وقال العينى وابن الهمام الخ (علامہ عینی اور علامہ ابن ہمام نے فرمایا:) مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ القوی "نفع المفتی والسائل" میں فرماتے ہیں۔استفسار: اگر روزہ دار غیبت کرے تو کیا غیبت کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟ استبشار: ہمارے پاس فاسد نہیں ہوتا (وقایہ) اور باب میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے: جب روزہ دار غیبت کرتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(اس حدیث کی تخریج اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند میں کی ہے) روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں روزہ دار کا روزہ اور وضو توڑ دیتی ہیں: (1) جھوٹ (2) چغلی (3) غیبت (4) شہوت سے دیکھنا (5) جھوٹی قسم۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

لیا جائے تو اس صورت میں بالاتفاق انکی تاویل، ثواب ختم ہوجانے سے کی جائے گی اور کتاب ''مجمع البرکات'' میں ہے کہ غیبت وضوء کو توڑنے والی چیزوں میں سے نہیں ہے، اور میں اس میں کوئی اختلاف نہیں دیکھا ہوں، البتہ اس کے بعد وضو بنانا مستحب ہے۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔علامہ عینی نے کہا: ابن جوزی نے اسکی روایت کی ہے اور اسکو موضوع کہا ہے اور روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں روزہ دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں اور وضو کو توڑ دیتی ہیں اور عمل کو رائیگاں کر دیتی ہیں (1) غیبت (2) جھوٹ (3) چغلی (4) عورت کے ان مواقع حسن کو دیکھنا جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے ابن ابی شیبہ نے مرفوعا روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص روزہ نہیں رہا جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہا (یعنی غیبت کی)

اور روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی آپ ﷺ کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کئے اور وہ دونوں روزہ دار تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو مکمل فرمایا تو ارشاد فرمایا: تم دونوں اپنے وضو اور نماز کا اعادہ کرو اور اپنے روزہ کو جاری رکھو اور کسی دوسرے دن قضاء کرو۔ تو انہوں نے عرض کیا: کیوں یا رسول اللہ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیونکہ تم دونوں نے فلاں کی غیبت کی (بیہقی)

مجاہد نے کہا: دو خصلتیں روزہ کو خراب کر دیتی ہیں غیبت اور جھوٹ۔ اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو پچھنا لگا رہا تھا اور وہ دونوں غیبت کر رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ کا گزران پر سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔ پچھنا لگانے والا اور جسکو پچھنا لگایا جا رہا ہے دونوں نے روزہ کو توڑ دیا۔

اسی سے گمان کیا جس نے گمان کیا کہ پچھنا لگانا روزے کو فاسد کر دیتا ہے۔ علامہ عینی اور محقق ابن ہمام نے کہا کہ روزہ کو فاسد کرنے سے متعلق غیبت کی تمام احادیث ضعیف ہیں اور ان کو صحیح ماننے پر بالاجماع وہ قابل تاویل ہیں۔ (ردالمحتار، ہدایہ) اور کفایہ میں ہے: علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اور اجماع کے خلاف فتوی غیر معتبر ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف: ''تین چیزیں روزہ دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں'' اھ۔ امام محبوبی نے اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور فخر الاسلام نے جامع صغیر میں کہا: اور اس بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد: ''غیبت روزہ دار کا توزہ توڑ دیتی ہے''۔ بالاجماع تاویل شدہ ہے۔ اور اس کی تاویل دو صورتوں سے کی گئی ہے۔

پہلی صورت وہ ہے جو ''بنایہ'' میں ہیکہ اس سے مراد ثواب کا ختم ہوجانا ہے۔

دوسری صورت وہ ہے جو امام غزالی نے بیان فرمائی کہ روزہ کی تین قسمیں ہیں: ایک روزہ وہ ہے جس میں روزہ دار صرف کھانے پینے اور جماع کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ عوام کا روزہ ہے۔ اور دوسرا روزہ وہ ہے جس میں روزہ دار ان سے بھی بچتا ہے اور ان چیزوں سے بھی بچتا ہے جو روزہ کو مکروہ کر دیتی ہیں جیسے غیبت، جھوٹ وغیرہ۔ اور یہ خواص کا روزہ ہے۔ تیسرا روزہ دار وہ ہے جس میں روزہ اپنے آقا کے سوا کسی کی طرف توجہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی طرف دیکھتا۔ اور یہ اخص الخواص کا روزہ ہے۔ پس غیبت اور اس جیسی چیزیں اگر چہ پہلے قسم کے روزہ کو فاسد نہیں کرتی ہیں مگر دوسرے دو قسم کے روزوں کو فاسد کر دیتی ہیں۔ پس حدیث سے یہی مراد ہے۔ میں کہتا ہوں: محقق ابن ہمام نے کہا: اجماع کو نقل کرنا اس میں ظاہر یہ فرقہ کا اختلاف غیر معتبر ہونے کی بناء پر ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف سلف کے گزر جانے کے بعد واقع ہوا ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ غیبت کی وجہ سے روزہ کا فاسد ہونا ایسی چیز ہے جو سوائے اصحاب ظواہر کے مجتہدین میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بیان کیا کہ غیبت کی وجہ سے روزہ کا فاسد ہونا یہ سفیان ثوری کا مذہب ہے، اور وہ مجتہدین میں سے ہیں۔ پس ان دونوں کا قول صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت یہ شبہ مجھے ۱۲۸۲ھ میں کھٹکا۔ اور اسکو میں نے ردالمحتار کے صفحات پر تحریر کر دیا اور میرے دل میں جو خیال آرہا ہے وہ جو فقہاء کے قول ''غیبت کی احادیث بالاجماع تاویل شدہ ہیں'' کو صحیح قرار دیتا ہے اور وہ خیال یہ ہیکہ غیبت سے روزہ کا ٹوٹ جانا صحابہ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے۔ اگر چیکہ یہ بعض متاخر مجتہدین کا مذہب ہے۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

258/6266﴿ سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے: غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ آدمی زنا کرتا ہے تو توبہ کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اِس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

259/6267﴿ اور ایک روایت میں ہے وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس کی مغفرت کردیتا ہے اور بیشک غیبت کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کو وہ شخص معاف کرے جس کی غیبت کی گئی۔

260/6268﴿ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: زنا کرنے والا توبہ کرسکتا ہے اور غیبت کرنے والے کی توبہ نہیں ہوتی۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ پس اجماع سے اجماع صحابہ مراد ہے یا مخالفین کے قول کا اعتبار کئے بغیر اجماعِ امت مراد ہے۔

اب رہا ابن ہمام اور شامی کا حصر کرنا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ روزہ کا فاسد ہونا ان چیزوں میں سے ہے جسکی طرف صرف اہل ظواہر گئے ہیں۔ تو یہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ سفیان ثوری مجتہدین میں شمار کئے جاتے ہیں اور کسی نے انکو اہل ظواہر میں شمار نہیں کیا۔ اللہ ہی پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے مگر یہ کہا جائے گا کہ ان سے یہ بات معتبر سند سے ثابت نہیں ہے۔

استفسار: ایک آدمی وضو کیا پھر کسی مسلمان کی غیبت کیا تو کیا وہ وضو کا اعادہ کریگا یا نہیں؟

استبشار: غیبت نواقص وضو میں سے نہیں ہے اور میں اس میں کوئی اختلاف نہیں پاتا۔ ہاں اس کے بعد وضو مستحب ہے جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے اور اس میں بلاشبہ احادیث واقوال وارد ہوئے ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: وضو حدث کی وجہ سے اور مسلمان کو تکلیف دینے سے ٹوٹتا ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حدث دو ہیں: ایک حدث تمہارے منھ سے ہے اور ایک حدث تمہاری نیند سے ہے اور منھ کا حدث زیادہ شدید ہے یعنی جھوٹ اور غیبت۔

روایت ہے کہ دو آدمی وضو کئے اور نماز کے لئے مسجد میں آئے پس وہاں سے ایک مخنث گزرا تو انہوں نے اسکی غیبت کی پھر نماز پڑھی اور حضرت عطاء کے پاس آئے تو ان دونوں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: تم اپنے وضو اور نماز کو دہراؤ۔

اور یہ تمام احکام واقوال تہدید اور تشدید پر ہیں۔ میں کہتا ہوں: میں نے غیبت کی بحث میں ایک جامع رسالہ اردو زبان میں تالیف کیا ہے اور اس کا نام ”زجر الشبان واهل الشيبة عن ارتكاب الغيبة باللسان“ رکھا ہے تم اس کا مطالعہ کرو کیونکہ وہ اپنے باب میں ایک نفیس رسالہ ہے جس کی نظیر ومثیل موجود نہیں۔ اور اردو زبان میں میرا ایک اور رسالہ بھی ہے جو ”عمدة النصائح بترك القبائح“ سے موسوم ہے اس میں بھی میں نے اس بحث سے متعلق قدرے ذکر کیا ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک

261/6269 سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے [1] کہ تم اس آدمی کے لئے مغفرت طلب کرو جسکی تم نے غیبت کی ہو، کہے: ائے اللہ آپ ہم کو اور اسکو معاف کردیں۔ (بیہقی: کتاب الدعوات الکبیر)۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانَ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 قوله: ان من كفارة الغيبة ان تستغفر لمن اغتبته الخ (غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس آدمی کیلئے مغفرت طلب کرو جسکی تم نے غیبت کی ہے) فقیہ ابو اللیث نے کہا: غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے کہ آیا جسکی غیبت کی گئی اس سے معافی مانگے بغیر وہ درست ہے؟ بعض نے کہا کہ درست ہے اور بعض نے کہا درست نہیں ہے۔

اور ہمارے پاس اسکی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ بات اس آدمی تک پہنچ گئی ہو جس کی اُس نے غیبت کی تو اُسکی توبہ یہ ہے کہ اس سے اسکو حلال کرالے۔ اور اگر اسکو نہ پہنچی ہو تو اللہ سے مغفرت طلب کرے اور دل میں یہ ارادہ کرلے کہ وہ دوبارہ اس جیسا کام نہیں کریگا۔اھ

اور کیا اسکے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے تیری غیبت کی پس تو مجھے معاف کردے یا یہ کہ جو غیبت کی ہے اسکو بیان کرنا ضروری ہے؟۔

ہمارے بعض علماء نے غیبت کے بارے میں کہا: اگر وہ یہ جانتا ہو کہ اسکو بتانے سے فتنہ بھڑک اُٹھے گا تو وہ اسکو اس سے واقف نہ کرے بلکہ اسکے لئے دعائے مغفرت کرلے۔ اور اسکی دلیل وہ اصل ہے جو مقرر ہے کہ نامعلوم حقوق سے بری کردینا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ پھر جان لو کہ جسکی غیبت کی گئی اسکے لئے مستحب ہے کہ وہ غیبت کرنے والے کو اس سے بری کردے تا کہ وہ اپنے بھائی کو گناہ سے پاک کردے اور خود عفو و درگذر کے ذریعہ اللہ کے عظیم ثواب سے بہرہ مند ہوجائے۔

اور کتاب ''قنیہ'' میں ہے: ''معذرت کی خاطر فریقین کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرلینا حلال کرلینے کے برابر ہے۔

اور امام نووی فرماتے ہیں: میں نے امام طحاوی کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ غیبت کے معاملہ میں ندامت اور استغفار کافی ہے۔ اور اگر وہ اس تک پہنچ گئی ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ آئے اس کے پاس جس کی غیبت کی گئی اور اس سے حلال کرالے۔ پس اگر وہ اس کی موت یا اُس کے بہت دور غائب ہوجانے کی وجہ سے ناممکن ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلے۔ اور ورثہ کے حلال کرنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ (مرقات) اور درمختار میں ہے: اگر وہ اسکو نہ پہنچی ہو تو ندامت کافی ہے، ورنہ توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ اس نے جو غیبت کی ہے وہ تمام کی تمام بیان کرنا شرط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

11/214 بَابُ الْوَعْدِ

وعدہ کا بیان

262/6270 ﴾سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس آدمی کا نبی اکرم ﷺ پر کوئی قرض ہو یا آپ کی طرف سے کوئی وعدہ ہو تو وہ ہمارے 1 پاس آئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا اور ایسا دینے کا وعدہ فرمایا تھا: پس آپ اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ پھیلائے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس وہ میرے لئے ایک پسّو بھر کر دیئے میں اس کو گِنا تو وہ پانچ سو تھے، اور فرمایا: تم اس کے دومثل اور لے لو۔

263/6271 ﴾سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن رنگ والے دیکھا آپ عمر رسیدہ ہو گئے تھے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ سے مشابہت رکھتے تھے اور آپ نے ہمارے لئے تیرہ (13) اونٹنیوں کا حکم دیا تھا، ہم اُن کو لینے کے لئے گئے تو ہمارے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر آئی تو وہ (لوگ) ہم کو کچھ بھی نہیں 2 دیئے پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ

1﴾ قوله: فليأتنا (تو وہ ہمارے پاس آئے) صاحب مرقات نے کہا: ہمارے علماء میں سے اشرف وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ میت کے قرض کی ادائیگی اور اس سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا میت کے جانشین کے لئے مستحب ہے۔ اور اس میں وارث اور اجنبی دونوں برابر ہیں۔ اھ

اور اس میں یہ اطلاع بھی ہے کہ وعدہ بمنزلہ قرض ہے، جیسا کہ آپ ﷺ سے مروی ہے: "العدة دين" (وعدہ ایک قرض ہے)۔ طبرانی نے اوسط میں اِس کو سیدنا علی اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

2﴾ قوله: فلم يعطونا شيئا (تو انہوں نے ہم کو کچھ نہ دیا) اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ ہبہ، عطیہ اور صدقہ میں بغیر قبضہ کے ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔ (مرقات)

اور حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اکثر فقہاء اور تابعین کے پاس اُن میں قبضہ شرط ہے۔ اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ اگر ہبہ عین شئی ہو تو راجح قول یہ ہیکہ بغیر قبضہ کے درست ہے۔ اور ناپی یا تولی جانیوالی چیز میں اُس کے بغیر قبضہ کے درست نہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیع کا اعتبار کرتے ہوئے اُن (ہبہ، عطیہ اور صدقہ) میں قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے اور امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کا کوئی وعدہ ہوتو وہ آئے۔ چنانچہ میں اُٹھ کر اُن کے پاس گیا، اوران کو اس بات کی خبردی توانہوں نے: ہمارے لئے اس کا حکم دیا (یعنی وہ اونٹنیاں دے دیں) (ترمذی)۔

264/6272 ﴿ سیدنا عبداللہ بن ابوالحمساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بعثت سے پہلے خرید وفروخت 1 کیا تھا اور آپ کا کچھ بقایا رہ گیا تھا تو میں نے آپ سے وعدہ کیا میں اسکو آپ کے اسی مقام پر لاؤں گا۔ پس میں بھول گیا پھر مجھے تین دن کے بعد یاد آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اسی جگہ میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھ پر مشقت ڈال دی میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کرتے ہوئے ٹھہرا ہوں۔ (ابوداؤد)۔

265/6273 ﴿ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی آدمی سے وعدہ کرے اوران دونوں میں کا ایک نماز کے وقت تک نہ آئے اور جو آدمی آیا تھا وہ نماز پڑھنے کیلئے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ 2 نہیں۔ (رزین)۔

266/6274 ﴿ انہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اوراس کو پورا کرنا اس کی نیت میں ہے مگر وہ پورا نہیں کرسکا اور وعدہ کے وقت پر نہ آسکا تو اس پر کوئی گناہ 3 نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

---

1 ﴿ قولہ: بایعت النبی ﷺ (میں نبی اکرم ﷺ سے معاملہ کیا) یعنی میں خریدا۔

اورآپ کا ارشاد "میں تمہارا انتظار کررہا ہوں"؛ آپ ﷺ کا انتظار کرنا اپنے وعدہ وفائی کے لئے تھا اپنی قیمت کی وصولی کے لئے نہیں تھا۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جان لو کہ وعدہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکو وفاء کرنے کا تمام ادیان میں حکم دیا گیا، سابقہ رسولوں نے بھی اسکی پابندی کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰىٓ﴾ اور ابراہیم جو وفادار رہے۔ (النجم، آیت: 37) اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں ان کی ستائش میں فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ﴾ (مریم، آیت: 54) (بلاشبہ وہ عدہ کے سچے تھے) کہا جاتا ہے کہ آپ نے کسی مقام پر ایک انسان سے وعدہ فرمایا، پس وہ آپ کے پاس واپس نہ آیا تو آپ وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سال گزر گیا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: فلا اثم علیہ (تو اس پر کوئی گناہ نہیں) یعنی اپنے وعدہ کے مطابق آ کر اُس (دوسرے) کے نہ آنے کی صورت میں با جماعت نماز میں حاضری کیلئے چلے جانے والے پر (کوئی گناہ نہیں)۔ کیونکہ یہ تو ضروریات دین سے ہے۔ اور ظاہر ہے اسی طرح کا حکم ہے کہ جب کوئی جسمانی ضرورتوں جیسے کھانا، پینا اور قضائے حاجت وغیرہ کے لئے جائے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ: فلا اثم علیہ (تو اس پر کوئی گناہ نہیں) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کسی سے کسی ایسی چیز کا وعدہ کرے جو ممنوع نہیں ہے تو اس کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔ آیا یہ حکم واجب ہے یا مستحب؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ مستحب ہے۔ اگر وہ اس کو چھوڑ دے تو وہ ایک زائد چیز ہے وہ سخت مکروہ چیز کا ارتکاب کیا اور گنہگار نہ ہوگا یعنی وعدہ خلافی کرنے کی حیثیت سے۔ اور اگر اس سے اس کا مقصد تکلیف دینا ہو تو گناہ گار ہوگا۔ پھر جب اس کے ساتھ وعدہ میں پختگی سمجھ میں آرہی ہے تو وعدہ پورہ کرنا لازم ہے، مگر یہ کہ جب وہ دشوار ہو۔ اور اگر وہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کو پورا نہ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو تو یہی منافقت ہے۔ (مرقات)

267/6275 ﴾سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز مجھے میری والدہ نے بلایا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے چنانچہ وہ فرمائیں: لو آؤ میں تجھ کو دیتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (والدہ) سے فرمایا: تم کیا چیز دینا چاہتی تھیں تو انہوں نے کہا: میں اس کو ایک کھجور دینے کا ارادہ کی ہوں تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو کہ تم اگر اس کو کوئی چیز نہ دیتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (ابوداؤد، بیہقی: شعب الایمان)۔

بَابُ الْوَعْدِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

12/215 بَابُ الْمِزَاحِ

خوش طبعی کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا 1 چاہئے، کیا عجب ہے کہ (جن پر وہ ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ (جن پر وہ ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے 2 نام سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام کیا ہی برا ہے اور جو اِن حرکتوں سے باز نہ آئیں تو وہی ظالم ہیں۔ (49۔الحجرات، آیت: 11)

268/6276 ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اُس 3 سے مذاق کر اور تو اس سے کوئی ایسا وعدہ مت کر کہ تو اس کے خلاف کرے (ترمذی)۔

1﴾ قولہ: لَا يَسْخَرُ الخ (نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے) جان لو کہ دوسرے کے ساتھ اسکی دل آزاری کے بغیر بے تکلّف ہونا خوش طبعی کرنا ''مزاح'' ہے۔ پس اگر وہ دلآزاری کی حد کو پہنچ جائے تو وہ 'سخریّۃ'' (ٹھٹھا) ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ: ''وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابْ'' (الحجرات، آیت: 11) (اور تم ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو) بعض علماء کہتے ہیں کہ ان القاب سے ایسے نام مراد ہیں جن کو اُن سے بلایا جانے والا ناپسند کرتا ہو یا اُن میں اسکی مذمت و تنقیص ہو۔ اب رہا وہ القاب جو اُن سے ملقب اشخاص کے علم کے درجہ میں آ گئے ہیں: جیسے اعمش (چندھی آنکھ والا) (کمزور نگاہ والا)، اعرج (لنگڑا) اور اس جیسے القاب تو اِن میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اُن سے پکارا جانے والا شخص اِن کو ناپسند نہ کرتا ہو۔

رہے وہ القاب جو تعریف وستائش کے معنی رکھتے ہوں اور ان میں حقیقت وصداقت بھی ہو تو وہ مکروہ نہیں ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عتیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ اور اس جیسے القاب کہا گیا ہے (خازن)۔

3﴾ قولہ: ولا تمازحہ (اور نہ اس سے مذاق کر) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جان لو کہ جس مذاق میں افراط اور زیادتی ہو اور ہمیشہ کیا جائے تو وہ منع ہے، کیونکہ وہ ہنسی اور سنگدلی کا باعث ہے اور اللہ کی یاد اور دینی اہم امور میں غور وفکر سے غافل کرتا ہے، اور نتیجہ میں عموماً دل شکنی ہوتی ہے، اور کینہ وکدورت کا سبب بنتا ہے، اور رُعب ووقار کو گھٹاتا ہے۔ ہاں وہ مذاق جو اِن باتوں سے پاک ہو تو وہ مباح ہے، جو کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ مخاطب کی خوش دلی اور اُس کو مانوس کرنے کے لئے کیا کرتے تھے۔ اور یہ سنتِ مستحبہ ہے۔ پس تم اِس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ اُن اُمور میں سے ہے جس کی ضرورت زیادہ ہے۔ (مرقات)۔

269/6277﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ہم سے خوش طبعی کی باتیں کرتے 1 ہیں، تو آپ نے فرمایا: میں سوائے سچی بات کے نہیں بولتا۔ (ترمذی)۔

270/6278﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ نبی اکرم ﷺ ہم میں گھل مل کر رہتے تھے یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرماتے: اے ابوعمیر نغیر 2 نے کیا کیا اوران کے پاس ایک نغیر (لال چونچ کا ایک پرندہ) تھا جس سے وہ کھیلتے تھے اور وہ مرگیا۔ (بخاری)

271/6279﴾انہی سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کیا، تو آپ نے فرمایا: میں تجھکو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا تو اس نے کہا: میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُونٹ کو سوائے اونٹنیوں کے کوئی دوسرا تو نہیں 3 جنتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

272/6280﴾انہی سے روایت ہے وہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی تو اُس نے کہا: کیوں

1﴾ قولہ: انک تداعبنا (آپ ہم سے خوش طبعی کی باتیں کرتے) ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ظاہر بات یہ ہے کہ اُن کے سؤال کا منشأ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو اِن کو مذاق سے منع فرمایا۔اھ

اورعصام رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح شمائل'' میں کہا: گویا کہ وہ لوگ خوش طبعی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے اس میں آپ کی اقتداء نہیں کی جاسکتی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔

لہٰذا جو شخص حق گوئی کی پابندی اور جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے اور رُعب ووقار کو باقی رکھتا ہے تو اُس کے لئے خوش طبعی جائز ہے۔

2﴾ قولہ: ما فعل النغیر (نغیر (لال چڑیا) نے کیا کیا؟) امام اعظم ابوحنیفہ، ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے فرمایا: مدینہ منورہ کے حرم کا حکم اُس طرح کا نہیں ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ کا ہے، اس لئے یہاں کے شکار کو پکڑنے اور یہاں کے درخت کو کاٹنے سے کسی کو منع نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان (ائمہ) کے مذہب کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کیونکہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے نُغیر (لال چڑیا) کو مدینہ منورہ سے پکڑا تھا۔

اور امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ نے فرمایا کہ حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہے۔ (ماخوذ از عرف شذی)۔

3﴾ قولہ: وھل تلد الابل الا النوق (اونٹ کو سوائے اونٹنیوں کے کوئی دوسرا نہیں جنتا) مطلب یہ ہے کہ اگر تم غور کرتے تو یہ بات نہ کہتے، کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ پس اس حدیث میں خوش مزاجی کے ساتھ ساتھ اس شخص کی اور اس کے سوا دوسرے کے لئے اس بات کی طرف رہنمائی کا اشارہ ہے کہ جو شخص کسی بات کو سنے تو چاہئے کہ وہ اس میں غور کرے، اور اس میں غور کرنے سے پہلے فوراً اس کا انکار نہ کرے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

ان کو کیا ہوا؟ وہ (بوڑھی) قرآن پڑھتی تھی تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتی:" اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً . فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا" (56۔الواقعۃ، آیت:35/36) بیشک ہم نے ان کو (جنت کی عورتوں کو) اچھی طرح بنایا اور ان کو کنواریاں بنایا ہے۔(رزین)۔

اور کتاب شرح السنہ میں مصابیح کے لفظ کے ساتھ ہے۔

273/6281﴿ انہی سے روایت ہے کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک کا نام زاہر بن حرام تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ کو اپنے گاؤں کی چیزیں ہدیہ پیش کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بعض چیزیں ان کیلئے تیار کر کے دیتے تھے اور جب وہ اپنے گاؤں کو جانے کا ارادہ کرتے، پس نبی اکرم ﷺ فرماتے کہ زاہر ہمارا جنگل ہے، اور ہم ان کے لئے شہری ہیں اور نبی اکرم ﷺ ان کو چاہتے تھے اور وہ دمیم یعنی کالے کلوٹے پست قد تھے، ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے وہ اپنا سامان بیچ رہے تھے تو آپ ان کے پیچھے سے ان کو بازو میں لے لئے اور وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے تھے اور کہنے لگے مجھے چھوڑ و یہ کون صاحب ہیں، پس جب وہ پلٹے تو نبی اکرم ﷺ کو پہچان لئے اور جب پہچان لئے تو اپنی پیٹھ کو نبی اکرم ﷺ کے سینہ سے چمٹانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنے لگے اور نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کون خریدے گا (اس) غلام کو تو وہ کہنے لگے یارسول اللہ! تب تو خدا کی قسم آپ مجھے کھوٹا پائیں گے تو نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمائے: لیکن تم اللہ کے پاس کھوٹے نہیں ہو۔(شرح السنہ)۔

274/6282﴿ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند ہوتے سنا، جب داخل ہوئے تو ان کو پکڑ لیا تا کہ اِن کو طمانچہ ماریں، اور کہا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ پر اپنی آواز بلند کرتے ہوئے نہیں دیکھوں گا۔ اور نبی اکرم ﷺ ان کو روکنے لگے اور حضرت ابوبکر ناراض ہو کر چلے گئے۔ جس وقت حضرت ابوبکر چلے گئے نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے دیکھا میں کس طرح تم کوان صاحب سے چھڑایا، راوی نے کہا: حضرت ابوبکر چند دن رکے رہے پھر آپ آنے کی اجازت لئے تو ان دونوں کو پایا کہ وہ دونوں صلح کئے ہوئے ہیں۔ تو دونوں سے کہا: مجھے بھی اپنی صلح میں داخل کرلو جس طرح اپنی لڑائی میں داخل کئے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک ہم نے کرلیا، ہم نے کرلیا۔ (ابوداؤد)۔

275/6283 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: **یا ذالاذنین** ائے دوکان [1] والے۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

276/6284 ﴾ سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ میں جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چمڑے کے ایک ڈیرے میں تھے میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا: اندر آجاؤ، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں پورا (آجاؤں) آپ نے فرمایا: تم پورے (آجاؤ) میں داخل ہوگیا عثمان بن ابی العاتکہ نے کہا: انہوں نے یہ جو کہا ''کیا میں پورا آجاؤں'' تو پس وہ ڈیرے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے تھا۔ (ابوداؤد)۔

بَابُ الْمِزَاحِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴾ **قولہ: قال له یا ذا الا ذنین** (رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ائے دوکان والے) تفسیر مدارک میں ہے کسی کو ایسے لقب سے بلانا جس کو وہ اپنی تنقیص اور مذمت ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتا ہے تو یہ منع ہے لیکن جس لقب کو وہ پسند کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

13/216 بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

ایک دوسرے پر فخر کرنے اور بیجا حمایت کرنے کا بیان

277/6285 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: لوگوں میں کون زیادہ عزت والا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے پاس وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا[1] ہے، انہوں نے (صحابہ) نے عرض کیا: ہم اس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: لوگوں میں زیادہ عزت والے حضرت یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں، اور یہ بھی اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں اور یہ حضرت خلیل اللہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے کہا: ہم اس کے بارے میں بھی آپ سے نہیں پوچھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تم عرب کے خاندانوں کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو آپ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم میں جو اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم میں اچھے ہیں، جب وہ (دین کی) سمجھ حاصل کرلیں۔ (متفق علیہ)۔

---

1 قولہ: اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ الخ (اللہ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ مکرم ان میں کا سب سے زیادہ متقی ہے) جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کو مطلق رکھا، تو رسول اللہ ﷺ نے جواب کو فرد کامل اور خوب سے خوب تر وصف کی طرف جو پھیر دیا یہی مناسب تھا چنانچہ فرمایا: ''اللہ کے نزدیک اُن میں سب سے زیادہ شریف اُن میں کا سب سے زیادہ متقی ہے''۔ پھر جب آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ بات آئی کہ وہ لوگ آپ ﷺ سے مطلق بزرگی و شرافت کے بارے میں دریافت نہیں کئے ہیں تو آپ نے اس خیال سے کہ ان کی مراد حسب ونسب کی بزرگی کو جمع کرنا ہے۔ فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ باکرامت یوسف علیہ السلام ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

اور آپ کا ارشاد ''بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ فقہ حاصل کریں'' اس میں فقہ (دین کی سمجھ) سے مراد وہ علم ہے جو عمل سے ملا ہوا ہو۔

اور ''شرح السنہ'' میں ہے: آپ ﷺ کا منشا یہ ہے کہ جس کے پاس کوئی خوبی یا شرافت و منزلت ہو، اگر وہ مشرّف بہ اسلام ہوجائے اور فقہ کا علم حاصل کرے تو یقیناً وہ جس قدر دین کے حق سے استفادہ کیا ہے اس کے ساتھ اس شرافت کا بھی حامل رہے گا۔ اور جو شخص مشرف بہ اسلام نہ ہوگا تو یقیناً وہ اپنی شرافت کو برباد کردیا اور اپنے نسب کو ضائع کردیا۔ (مرقات)۔

278/6286 ﴿ بخاری کی ایک روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہم السلام) ہیں۔ (بخاری)۔

279/6287 ﴿ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے یہ نسب کسی کو برا1 کہنے کا سبب نہیں ہیں، تم سب آدم کے بیٹے ہو جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے جس کو تم اونچا نہیں بھرتے ہو، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے مگر دین اور تقوی کی وجہ سے۔ آدمی کے برے ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ بدزبان، بداخلاق، اور بخیل ہو۔ (احمد، بیہقی: شعب الایمان)۔

280/6288 ﴿ سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا سُمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسب 2 (یعنی دنیا والوں میں عزت کی چیز) مال ہے اور کرم (اللہ کے پاس عزت کی چیز) تقوی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

281/6289 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو قومیں اپنے باپ دادا پر جو مر چکے ہیں فخر کرتی ہیں وہ اس سے باز رہیں۔ وہ تو جہنم کا کوئلہ ہیں ورنہ اللہ کے پاس وہ گوبر کے اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو نجاست کو اپنی ناک سے ڈھکیلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور باپ دادا پر جاہلی فخر

---

1 ﴿ قولہ: انسابکم ھذہ لیست بمسبّۃ الخ (تمہارے یہ نسب کسی کو برا کہنے کا سبب نہیں ہیں) یعنی باہمی فضیلت نسب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تقوی کی بنیاد پر ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: الحسب المال الخ (حسب مال ہے) حسب کی شرح کرنے والے نے کہا: ''حسب'' وہ ہے کہ جس کو کوئی شخص اپنے باپ دادا کے قابل فخر کارنامے شمار کرتا ہے اور ''کرم'' (شرافت و بزرگی) ملامت کی ضد ہے۔ چنانچہ کہا گیا: اس کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کے ذریعہ آدمی لوگوں کے نزدیک بڑے رتبہ والا بنتا ہے، وہ مال ہے۔ اور جس چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے رتبہ والا بنتا ہے، وہ تقویٰ ہے۔ اور باپ، دادا پر ناز کرنا اُن دونوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔ (مرقات)۔

کرنے کو ختم کردیا ہے۔ اب صرف یہ ہے کہ وہ مومن متقی ہے یا بدکار و بدبخت ہے۔ لوگ سارے کے سارے آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

282/6290 ﴿ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جو آدمی اپنے آپ کو جاہلیت کی نسبت سے منسوب کرے تو تم اس کو اس کے باپ کی شرم گاہ کتر واؤ اور کنایہ مت کرو۔ (شرح السنہ)۔

283/6291 ﴿ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: جنگ حنین کے موقع پر ابوسفیان بن حارث آپ کے خچر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ سواری سے اتر گئے اور فرماتے جاتے: ''میں نبی ہوں'' جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب [1] کا بیٹا ہوں، راوی نے کہا: اس دن لوگوں میں سے کوئی بھی آپ جیسا بہادر نہیں دکھا۔

284/6292 ﴿ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ سیدنا ابوعقبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اہل فارس کے غلام تھے، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ اُحد میں حاضر تھا،

---

1 ﴿ قولہ: انا ابن عبدالمطلب (میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں) علاّمہ کرمانی فرماتے ہیں: اگر تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ نے ایسی بات کیسے فرمائی جبکہ آپ نے آباء واجداد پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے؟ تو میں کہوں گا: اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِس میں اشارہ ہے اس خواب کی طرف جس کو حضرت عبدالمطلب نے دیکھا اور قریش سے بیان کیا تھا، اور اس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ '' جلد اِن کو ایک لڑکا تولد ہوگا جو لوگوں کا سردار ہوگا، اور جس کے دشمن اُس کے ہاتھوں سے ہلاک ہونگے، اور یہ بات ان میں مشہور تھی، پس رسول اللہ ﷺ نے اس (ارشاد) سے اُس خواب کے واقعہ کی یاددہانی فرمائی تاکہ اس سے آپکے اُن صحابہ کی قوت تازہ دم ہوجائے جو پست ہمت ہوگئے تھے پھر وہ اس بھروسہ کے ساتھ واپس آجائیں کہ آخرکار فتح آپ کے لئے ہونے والی ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ فخر کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ کفار سے جہاد کے علاوہ دوسرے مواقع میں ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے موقعہ پر بڑائی جتانے کی اجازت عطا فرمائی ہے، جبکہ اس جنگ کے سوا دوسرے موقعہ پر اس سے آپ ﷺ کا منع کرنا ثابت ہے۔ اھ

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں کہا: اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مفاخرت (آپس میں فخر کرنا) کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذموم، (۲) محمود۔

۱۔ مذموم وہ ہے جس میں جاہلیت کی مفاخرت ہو، مثلاً: شہرت اور دکھاوے کے لئے باپ، دادا پر اور نسب پر فخر کرنا۔

۲۔ محمود وہ ہے جس میں نسب کے ساتھ دینی اعتبار سے خاندانی وجاہت بھی ہو، اظہار نعمت کی خاطر ہو اور ریاکاری کے لئے نہ ہو۔

میں نے مشرکین میں کے ایک آدمی کو مارا اور کہا: تو میری طرف سے اس ضرب کو لے کر جا اور میں فارسی غلام ہوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمائے: یہ کیوں نہیں کہا تو میری طرف سے اس مار کو لے اور میں انصار[1] ی غلام ہوں۔(ابوداؤد)۔

285/6293 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ ایک صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا: "یا خیر البریة" ائے ساری مخلوق میں سب سے بہتر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو ابراہیم[2] (علیہ السلام) ہیں۔(مسلم)۔

اور امام نووی نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات آپ کے سید ولد آدم ہونے کے علم سے سرفرازی سے پہلے فرمائی۔

1﴿ قولہ: انا الغلام الانصاری (میں انصاری لڑکا ہوں) یعنی جب تم وار کے وقت فخر کرو تو انصار کی طرف نسبت ظاہر کرو، جن کی طرف میں نے ہجرت کی اور جنہوں نے میری مدد کی۔ اور اہل فارس اس زمانہ میں کافر تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کی طرف نسبت پسند نہیں فرمائے اور اُس کو انصار سے نسبت ظاہر کرنے کا حکم فرمایا، تا کہ اس کی نسبت اہل اسلام کی طرف ہو۔(مرقات)۔

2﴿ قولہ: ذاک ابراهیم (وہ تو ابراہیم ہیں) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں چند وجوہ ہیں۔

ا۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ نے یہ بطور تواضع اور ابراہیم علیہ السلام آپ کے باپ اور اللہ کے خلیل ہونے کی وجہ سے ان کے احترام میں فرمایا ہو ورنہ ہمارے نبی ﷺ کی شان تو وہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انا سید ولد آدم ولافخر" (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں فخر نہیں)

۲۔ دوسری یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے اولاد آدم کا سردار ہونے کا علم آنے سے پہلے آپ نے یہ فرمایا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے فضائل سے سرفراز فرماتا ہے، پس آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کی خبر دی یہاں تک کہ آپ کو اپنی فضیلت کا علم آ گیا تو آپ نے اسکی خبر دی۔

۳۔ تیسری یہ ہے کہ اس (قول) کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی مخلوق میں افضل ترین ہیں۔ پس آپ نے عبارت کو مطلق رکھا، جس سے عموم کا وہم ہو رہا ہے، کیونکہ اس میں انتہائی تواضع ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا نتیجہ پہلی صورت پر ہی لوٹ آتا ہے، باوجود اسکے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کی مخلوق میں افضل ترین ہیں اس میں کوئی زائد فضیلت نہیں ہے۔ امام نووی نے یہ بھی کہا: اس میں انبیاء علیہم السلام کی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت کا ثبوت ہے۔

میں کہتا ہوں: اِن تینوں وجوہ میں سے کسی ایک میں بھی اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ ہاں! ہمارے نبی اکرم ﷺ کی افضلیت تو اس درجہ صحیح اور صریح دلائل سے ثابت ہے کہ یہ مسئلہ قطعی بلکہ اجماعی ہوسکتا ہے، جن میں سے ایک مسلم اور ابوداؤد کی حدیث یہ ہے کہ: "میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں اور اُن میں سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کی سفارش قبول کی جائے گی"۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

286/6294 ﴿ سیدنا مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ میں قبیلہ بنی عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے کہا: آپ ہمارے آقا سردار ہیں، تو آپ نے فرمایا: حقیقی آقا وسردار تو اللہ 1 ہے تو ہم نے عرض کیا: تو آپ ہم سب میں فضیلت میں افضل اور جود وکرم میں ہم سب میں عظیم ترین ہیں، تو آپ نے فرمایا: تم اپنی یہ بات بولو یا اس میں کی اپنی کوئی بات اور شیطان تم کو جری نہ بنائے ۔ (احمد، ابوداؤد)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ اور منجملہ اُن کے امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی وہ حدیث ہے جو سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں ہے اور میرے ہی ہاتھ حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ کوئی فخر نہیں ہے۔ اور آدم اور اُن کے سواء جو بھی نبی ہیں، اس روز وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں اُن میں سب سے پہلا ہوں جنکی قبر کھلے گی اور یہ کوئی فخر نہیں ہے۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے۔

اور منجملہ اُن کے ترمذی کی حدیث ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، پھر مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا رہوں گا، جہاں میرے سوا مخلوق میں سے کوئی بھی وہاں کھڑا نہ ہو سکے گا۔ اس جیسی معروف صحیح احادیث بہت ہیں، جو آپ ﷺ کی سیادت کو اور سرفرازی میں بڑھ کر ہونے کو بتاتی ہیں۔

اور مذکورہ احادیث میں اس بات کی اطلاع ہے کہ آپ نے پہلے "ذاک ابراھیم" فرمایا تھا اس کے بعد فرمایا انا سید ولد آدم. کیونکہ مذکورہ اوصاف کا روزِ قیامت مفضول میں پایا جانا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں خبر میں نسخ پایا ہی نہیں جاتا۔

اور ہمارے علماء میں سے بعض شارحین نے حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وہ بطور تواضع فرمایا، تاکہ یہ حدیث اُن احادیث کے موافق ہو جائے جو تمام انسانوں پر آپ کی فضیلت کو بتاتی ہیں۔ یا یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس صفت سے پکارا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ "خلیل کی طرح اُن کا علم بن گیا تھا تو آپ ﷺ نے یہ بتانے کے لئے اس میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے فرمایا: وہ تو ابراہیم ہیں یعنی اس نام سے پکارے جانے والے ابراہیم ہیں۔ پس "خیر البریۃ" (مخلوق میں سب سے بہتر) اس کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جو پیدا ہو چکے تھے نہ کہ اُن سے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور "البریۃ" (مخلوق) کا ذکر عمومی طور پر نہیں ہے لہذا نبی اکرم ﷺ انکے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔ اھ

اسکا خلاصہ یہ ہیکہ آنحضرت ﷺ ان سے مستثنیٰ ہیں، یا تو بطریق نقل ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یا بطریق عقل ہو کیونکہ بعض اصولین کے نزدیک متکلم اپنے حکم اور خبر میں داخل نہیں رہتا۔ واللہ اعلم ۔ (مرقات)۔

1 ﴿ قولہ: فقال السید اللہ (سید تو اللہ ہے) صاحب مرقات نے کہا: اس میں اپنے پروردگار کی تعظیم اور خود کی تواضع ہے۔ پس آپ ﷺ نے شریعت وطریقت کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے اس کو حقیقی معنی کی طرف پھیر دیا، یعنی وہ ہستی جو مخلوق کی پیشانیوں کی مالک ہے اور ان کی نگہبانی وسرپرستی فرماتی ہے اور ان کے امور کی تدبیر وانتظام کرتی ہے وہ صرف اللہ سبحانہ ہے۔ اور یہ اُس مجازی، اضافی سیادت کے منافی نہیں ہے جو افراد انسانی کے ساتھ مخصوص ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انا سید ولد آدم ولا فخر" (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اسمیں کوئی فخر نہیں ہے) یعنی میں یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ نعمت کے اظہار وبیان کے لئے کہہ رہا ہوں، جسکا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، ورنہ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سید جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ اور اسمیں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت تواضع ہے۔ واللہ اعلم۔

اورمحدث تورپشتی نے کہا: کہ اس سے حضور علیہ السلام کومخاطب کرنے میں یہ قوم اپنے اس طریقہ کواختیار کی کہ جس کے مطابق وہ اپنے قبائل کے سرداروں کے ساتھ پیش آیا کرتی تھی، کیونکہ یہ لوگ ان (سرداروں) کواس جیسے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کواس لئے ناپسند فرمایا کہ آپ کا حق یہ ہے کہ آپ کو نبی اوررسول کے ذریعہ خطاب کریں کیونکہ وہی (نبوت ورسالت) ایک ایسامرتبہ ہے کہ انسانوں میں سے کسی کے لئے اس سے اونچا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

287/6295﴿سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے ایسا مت 1 بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو بڑھایا کیونکہ میں تواس کا بندہ ہی ہوں پس تم عبداللہ اوراس کے رسول یعنی رسول اللہ بولو۔ (متفق علیہ)۔

288/6296﴿سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پرفخر نہ کرے اورنہ کوئی کسی پر بغاوت (زیادتی) کرے۔ (مسلم)۔

289/6297﴿سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: (عصبیت یہ ہے کہ) تم ظلم کے باوجود اپنی قوم کی مدد کرو۔ (ابوداؤد)۔

290/6298﴿عبادہ بن کثیر شامی، جو اہل فلسطین میں سے ہیں، ان ہی میں کی ایک خاتون سے جن کوفسیلہ کہا جاتا ہے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنی ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا: یارسول اللہ! کیا یہ بات عصبیت (بے جا طرفداری) میں سے ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ آپ نے

1﴿ قولہ: لا تطرونی الخ (تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے ابن مریم کو بڑھایا) اسکا مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی شان میں ایسی تعریف کرنا جونصاریٰ کی تعریف کی جنس سے نہ ہو، جائز ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ نے کیا خوب کہا: ان کی یہ خوبی اللہ کے لئے ہے۔

دع ما ادّعتہ النصاری فی نبیّھم ☆ واحکم بما شئت مدحافیه واحتکم ترجمہ: چھوڑ دے اس بات کوجس کا عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں دعوی کیا پھرانکی مدح وثنا میں توجوچاہے حکم لگااور بیان کر۔ (مرقات)۔

فرمایا: نہیں، لیکن عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ (احمد، ابن ماجہ)۔

291/6299﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو آدمی ناحق کام پر اپنی قوم کی مدد کرے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو گر جائے تو اسکو اسکی دم[1] پکڑ کر کھینچا جا رہا ہو۔ (ابوداؤد)۔

292/6300﴾ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے وہ آدمی جو عصبیت[2] کی طرف بلائے اور ہم میں سے نہیں ہے وہ آدمی جو عصبیت کی بناء پر لڑائی کرے، اور ہم میں سے نہیں ہے وہ آدمی جو عصبیت[3] پر انتقال کرے۔ (ابوداؤد)۔

293/6301﴾ سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا، پس آپ نے فرمایا: تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے خاندان کی طرف سے مدافعت کرتا ہے جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ کرے۔ (ابوداؤد)۔

294/6302﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

[1]﴾ قولہ: فھو ینزع بذنبہ (تو اس کو اس کی دُم پکڑ کے کھینچا جا رہا ہو) پس وہ دُم کو پکڑ کر نکالنے سے کنویں سے نہیں نکلے گا، یعنی اسکے حق پر نہ ہونے کی وجہ سے یہ تائید اسکو فائدہ نہ دے گی۔ (بذل المجہود)۔

[2]﴾ قولہ: من دعا الی عصبیّۃ (جو عصبیت کی طرف بلائے) یعنی لوگوں کو عصبیت کی بناء پر جمع کرلے تاکہ باطل اور ظلم پر وہ اسکی مدد کریں۔ (بذل المجہود)۔

[3]﴾ قولہ: من مات علی عصبیۃ (جو عصبیت پر مرے) عصبیت پر مرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عصبیت اسکے دل میں ہو اور اسکے نزدیک پسندیدہ ہو اگرچیکہ وہ کسی کو جمع نہ کیا ہو اور نہ اسکی بنیاد پر کسی سے لڑائی کیا ہو۔ (بذل المجہود)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

14/217 بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بیان

295/6303 ﴾سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو کوئی چیز رد نہیں کرتی (بدل نہیں سکتی) مگر دعا اور کوئی چیز عمر میں اضافہ 1 نہیں کرتی مگر ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، اور آدمی گناہ کرتا ہے تو اسکی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)۔

296/6304 ﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہارے 2 والد اور ایک روایت میں ہے: تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارے والد پھر جو تمہارا قریبی رشتہ دار پھر جو تمہارا قریبی رشتہ دار ہے۔ (متفق علیہ)۔

1﴾ قولہ: ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ (آدمی گناہ کرتا ہے تو اسکی وجہ وہ رزق سے محروم ہو جاتا ہے) مظہر نے کہا: اسکے دو مطلب ہیں (1) رزق سے آخرت کا ثواب مراد ہے (2) دوسرا یہ کہ اس سے دنیوی رزق جیسے مال، صحت عافیت مراد ہے اس میں ایک اشکال ہے کہ کفار اور فاسقوں کو ہم صالحین سے زیادہ مالدار اور صحتمند دیکھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ حدیث شریف مسلمان کیلئے مخصوص ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ آخرت میں اسکا مقام بڑھانا چاہتا ہے اس لئے اسکو اپنے اس گناہ کے سبب عذاب دیتا ہے جو دنیا میں اس سے سرزد ہوتا ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ: ثم من ؟قال ابوک (پھر کون؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے والد) صاحب عمدۃ القاری نے فرمایا: محاسبی نے کہا کہ حسن سلوک اور اطاعت میں ماں کو باپ پر فوقیت دینے پر علماء کرام کا اجماع ہے اور بہ ایک وقت ماں اور باپ کے حق کا لحاظ رکھنا جب کسی کیلئے دشوار ہو کہ ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف ہو تو اکرام اور احترام میں باپ کا حق مقدم ہوگا اور جو کام خدمت اور احسان کے ہیں اس میں ماں کا حق مقدم ہے۔

علاء الائمۃ الحمامی سے روایت ہے ہمارے علماء نے کہا: احترام میں باپ ماں سے مقدم ہوگا اور خدمت میں ماں مقدم ہوگی اسی لئے اگر دونوں اسکے پاس گھر میں آجائیں تو وہ باپ کی تعظیم کیلئے اٹھے گا اور دونوں اس سے پانی طلب کریں اور کوئی بھی ہاتھ سے نہ لے تو وہ پہلے ماں کی خدمت میں پیش کرے۔ (قنیۃ)۔

297/6305 حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والدہ کے ساتھ، پھر میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ، تو پھر میں عرض گذار ہوا پھر کس کے ساتھ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والدہ کے ساتھ، پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کس کے ساتھ؟ تو ارشاد فرمایا: اپنے والد کے ساتھ، پھر ان کے بعد سب سے زیادہ جو قریب ہوں، ان کے بعد جو سب سے زیادہ قریب ہوں، ان کے ساتھ (حسب مرتبہ) حسن سلوک کیا کرو!۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

298/6306 سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں ایک بڑا گناہ کرلیا ہوں تو کیا میرے لئے کوئی توبہ کی صورت [1] ہے تو آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے تو اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر کیا تیری کوئی خالہ ہے تو اس نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: تُو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ (ترمذی)۔

---

[1] قولہ: فھل لی من توبة (تو کیا میرے لئے کوئی توبہ کی کوئی صورت ہے) یقیناً یہ بات اکثر لوگوں میں ثابت اور راسخ ہے کہ زبان سے توبہ کرنا بڑی جنایت کا کفارہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ ان کے نزدیک آسان کام ہے، حضرت ماعز اور امرأۃ اسلمیہ کا قصہ اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے توبہ کو اپنا کفارہ نہ سمجھا اسی لئے ''طھــرنــا'' (آپ ہم کو پاک کیجئے) کہا جبکہ اللہ کے حضور میں ان کے اپنے قصور پر ندامت کرنے سے پاکی حاصل ہوچکی تھی جب تم کو یہ بات معلوم ہوگئی تو تم اب اس بات کو جانو کہ کسی شخص کا گناہ خواہ وہ کیسا بھی ہو اسکے نادم ہونے کی وجہ سے معاف ہوجاتا ہے، مگر وہ اس ندامت کو ہلکا سمجھ کر کہ اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اس کو گناہ کا کفارہ نہیں سمجھتا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم فرمایا: اور یہ قصور کی معافی کے لئے نہیں تھا، کیونکہ قصور تو معاف ہوچکا تھا وہ اس لئے تھا کہ اس کے دل کو ایک قسم کا اطمینان حاصل ہوجائے اور نیز بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جس سے گناہ سرزد ہو پھر وہ اس پر پشیمان ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی نیکی کا کام کرلے تا کہ گناہ کے ارتکاب سے جو خباثت اسکے باطن میں راستہ بنالی ہے وہ دور ہوجائے۔ اور اگرچہ توبہ گناہ کو میٹنے والی ہے لیکن گناہ کی نحوست کے سبب اس سے جو نور اور سرور زائل ہوگیا یہ اس کا فائدہ نہیں دیتا۔ اور یہاں شاید انکا گناہ قطع رحمی کے قبیل سے ہوگا اسی لئے مناسب تھا کہ اسکی جگہ ایسی چیز بدل دیں جو صلہ رحمی سے ہو۔

یہ تمہیں یاد رہے کہ قصور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اور یہ حقوق العباد سے نہیں ہے اسی لئے اسکو معاف کرانے میں توبہ کے سوا جو کی جاچکی ہے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، باوجود اسکے اگر وہ حقوق العباد سے ہو جسکی معافی کے لئے صاحب حق معاف کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔ اس کے سوا صلہ رحمی اور وہ حقوق جو بندوں سے متعلق ہیں حقیقت میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خالی نہیں اسی لئے یہ اس گناہ کے معاف ہونے کیلئے توبہ کی ضرورت ہوئی اور خالہ کے ساتھ حسن سلوک یہ محض فضل کی چیز ہے۔

310/6307 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو میں نے اس میں قراءت سنی تو میں نے کہا یہ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ حارثہ بن نعمان ہیں، ماں باپ کے ساتھ نیکی ایسی ہوتی 1 ہے، ماں باپ کے ساتھ نیکی ایسی ہوتی اور وہ اپنی ماں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے۔ (شرح السنہ، بیہقی شعب الایمان)۔

اور ان کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: میں سو گیا تو اپنے آپ کو جنت میں دیکھا یعنی ''دخلت الجنة'' کے بجائے ''نمت فرأيتني'' کے الفاظ آئے ہیں۔ (بیہقی)۔

301/6308 ﴿سیدنا معاویہ بن جاھمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جاہمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں ارادہ کیا ہوں کہ جہاد کروں اور آپ سے مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں تو آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے تو عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: تو تو ان کو لازم کرلے، کیونکہ جنت ان کے پاؤں کے پاس ہے۔ (احمد، نسائی، بیہقی: شعب الایمان)۔

302/6309 ﴿سیدنا مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ نے تم پر حرام کیا ہے ماؤوں کی نافرمانی کرنا اور بچیوں کو زندہ دفن کرنا اور حق میں خرچ کرنے کو روکنا اور 2 لاؤ لاؤ بولنا اور تمہارے لئے ناپسند کیا ہے قیل وقال کرنا کثرت سے سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔ (متفق علیہ)۔

303/6310 ﴿سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: کہ میرے پاس میری والدہ قریش سے صلح کے زمانہ میں آئیں جبکہ وہ مشرکہ تھیں۔ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہیں اور وہ خواہشمند ہے کیا میں ان کے ساتھ صلہ

---

1 ﴿ قولہ: کذلکم البر (نیکی ایسی ہوتی ہے) طیبی نے کہا: اسکا مشار الیہ سابقہ جملہ ہے اور اس کے مخاطب صحابہ کرام ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا اور اپنے صحابہ سے بیان فرمایا جب آپ نے فرمایا: یہ حارثہ بن نعمان ہیں تو ان کے اس مقام کو پانے کا سبب بتانے کے لئے فرمایا: کذلکم البر یعنی اس جیسا بلند مقام حسن سلوک سے حاصل کیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں یہ جو قول ہے ''وکان ابر الناس بأمه'' راوی کا قول ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: ومنع وهات (حق میں خرچ کرنے کو روکنا اور لاؤ لاؤ کہنا) ''ھات'' تا کے زیر سے ہے یہ اسم فعل بمعنی اعط ہے ان دوکلموں سے بخل اور مانگنا مراد لیا گیا ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند کیا کہ آدمی اپنے پاس جو ہے اسکو روکے رکھے اور جو دوسروں کے پاس ہے اس کو مانگے۔ (مرقات)۔

رحمی کروں، تو آپ نے فرمایا: ہاں 1! تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)۔

304/6311﴿ سیدنا ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرّانہ میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، اچانک ایک خاتون آئیں یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئیں، آپ نے ان کے لئے اپنی چادر کو بچھادیا تو وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے کہا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: وہ آپ کی ماں ہے جو آپ کو دودھ پلائی تھیں۔ (ابوداؤد)۔

305/6312﴿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی خوشنودی والد کی خوشی میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)۔

306/6313﴿ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب ان کے پاس آئے اور کہا: میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے، تو ان سے ابوالدرداء نے کہا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ والد جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے۔ اگر تم چاہو تو دروازے کی حفاظت کرو یا اس کو ضائع کردو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

307/6314﴿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: میری ایک بیوی تھی، میں اسکو چاہتا تھا اور سیدنا عمر اسکو پسند نہیں کرتے تھے، تو انہوں نے مجھ سے کہا: تم اسکو طلاق دیدو تو میں انکار کیا تو حضرت عمر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب آپ سے ذکر کئے تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسکو طلاق دیدو۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

1﴿ **قولہ: قال نعم صلیھا** (ہاں! ان کے ساتھ حسن سلوک کرو) امام نووی نے کہا: اس میں مشرک رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کا جواز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی مسلمان سے اور مشرک سے صلہ رحمی کرے چاہے وہ قرابت دار ہو یا نہ ہو حربی ہو یا ذمی ہو۔ حربی سے مستأمن مراد ہے یعنی جو (دارالاسلام میں) امن طلب کر کے رہتا ہو البتہ اگر وہ مستأمن نہ ہو تو اس سے کسی طرح کی صلہ رحمی کرنا مسلمان کیلئے مناسب نہیں۔ (محیط)۔ امام رکن الاسلام قاضی علی سغدی نے فرمایا: جب حربی دارالحرب میں ہو اور صلح وسلامتی کا معاہدہ ہو تو اس کے ساتھ صلہ رحمی میں کوئی حرج نہیں۔ (تاتارخانیہ)۔

308/6315 ﴿ اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یقیناً نیکیوں میں بڑی نیکی یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے باپ کے غائب ہونے کے بعد اسکے چاہنے والے سے حسن سلوک کرنا۔ (مسلم)۔

309/6316 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مٹی میں مل جائے اسکی ناک، مٹی میں مل جائے اسکی ناک، مٹی میں مل جائے اسکی ناک، عرض کیا گیا، کون؟ یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: جو آدمی اپنے ماں باپ کو پایا کہ ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہیں پھر جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (مسلم)

299/6317 ﴿ سیدنا ابو امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! والدین کا اپنے بچے پر کیا حق ہے تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں (ماں باپ) تیری جنت ہیں اور تیری دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)۔

300/6318 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا بن جائے، تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر وہ ایک ہوں تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو آدمی اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہو جائے تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ ایک آدمی نے کہا: اگر وہ دونوں اس پر ظلم کریں؟ تو آپ نے فرمایا: اگرچیکہ وہ دونوں ظلم کریں، اگرچیکہ وہ دونوں ظلم کریں، اگرچیکہ وہ دونوں ظلم کریں۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

313/6319 ﴿ اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی نیک لڑکا جو دیکھتا ہے اپنے ماں باپ کو مہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اللہ اس کے لئے ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج لکھ دیتے ہیں، انہوں نے عرض کیا: اگر وہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور سب سے پاک ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

314/6320 ﴾سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ (3) تین آدمی چل رہے تھے ان پر بارش ہوئی وہ پہاڑ میں ایک غار کا رخ کئے تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گر پڑی اور ان پر (غار کو) بند کر دیا تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: تم اپنے ان نیک کاموں کو دیکھو جو تم اللہ کے لئے کئے ہوں ان کے واسطہ سے اللہ سے دعا کرو تا کہ وہ اس کو کھول دے، پس ان میں کے ایک نے کہا اے اللہ بات یہ ہے کہ میرے عمر رسیدہ ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں ان کے لئے جانور چراتا تھا پھر جب میں ان کے پاس واپس آتا تو دودھ دوہتا اور میرے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلانا شروع کرتا اور ہوا یہ کہ درخت مجھے دور لے گئے تو میں نہیں آیا یہاں تک کہ شام ہوگئی تو ان دونوں کو میں سوتا ہوا پایا، پس میں دودھ دوہا جیسا کہ دوہا کرتا تھا، پھر دودھ کا برتن لیکر آیا اور ان دونوں کے سرہانے کھڑا رہا، میں ان دونوں کو بیدار کرنا ناپسند کرتا رہا اور (یہ بھی) ناپسند کرتا رہا کہ ان دونوں سے پہلے بچوں سے شروع کروں حالانکہ بچے میرے قدموں کے پاس بلبلا رہے تھے، میری اور ان کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ فجر ہوگئی، پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہوں تو تو ہمارے لئے کچھ حصہ کھول دے کہ جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس قدر کھول دیا کہ آسمان کو دیکھنے لگے۔ دوسرے نے کہا: اے اللہ بات یہ ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں بے حد محبت رکھتا تھا، جیسے مرد عورتوں سے محبت رکھتے ہیں، پس میں نے اس سے اس کے نفس کی خواہش کی تو وہ انکار کر دی تا آنکہ میں اس کے پاس ایک سو دینار لاؤں، چنانچہ میں اتنی کوشش کیا کہ ایک سو دینار جمع کر لیا اور وہ لیکر اس سے ملاقات کیا، جب میں اس کے دو پاؤں کے بیچ میں بیٹھ گیا تو وہ کہی ائے اللہ کے بندے تو اللہ سے ڈر اور مہر کو مت کھول! پس میں اس سے اٹھ گیا، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی چاہتے ہوئے کیا تو ہمارے لئے اس

میں سے کچھ کھول دے۔پس اس نے ان کے لئے کچھ حصہ کھول دیا۔اور ایک دوسرے نے کہا: اے اللہ میں نے ایک فرق چاول پر ایک مزدور کو مزدوری پر لگایا تھا، پس جب اس نے اپنا کام پورا کیا تو کہا: مجھے میرا حق دو، تو میں نے اس پر اس کے حق کو پیش کیا وہ اسکو چھوڑ دیا اور اس سے منہ موڑ لیا پس میں مسلسل اس سے زراعت[1] کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس سے گائیں اور ان کا چرواہا جمع کر لیا، پھر وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو اور مجھ پر ظلم مت کر اور مجھے میرا حق دیدے، میں نے کہا: ان گایوں کو اور انکے چرواہے کو لے جا، پس مزدور نے کہا: تو اللہ سے ڈر مجھ سے مذاق مت کر، میں نے کہا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، پس تو ان گایوں کو اور ان کے چرواہے کو لے لے تو وہ ان کو لے لیا اور لیکر چلا گیا، پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی چاہتے ہوئے کیا تو تو کھول دے جو باقی رہ گیا ہے، پس اللہ تعالیٰ ان سے کھول دیا[2]۔(متفق علیہ)۔

311/6321 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ کبیرہ میں سے ہے آدمی کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں یہ کسی شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے، تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اسکی ماں کو گالی دیتا ہے، تو وہ اسکی ماں کو گالی دیتا ہے۔(متفق علیہ)۔

---

[1] قولہ: فلم ازل ازرعہ حتیٰ جمعت منہ بقرا وراعیھا الخ (میں اس سے زراعت کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس سے گائیں اور ان کا چرواہا جمع کیا) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین اور ان کے سوا ان فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے جو کسی شخص کو دوسرا مال اسکی اجازت کے بغیر فروخت کرنے اور اس میں تصرف کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ مالک اسکے بعد اسکو جائز رکھے تو اس سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے کہا: کہ فضولی کے لئے بطریق خیر خواہی وامانت اور بہ ارادۂ شفقت غیر کے مال میں تصرف کرنا جائز ہونے پر اس میں دلالت ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اسکو اچھا سمجھا تو یہ حدیث تقریری کے حکم میں ہے، یہ نہیں کہا جائیگا کہ یہ سابقہ شریعت سے ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اسکی نظیر مروی ہے۔چنانچہ آپ نے ایک صحابی کے دنبے کی قیمت ادا فرمائی انہوں نے اس سے ایک اور دنبہ خریدا پھر اسکو دگنی قیمت میں فروخت کیا اور پھر ایک دوسرا خریدا اور اسکی قیمت کے ساتھ اسکو لیکر حاضر خدمت ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعاء فرمائی۔(مرقات)۔

[2] قولہ: ففرج اللہ عنھم (اللہ تعالیٰ ان کے لئے کشادہ کر دیا) امام نووی نے فرمایا:۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

312/6322 ﴿ اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان جتانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا، اور نہ نافرمان اور نہ شراب کا عادی۔ (نسائی، دارمی)۔

313/6323 ﴿ سیدنا ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام گناہوں میں سے جس قدر چاہے معاف کردے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی 1 کے، کیونکہ وہ اس کے کرنے والے کو موت سے پہلے زندگی ہی میں سزا دیتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

314/6324 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک انتقال کرجائے اور وہ ان دونوں کا نافرمان رہا ہو، پھر وہ ہمیشہ ان دونوں کے لئے دعا کرتا رہے اور ان کے لئے استغفار کرتا رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو اس کو نیک لکھ دیتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

315/6325 ﴿ سیدنا ابو اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک آپ کے پاس ایک آدمی بنی سلمہ قبیلہ کا حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی کوئی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں ان دونوں کے ساتھ ان کے انتقال کے

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ ہمارے علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کیلئے مستحب ہے کہ وہ اپنی پریشانی کی حالت میں یا استسقاء وغیرہ کے موقعہ پر دعا کرے اور اپنے نیک عمل کا اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ لے کیونکہ انہوں نے ایسا کیا اور ان کی دعا قبول ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے انکی توصیف اور انکے اچھے فضائل میں اسکا ذکر فرمایا، اور اس میں والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ اور ان کو اہل و اولاد پر فوقیت دینے کی فضیلت ہے، اور اس میں پاکدامنی اور محرمات سے خصوصاً ان پر قدرت ہونے کے باوجود بچنے اور پرہیز کرنے کی فضیلت ہے اور اس میں کرامات اولیاء کا اثبات ہے اور یہ اہل حق کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں اللہ کے ولی اور غیر ولی کی دعاء قبول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں سوائے کافر (کی دعا) کے کیونکہ اس کی دعاء کے قبول ہونے میں اختلاف ہے لیکن ابلیس کی دعاء قبول ہونے کی وجہ سے کافر کی دعاء قبول نہ ہونے کی بات ضعیف ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرُوْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ (اور کافروں کی دعا تو محض بے اثر ہے) اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ دوزخ میں کافروں کی دعا سے متعلق ہے کہ وہ قبول نہیں ہوتی اور یہ دنیا میں دعاء کرنے کے بارے میں نہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے حضور کرام ﷺ نے فرمایا: مظلوم کی بددعاء سے بچو اگرچہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ امام احمد، اور دوسرے حضرات نے بھی اس کو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴿ قولہ: الا عقوق الوالدین (سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے) یہ سزا کی معافی کے بارے میں ہے اب رہا میراث کے بارے میں تو اس میں فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

بعد نیک سلوک کرسکوں تو آپ نے فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور انکے لئے استغفار کرنا اور ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو جوڑ کر رکھنا جو صرف ان کے ذریعہ سے جوڑی جاتی ہے اور ان دونوں کے دوستوں کا اکرام کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

316/6326 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت 1 ہو اور اسکی عمر میں درازی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔ (متفق علیہ)۔

317/6327 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نسبوں کا علم حاصل 2 کرو جس سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، کیونکہ صلہ رحمی اہل خاندان میں محبت کا سبب ہے اور مال میں اضافہ کا ذریعہ ہے اور عمر میں درازی کا سبب ہے۔ (ترمذی)۔

---

1 ﴿قولہ: من احب ان یبسط لہ فی رزقہ الخ (جو شخص چاہتا ہے کہ اسکے رزق میں وسعت ہو اور اسکی عمر میں درازی ہو) امام نووی نے کہا: موت کی تاخیر سے متعلق ایک مشہور سوال ہے اور وہ یہ کہ موت کے اوقات اور رزق مقرر ہیں اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی جب انکی موت کا وقت آجائے تو کچھ گھڑی بھی وہ آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں (1) پہلی وجہ عمر میں زیادتی سے مراد اس میں برکت ہے اور یہ نیک کاموں کی توفیق سے اور برکت کا اضافہ اطاعت کی توفیق اور اپنے اوقات کو ایسے کاموں میں لگانے سے جو اسکو آخرت میں فائدہ پہنچائے اور اوقات کے ضائع ہوجانے سے بچانے وغیرہ کے سبب سے ہے (2) دوسری یہ فرشتوں کی نسبت سے ہے کیونکہ لوح میں جو ان پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی عمر ساٹھ سال ہے مگر یہ کہ وہ صلہ رحمی کرے اگر صلہ رحمی کرے تو اسکے لئے چالیس زیادہ کئے جائیں گے اور اس میں سے جو واقع ہونے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کو اسکا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یَمۡحُو اللّٰہُ مَایَشَآءُ وَیُثۡبِتُ'' (اللہ تعالیٰ جو چاہے میٹتا اور ثابت رکھتا ہے) کا یہی مطلب ہے پس اللہ تعالیٰ کے علم اور اس شخص کی تقدیر میں جو لکھا گیا ہے اسکی طرف نسبت کرتے ہوئے اس میں کوئی اضافہ نہیں بلکہ یہ محال ہے اور مخلوق پر ظاہر ہونے کے اعتبار سے زیادتی متصور ہوتی ہے اور حدیث کی مراد یہی ہے (3) تیسری وجہ اس شخص کے بعد اس کا ذکر خیر باقی رہنا مراد ہے گویا اس کا انتقال نہیں ہوا ہے یا یہ تاویل ضعیف ہے۔

کتاب فائق کے مؤلف نے فرمایا: اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کے اثر کو دنیا میں زمانہ دراز تک باقی رکھتا ہے، وہ جلدی کمزور نہیں پڑتا جس طرح رشتہ کاٹنے والے کا اثر ماند پڑتا ہے۔ (مرقات)

2 ﴿قولہ: ''تَعَلَّمُوۡا مِنۡ اَنۡسَابِکُمۡ مَا تَصِلُوۡنَ بِہٖ اَرۡحَامَکُمۡ'' (تم اپنے نسبوں کو معلوم کرلو۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

318/6328 ﴾ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ میرے والد کے فلاں خاندان والے میرے محبوب نہیں ہیں، میرا محبوب تو اللہ اور صالح مومنین ہیں، لیکن ان کے لئے رشتہ داری ہے، میں ان کو صلہ رحمی سے تر کرتا ہوں۔(متفق علیہ)۔

319/6329 ﴾ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغاوت کرنے اور رشتہ داری کو قطع کرنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کے کرنے والے کو دنیا میں جلدی سزا دے، اس سزا کے ساتھ ساتھ جو اس کے لئے آخرت میں ہوگی۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

320/6330 ﴾ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل 1 نہیں ہوتی جس میں کوئی رشتہ ناطہ کو توڑنے والا ہو۔(بیہقی، شعب الایمان)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ جس سے تم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو) اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں جو قریب ہیں ان کو معلوم کرو تا کہ تم ان سے صلہ رحمی کر سکو اور یہ (صلہ رحمی) انکے قریب جانا ان پر شفقت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے اس میں یہ بتانا ہے کہ صلہ رحمی تمام ذوی الارحام کے ساتھ کی جاتی ہے، صرف والدین سے نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ وہ تمام ذوی الارحام کے ساتھ کی جاتی ہے، کنز کی شروح میں ہے ہمارے پاس بھی آدمی پر قریبی رشتہ دار کا نفقہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَعَلٰی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ'' (اور وارث پر بھی ایسا ہی لازم ہے) کی وجہ سے بقدر وراثت واجب ہے اگر چیکہ ولادت کا رشتہ نہ ہو جیسے بھائی بہن اور انکی اولاد چچا، پھوپھی ماموں خالہ جبکہ وہ تنگدست عاجز ہوں اس طرح کہ وہ ہاتھ پاؤں سے مجبور ہوں یا اندھے ہوں ان کا نفقہ میراث کے بقدر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَعَلٰی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ'' (اور وارث پر اس کے مثل واجب ہے) وارث کی صراحت سے اس بات سے باخبر کرنا ہے کہ اس میں مقدار کا اعتبار ہے کیونکہ جب کوئی حکم کسی اسم مشتق پر مرتب ہوتا ہے تو اس کے اشتقاق کا ماخذ اس اسم کی علت ہوتی ہے اب اس سے معلوم ہوا یہاں نفقہ کے استحقاق کے علت مرتب ہے، لہٰذا وہ میراث کے بقدر ہی مقرر کیا جائیگا کیونکہ حکم بقدر علت ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں علی الوارث ذی الرحم المحرم ہے اور یہ قراءت مشہور ہے اسلئے اسکو اس سے مقید کرنا جائز ہے اور اس پر اسکو مجبور بھی کیا جائیگا کیونکہ یہ حق اس پر ثابت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا نفقہ صرف ولادت کے رشتہ کے لئے ہی واجب ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کا کوئی جزء نہیں ہیں چچا کے بیٹوں کی طرح نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے وارث ہونے والے رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔(مرقات)

1 ﴾ قوله: '' لا تنزل الرحمة على قوم فيهم قاطع رحم'' (اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی رشتہ کو توڑنے والا ہو) تورپشتی نے کہا: احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم سے وہ لوگ مراد لئے ہوں جو قطع صلہ رحمی پر مدد کرتے ہیں اور اسکو برا نہیں سمجھتے اور احتمال ہے کہ رحمت سے بارش مراد لی جائے، یعنی قاطع صلہ رحمی کی نحوست کی وجہ سے ان سے بارش روک دی جائے گی۔(مرقات)۔

321/6331 ﷺسیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(متفق علیہ)۔

322/6332 ﷺسیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب اس سے فارغ ہوا تو رشتہ داری کھڑی ہوئی اور رحمٰن کی کمر کے دونوں بازوؤں کو پکڑلی تو رحمٰن نے کہا: کیا بات ہے، تو وہ عرض کی یہ مقام ہے اس آدمی کا جو تیری پناہ لیتا ہے، رشتہ داری کاٹے جانے سے، تو رحمٰن نے کہا: کیا تو راضی نہیں کہ میں حسن سلوک کروں اس کے ساتھ جو تیرے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو تجھے توڑے اسکو توڑوں، رشتہ داری نے کہا: ہاں کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو پروردگار نے کہا: پس ایسا ہی ہوگا۔(متفق علیہ)۔

323/6333 ﷺانہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کا لفظ رحمٰن سے مشتق ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو آدمی تجھے جوڑکر رکھے گا تو میں بھی اسکو جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا تو میں اس کو توڑوں گا۔(بخاری)۔

324/6334 ﷺسیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں میں رحمٰن ہوں میں رشتہ داری کو پیدا کیا ہوں اور میں اسکو میرے نام سے مشتق کیا ہوں پس جو شخص اسکو جوڑیگا تو میں اسکو جوڑونگا اور جو اسکو توڑیگا تو میں اسکو توڑونگا۔(ابوداؤد)۔

325/6335 ﷺسیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے: جو مجھے جوڑے گا اللہ اسکو جوڑیگا، اور جو مجھے توڑیگا اللہ تعالیٰ اسے توڑیگا۔(متفق علیہ)۔

325/6336 ﷺسیدنا ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بدلہ چکاتا ہے وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے لیکن صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے کہ اگر اسکا ناطہ توڑا جائے تو وہ اسکو جوڑے ۔ (بخاری)۔

326/6337 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ قرابت دار ہیں جن سے میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، اور میں انکے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، اور میں اُن سے بردباری سے پیش آتا ہوں، اور وہ میرے ساتھ جہالت کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو گویا تو ان پر گرم راکھ [1] ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے انکے خلاف ہمیشہ ایک مددگار رہے گا، جب تک کہ تو اس حال پر برقرار رہیگا۔ (مسلم)۔

327/6338 ﴿سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کا ایسا ہی حق ہے، جیسا کہ والد کا حق بیٹوں پر ہوتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1﴿ قولہ: فکأنهم تسفهم الملّ (گویا تو ان پر گرم راکھ ڈال رہا ہے) تورپشتی نے کہا: یعنی تیرا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جبکہ وہ اسکے مقابل تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان پر وبال بن کر لوٹے گا حتی کہ انکے ساتھ حسن سلوک کرنے میں انکو آگ کھلایا ہے باوجود یہ کہ انہوں نے تیرے ساتھ بدسلوکی کی۔ (مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

15/218 بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

مخلوق پر شفقت ورحمت کا بیان

333/6339 سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم نہیں کرتا جولوگوں پر رحم نہیں کرتا۔(متفق علیہ)

334/6340 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جورحم کرنے والے ہیں ان پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کروجوآسمان والا ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔(ابوداؤد،ترمذی)۔

335/6341 سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم مومنوں کوانکے آپس میں رحم کرنے،محبت کرنے اورمہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھوگے جب کوئی عضوکوتکلیف لاحق ہوتی ہے تواس کے خاطر بقیہ جسم جاگنے اور بخارکو بلالیتا ہے۔(متفق علیہ)۔

336/6342 اورانہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تمام مومن ایک شخص کی طرح ہیں اسکی آنکھ جب بیمار ہوتی ہے تواسکا سارا جسم بیمار ہوجاتا ہے،اگر اسکا سر بیمار ہوتا ہے تواسکا تمام بدن بیمار ہوجاتا ہے۔

337/6343 سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مسلمان مسلمان کیلئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے پھرآپ نے اپنے انگشت ہائے مبارک کے درمیان جالہ بنایا۔(متفق علیہ)۔

338/6344﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے بھلائی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے۔ (ترمذی)۔

339/6345﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کیا تم بچوں کو بوسہ دیتے ہو ہم انکو بوسہ نہیں دیتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے دل سے شفقت نکال لیا ہے تو کیا تیرے لئے میں اسکا مالک ہوں۔ (متفق علیہ)۔

340/6346﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے ابوالقاسم صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: رحمت نہیں نکالی جاتی مگر بد بخت سے۔ (احمد، ترمذی)۔

341/6347﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کوئی نوجوان کسی بوڑھے شخص کی اس کی پیرانہ سالی کی وجہ سے اکرام نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اسکی پیرانہ سالی کے وقت اس کیلئے ایسے شخص کو مقرر فرمائے [1] گا جو اسکا اکرام کریگا۔ (ترمذی)۔

342/6348﴿سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ کی تعظیم میں سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا اور حامل قرآن کی عزت کرنا جو اس میں غلو نہیں کرتا، اور اس سے دور نہیں رہتا اور انصاف کرنے والے بادشاہ کی عزت کرنا۔ (ابوداؤد، بیہقی: شعب الایمان)۔

343/6349﴿سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اہل جنت تین قسم کے ہیں (1) صاحب اقتدار جو انصاف

---

[1] ﴿ قولہ: قیض اللہ عند سنہ من یکرمہ (اللہ تعالیٰ اسکی پیرانہ سالی میں اس کیلئے ایسے شخص کو مقرر فرمائے گا جو اسکا اکرام کریگا) اس میں بڑے بزرگ کی تعظیم کرنے والے نوجوان کی درازی عمر کی طرف اشارہ ہے۔ (مرقات)۔

کرنے والا، احسان کرنے والا[1] اور توفیق یافتہ ہو۔(2) اور وہ شخص جو مہربان اور نرم دل ہو ہر رشتہ دار کے لئے و مسلمان کیلئے۔(3) جو پاک دامن اور سوال سے بچنے والا عیال دار ہو۔ اور اہل دوزخ پانچ قسم کے ہیں: وہ کمزور جس کو روک[2] نہ ہو جو تم میں تابع بنکر رہتے ہیں نہ بیوی کی خواہش رکھتے ہیں نہ مال کی اور ایسا خائن جس کی کوئی حرص چھپی ہوئی نہیں رہتی اگرچیکہ وہ معمولی ہو مگر وہ اس میں خیانت کرتا ہے اور وہ شخص جو صبح وشام نہیں کرتا مگر وہ تمہارے بیوی بچوں اور تمہارے مال میں دھوکہ دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل کا اور جھوٹ کا اور شنظیر کا یعنی بداخلاق و بدزبان کا ذکر فرمایا۔(مسلم)۔

344/6350 ﴾سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ایک خاتون میرے پاس آئی اور اسکے ساتھ اسکی دو بچیاں تھیں وہ مجھ سے مانگ رہی تھی تو وہ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں پائی تو میں نے اسکو وہ دیدیا تو وہ اپنی دولڑکیوں کے درمیان تقسیم کی اور اس سے کچھ نہیں کھائی پھر وہ ٹھیری اور چلی گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ان لڑکیوں کی کسی چیز سے آزمایا جائے تو وہ ان سے اچھا سلوک کرے وہ اس کیلئے دوزخ سے ڈھال ہوجائیں گی۔(متفق علیہ)۔

345/6351 ﴾سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! میں تم کو سب سے افضل صدقہ بتاتا ہوں تمہاری لڑکی جو تمہاری طرف واپس بھیج دی گئی ہے اور اس کے لئے تمہارے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو۔(ابن ماجہ)۔

---

[1] ﴾ قولہ: ورجل رحیم (رحم کرنے والا) یعنی چھوٹے بڑے پر، طیبی نے کہا: جب آپ بندوں کے مختلف احوال کا جائزہ لیں تو آپ کسی کو نہیں پائیں گے جو دخول جنت کا اہل ہو اور اہل جنت سے ہونا اس کیلئے سزاوار ہو مگر وہ ان ہی قسموں کے تحت داخل ہوگا ان سے خارج نہ ہوگا۔(مرقات)

[2] ﴾ قولہ: لا زبر لہ (جس کیلئے کوئی روک نہ ہو) تورپشتی نے کہا: یعنی جس کے لئے کوئی روک نہ ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کیلئے خواہشات کی آمد کے وقت کوئی روک نہ ہو تو وہ نہ تو بے حیائی سے باز رہتا ہے اور نہ حرام سے بچتا ہے۔(مرقات)۔

346/6352 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی کوئی لڑکی ہو اور وہ اسکو درگور نہ کرے اور اس کی اہانت نہ کرے اور اپنے لڑکے کو یعنی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ابوداؤد)۔

347/6353 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دو لڑکیوں کی کفالت کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو وہ قیامت کے دن آئے گا میں اور وہ اس طرح ہونگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگشت ہائے مبارک کو ملایا۔ (مسلم)۔

348/6354 ﴿سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس کا ہو یا دوسرے کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور انگشت شہادت اور درمیانی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ کھول دیا۔ (بخاری)۔

349/6355 ﴿سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور سرخی مائل سیاہ رخسار والی خاتون بروز قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہوں گے، یزید بن زریع نے انگشت شہادت اور درمیانی انگشت کی طرف اشارہ کیا وہ عورت ہے جو اپنے شوہر سے جدا ہو گی بڑے منصب اور حسن و جمال والی ہے اور اس نے اپنے کو اپنے یتیم بچوں پر روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہو گئے یا وہ انتقال کر گئے۔ (ابوداؤد)۔

350/6356 ﴿سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرے اور صرف اللہ کیلئے پھیرے تو اس کیلئے ہر بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ گذرا ہو نیکیاں ہوں گی میں اور وہ شخص جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم

لڑکے سے حسن سلوک کرے تو میں اور وہ دونوں جنت میں ان دونوں کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگشت مبارک کو ملایا۔(احمد، ترمذی)۔

351/6357 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔(احمد)۔

352/6358 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی شخص کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے کے ساتھ شامل کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے سوائے اس کہ وہ ایسا گناہ کرے جو قابل بخشش نہ ہو اور جو تین لڑکیوں یا ان جیسی بہنوں کی کفالت کرے انہیں ادب سکھلائے ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرے یہاں تک اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے تو ایک صاحب نے عرض کیا: اگر دو کی پرورش کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا دو ہوں تب بھی یہاں تک کہ اگر وہ ایک کہتے تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرماتے اور اللہ جس کی دو کریمتین (دو آنکھیں) لیجائے تو اس کیلئے جنت واجب ہے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے کریمتین کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔(شرح السنہ)۔

353/6359 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور بدترین گھر مسلمانوں میں وہ ہے جس میں اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا[1] ہو۔(ابن ماجہ)۔

---

1 ﴿ قولہ: یساء الیہ (برا سلوک کیا جاتا ہو) یعنی اسے غلط طریقہ سے تکلیف دی جائے اور اگر اسے ادب سکھلانے اور قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے مارے تو یہ جائز ہے، اور یہ دونوں معنوی طور پر حسن سلوک میں داخل ہیں اگرچہ بظاہر برے معلوم ہوتے ہیں۔(مرقات)

354/6360 ﴾ انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شوہر اور مسکین کیلئے سعی و کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں سعی کرنے والے کی طرح ہے جو نہ تھکے او راس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہ کرے۔(متفق علیہ)۔

355/6361 ﴾ سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنے لڑکے کو ادب 1 سکھلانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)۔

356/6362 ﴾ سیدنا ایوب بن موسی اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی باپ اپنے بچے کو حسن ادب سے بڑھ کر اچھا کوئی عطیہ نہیں دیا۔(ترمذی، بیہقی، شعب الایمان)۔

357/6363 ﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان 2 کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا 3 ہے اور اسکی مدد نہیں چھوڑتا اور جو اپنے بھائی کی حاجت 4 پوری کرتا ہے تو اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں ہوتا ہے اور جو کسی مسلم سے کوئی مصیبت دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں سے مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکی ستر پوشی کریگا۔(متفق علیہ)۔

---

1 ﴾ قولہ: لان یؤدب الرجل ولدہ الخ (اپنے لڑکے کو ادب سکھانا) اور اس حدیث کو ضعیف ماننے پر بھی فضائل اعمال میں بالاتفاق اس پر عمل کیا جائے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ ادب سکھلانے سے مراد آداب شرعیہ کی تعلیم ہے۔(مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: المسلم اخوا لمسلم (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے) کہ اس میں اس بات کا اعلان ہے کہ مسلم اور مومن ایک ہی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بناء پر ہے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' اس کے سواء نہیں کہ مؤمن سب بھائی بھائی ہیں۔

3 ﴾ قولہ: لا یظلمہ (اس پر ظلم نہیں کرتا) کیونکہ ظالم، اولاً: منصب نبوت پر نہیں ہوسکتا ''لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ'' (البقرۃ، آیت:124) (میرا عہد ظالموں کو نہیں ملتا)۔

ثانیا: درجہ ولایت پر بھی نہیں ہوسکتا ''اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ'' (ھود، آیت:18) سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ثالثا: مزید اقتدار پر نہیں رہ سکتا ''لبیت الظالم خراب ولو بعد حین'' اور ظالم کا گھر ویران ہوجاتا ہے اگرچیکہ کچھ وقت کے بعد ہو۔

رابعا: مخلوق کی نظروں سے گرجاتا ہے قلوب کی طبعیت میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والوں سے محبت کرنا اور برا سلوک کرنے والوں سے بغض رکھنا رکھا گیا ہے۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

358/6364 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور نہ اسکی تحقیر کرتا ہے، تقوی یہاں ہے اور آپ نے تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کی تحقیر کرے، مسلمان کا مسلمان پر پوری طرح اس کا خون اس کا مال اسکی عزت وآبرو حرام ہے۔ (مسلم)۔

359/6365 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

360/6366 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے [1] اگر وہ اس میں کوئی برائی دیکھے تو اس سے وہ دور کردے۔ (ترمذی)۔

361/6367 ﴿ترمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے مومن مومن کا آئینہ ہے اور مومن

مابقی حاشیہ۔۔۔خامسا: اپنے آپ کی حفاظت سے بھی گرتا ہے "وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ" لیکن وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے (سورۃ البقرہ: 57)۔

اگر تو صاحب قدرت ہے تو ہرگز ظلم مت کر — ظلم آخر کار تیرے پاس ندامت کو لائے گا
تیری آنکھیں سوگئیں ہیں اور مظلوم بیدار ہے — جو تجھ پر بددعا کررہا ہے اور اللہ کی آنکھ نہیں سوتی

(مرقات)۔

4 ﴿ قولہ: ولا یسلمہ (اور اسکی مدد کرنا نہیں چھوڑتا) یہ لفظ پہلے حرف کو ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی اسکو رسوا نہیں کرتا بلکہ اسکی نصرت ومدد کرتا ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴿ قولہ: ان احدکم مرأۃ اخیہ (تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے) اسکا مطلب یہ ہے کہ آئینہ انسان کو اسکی مخفی صورت دکھلاتا ہے تا کہ وہ اپنی قابل اصلاح شئی کی اصلاح کرلے تو اسی طرح مومن مومن کیلئے آئینہ کی طرح ہے تو جو اس کے عیوب کو بتاتا ہے اور اس پر اسکو متنبہ کرتا ہے اور وہ اسکو دور کرلیتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: تا کہ وہ اپنے آپ کو اپنے بھائی کے حق میں صاف وستھرا بنائے رکھے جس طرح آئینہ کو صاف رکھا جاتا ہے۔ (بذل المجہود)۔

مومن کا بھائی ہے وہ اس سے ہلاکت کی چیز کو دور کرتا ہے اور اسکے پیچھے بھی اسکی حفاظت کرتا ہے۔

362/6368 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بھائی کی ظالم ہو یا مظلوم ہو مدد کرو! تو ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مظلوم کی مدد کرونگا ظالم کی کیسے مدد کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسکو ظلم کرنے سے روکدو تو وہ اس کے لئے تمہاری مدد ہے۔ (متفق علیہ)۔

363/6369 ﴿ انہی سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس کسی مسلم بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اسکی نصرت و مدد کرنے پر قادر ہو اور وہ اسکی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی نصرت و مدد کریگا اور اگر وہ اسکی نصرت پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ اسکی نصرت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس سے اس کا مواخذہ کریگا۔ (بغوی، شرح السنہ)

364/6370 ﴿ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص اپنے بھائی کے غائبانہ میں اسکی غیبت کرنے کو روکے گا تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اسے آگ سے آزاد کردے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

365/6371 ﴿ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عزت وآبرو کی مدافعت کرتا ہے۔ تو اللہ پر یہ حق ہے آتش جہنم کو اس سے ہٹادے، پھر آپ نے تلاوت فرمائی: وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (21۔الروم، آیت: 47) (اور ہم پر حق ہے مومنین کی مدد کرنا)۔ (بغوی، شرح السنہ)۔

366/6372 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان نہیں ہے جو کسی مسلمان کی ایسے مقام میں مدد چھوڑ دیتا ہے جس میں

اسکی بے حرمتی کی جارہی ہے اور اسکی آبرو کو گھٹایا جارہا ہو مگر اللہ تعالیٰ اسکی ایسی جگہ مدد چھوڑ دیگا جہاں وہ اپنی مدد چاہتا ہے اور ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرتا ہے جس میں اسکی عزت پامال کی جارہی ہو اور اسکی بے حرمتی کی جارہی ہو مگر اللہ تعالیٰ اسکی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جس میں وہ اپنی نصرت چاہتا ہے۔(ابوداؤد)۔

367/6373﴾سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی عیب کو دیکھ لے اور اس کی ستر پوشی کرے گویا اس نے زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو زندہ کیا۔

368/6374﴾سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی کسی مومن کو کسی منافق سے بچائے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا جو اس کے گوشت کو بروز قیامت آتش جہنم سے بچائے گا اور جو کسی مسلمان پر کوئی تہمت لگائے جس کے ذریعہ اسے عیب دار کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روکے رکھے گا، یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے۔(ابوداؤد)۔

369/6375﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری امت میں سے کسی کی کوئی حاجت کو پورا کردے جس کے ذریعہ اسکو خوش کرنا چاہتا ہو تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

370/6376﴾انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی غم زدہ کی فریادرسی کرے اللہ تعالیٰ اس کیلئے 73 مغفرتیں لکھ دیتا ہے، ایک ایسی ہے جس میں اس کے تمام معاملات کی درستگی ہے اور 72 اس کیلئے بروز قیامت درجات ہیں۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

371/6377 ﴿ان سے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام مخلوق اللہ کی زیر پرورش ہے تو اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

372/6378 ﴿سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے زکوۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کرنے پر بیعت کی۔(متفق علیہ)۔

373/6379 ﴿سیدنا تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **الدین النصیحة** (دین صرف خیرخواہی ہے) تین مرتبہ فرمایا: ہم نے عرض کیا: کس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ اس کی کتاب کے ساتھ، اس کے رسول اللہ کے ساتھ، ائمہ مسلمین اور انکے عوام کے ساتھ۔(مسلم)۔

374/6380 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن الفت ومحبت والا ہوتا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو الفت ومحبت نہیں کرتا اور جس سے الفت ومحبت نہیں کی جاتی۔(احمد، بیہقی: شعب الایمان)۔

375/6381 ﴿ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند بیٹھے ہوئے افراد کے پاس کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: کیا تم کو تمہارے اچھے تمہارے برے نہ بتاؤں؟ راوی نے کہا: وہ خاموش رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا: تو ایک صاحب نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے برے اور اچھے لوگوں کے بارے میں بتلایئے تو آپ نے فرمایا: تم میں کا بہترین وہ ہے جس کے خیر کی امید کی جائے اور جس کے شر سے امن ہو اور تم میں کا برا وہ ہے

جس کے خیر کی امید نہ کی جائے اور جس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی، بیہقی: شعب الایمان)۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

376/6382 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے پاس بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہترین ہو اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ بہترین ہو۔ (ترمذی، دارمی)۔

میرک نے کہا: اور اسکی سند عمدہ ہے اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

3776383 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا وہ مومن نہیں ہوتا بخدا! وہ مومن نہیں ہوتا، بخدا! وہ مومن نہیں ہوتا عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہے جس کی شرارتوں سے اسکا پڑوسی امن میں نہ ہو۔

378/6384 ﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق کو تقسیم فرما دیا ہے جیسا کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم فرما دیا ہے: اللہ تعالیٰ دنیا اسکو بھی دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اور اس کو بھی جس کو وہ نہیں چاہتا اور دین اسی کو عطا کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جسے دین عطا فرمائے تو وہ اسے پسند فرمالیا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا یہاں تک کہ اسکا دل اور زبان فرمانبردار ہو جائیں، اور وہ مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اسکا پڑوسی اس کے ایذا رسانیوں سے امن میں ہو جائے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

379/6385 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل نہ ہوگا وہ شخص جس کا ہم سایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ رہے۔ (مسلم)۔

380/6386﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام مسلسل مجھ کو وصیت پہنچاتے یہاں تک کہ میں گمان کیا وہ اس کو وارث بنادیں گے۔ (متفق علیہ)۔

381/6387﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو کیسے معلوم ہو جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنے تو نے بھلائی کی ہے 1؎ تو تو نے واقعی بھلائی کی ہے اور جب تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے برائی کی ہے تو واقعی تو نے برائی کی ہے۔ (ابن ماجہ)۔

382/6388﴿ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوقراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو آپ کے صحابہ آپ کے وضو کے پانی کو ملنے لگے، تو ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو اس پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے 2؎ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محبت کریں تو وہ جب بات کرے تو سچی بات کرے، جب اسے امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور جس کے پڑوس میں رہتا ہے حق پڑوسی کو اچھی طرح نبھائے۔ (بیہقی: شعب الایمان)

1؎ ﴿ قولہ: یقولون قد احسنت الخ (ان کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا ہے) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کی زبانیں حق کے فیصلے ہوتے ہیں۔

2؎ ﴿ قولہ: من سرہ ان یحب اللہ (جس کو خوشی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے) آپ کی مراد یہ ہے کہ تمہارا اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ سے تمہارا دعویٰ محبت صرف وضو کا پانی ملنے سے مکمل نہیں ہوگا بلکہ صدق مقال ادائی امانت اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے ہوگا۔ (مرقات)۔

383/6389 ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: وہ مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کے کھالے شکم سیر ہوجائے اور اسکا پڑوسی اس کے بازو میں بھوکا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

384/6390 ﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں خاتون کا اسکی نماز روزے صدقات کی کثرت کی وجہ سے چرچا ہوتا ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے تو آپ نے فرمایا: وہ آگ میں ہے، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ کہ فلاں عورت کے روزے اور اس کا صدقہ اور اسکی نماز کی کمی کا ذکر ہوتا ہے اور وہ پنیر کے ٹکڑے خیرات کرتی ہے اور اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی، آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہے۔ (احمد، بیہقی: شعب الایمان)۔

385/6391 ﴾سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن دو جھگڑے والے جن کا پہلے جھگڑا چکایا جائے گا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔ (احمد)۔

386/6392 ﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم تین ہو تو دونوں تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں[1] یہاں تک کہ تم لوگوں میں مل جاؤ اس وجہ سے کہ وہ اسکو رنجیدہ کریگی۔ (متفق علیہ)۔

---

[1] ﴾ قولہ: فلا يتناجى اثنان دونها الاخر (دونوں آپس میں تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دونوں کا تیسرے شخص کی موجودگی میں سرگوشی کرنا اسی طرح تین کا یا اس سے زیادہ کا کسی ایک کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا یہ منع تحریمی ہے تو جماعت کا اپنے میں کسی ایک کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا بھی حرام ہے مگر اسکی اجازت سے جائز ہے اور یہ حکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام مالک اور جمہور علماء کرام کا مذہب ہے یہ سفر وحضر ہر زمانے کو شامل ہے۔ (مرقات) مسوی میں ہے اہل علم اسی مسلک پر ہیں اور نہی تادیبی ہے۔

387/6393 ﴾ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی سائل یا ضرورتمند آتا تو آپ ارشاد فرماتے 1 سفارش کروا جر دیئے جاؤ گے اور اللہ اپنے رسول کی زبان مبارک پر جو چاہے فیصلہ فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

388/6394 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو ان کے درجوں 2 میں اتارو۔ (ابوداؤد)۔

بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴾ قولہ: اشفعوا فلتوجروا (سفارش کروا جر دیئے جاؤ گے) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حدود میں امام کے پاس مقدمہ پیش کئے جانے کے بعد سفارش کرنا حرام ہونے پر سب کا اجماع ہے، اب رہا اس سے قبل تو اکثر علماء کرام نے اجازت دی ہے جب کہ جس کی سفارش کی جارہی ہے وہ شر پسند اور لوگوں کو تکلیف دینے والا نہ ہو، اب رہا وہ خلاف ورزیاں جن میں کوئی حد نہیں ہے اور تعزیر کرنا واجب ہوتی ہے تو اس میں سفارش کرنا اور سفارش قبول کرنا دونوں جائز ہیں خواہ وہ امام کے پاس پیش ہونے سے پہلے ہو یا پیش ہونے کے بعد ہوا گر وہ شخص جس کی سفارش کی جارہی ہے تکلیف دہ اور شر پسند نہیں ہے تو سفارش کرنا مستحب ہے۔ (مرقات)۔

سفارش کرنا اور سفارش قبول کرنا دونوں جائز ہیں خواہ وہ امام کے پاس پیش ہونے سے پہلے ہو یا پیش ہونے کے بعد ہوا گر وہ شخص جس کی سفارش کی جارہی ہے تکلیف دہ اور شر پسند نہیں ہے تو سفارش کرنا مستحب ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: انزلوا الناس منازلھم (لوگوں کو انکے درجوں میں رکھو) کم تر شخص شریف آدمی کے درجہ کا نہیں ہوتا اور نہ شریف آدمی کم تر کے درجہ ہوتا ہے ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبہ کا خیال رکھو اور خادم ومخدوم سردار و ماتحت کے درمیان برابری کا معاملہ مت کرو اور ہر ایک کا اس کی فضیلت اور شرف کے لحاظ سے اکرام کرو۔

یہ حدیث شریف انبیاء کرام علیہم السلام کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت اور انسان کو فرشتوں پر فضیلت اور خلفاء راشدین کی فضیلت اور اس جیسے مباحث میں علماء کے اقوال کو سمجھنے کیلئے مبداء و بنیاد ہے۔ (مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

16/219 بَابُ الْحُبِّ [1] فِی اللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ

اللہ کے لئے محبت اور اللہ کی طرف سے محبت کا بیان

389/6395 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارواح (اللہ کی طرف سے [2]) جمع کردہ لشکر ہیں، جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں وہ باہم محبت کیں اور جو ان میں سے اجنبی رہیں وہ اختلاف کیں۔ (بخاری، مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی)۔

390/6396 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بروز قیامت ارشاد فرمائے گا: میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں آج میں اپنے سائے میں انہیں جگہ عطا کرونگا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔ (مسلم)۔

391/6397 ﴿ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری محبت واجب ہوگئی میرے لئے باہم محبت کرنے والوں کے لئے اور میرے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں کے لئے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والوں کے لئے اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کیلئے۔ (مالک)۔

---

1 ﴿ قولہ: الحب فی اللہ ومن اللہ (اللہ کیلئے محبت اور اللہ کی طرف سے محبت) صاحب مرقات نے کہا: اس میں ''فی'' تعلیلیہ ہے اور ''من'' ابتدائیہ ہے اور اسکے معنی: رب کی خوشنودی کے لئے بندے کا بندے سے محبت کرنا اور اللہ کی طرف سے بندے کے لئے محبت کا ہونا، اور یہ دوسری محبت پہلی محبت کا نتیجہ ہے۔

2 ﴿ قولہ: الارواح جنود مجندۃ (روحیں اللہ کی طرف سے جمع کردہ لشکر ہیں) صاحب لمعات نے کہا ہے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ارواح اعراض نہیں ہیں اور وہ جسموں سے پہلے موجود تھیں لیکن اس سے انکا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔

392/6398﴾اور ترمذی کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے عظمت وجلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے لوگ ان کیلئے نور کے منبر ہیں انبیاء وشہداء اُن کی تعریف کریں گے۔

393/6399﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زمرد کے بالا خانے ہیں ان کے کھلے ہوئے دروازے ہیں جو چمکتے ہیں جیسا روشن ستارہ چمکتا ہے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس میں کون رہیں گے؟ ارشاد فرمایا: آپس میں اللہ کیلئے محبت کرنے والے اللہ کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والے اور اللہ کیلئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

394/6400﴾سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء، بروز قیامت انبیاء وشہداء ان کی تعریف کریں گے اللہ کے پاس ان کے مرتبہ کی وجہ سے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بتلایئے وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کیلئے بغیر کسی آپسی رشتہ داری کے، بغیر کسی مالی لین دین کے ایک دوسرے سے محبت کئے ہیں، پس اللہ کی قسم ان کے چہرے نور کے ہیں اور یقیناً وہ نور پر ہیں، وہ خوف زدہ نہیں ہونگے جب کہ لوگ خوفزدہ ہونگے، اور وہ غم نہیں کریں گے لوگ غمزدہ ہونگے اور آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، سنو! بیشک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔(ابوداوٗد)۔

اور امام بغوی نے مصابیح کے الفاظ پر کچھ اضافہ کے ساتھ ابو مالک کی روایت سے شرح السنہ میں اسکو بیان کیا ہے اور اسی طرح شعب الایمان میں ہے۔

395/6401 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دو بندے آپس میں اللہ عزوجل کیلئے محبت کریں جن میں کا ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں جمع کریگا اور ارشاد فرمائیگا، یہ وہی ہے جس سے تو میرے لئے محبت کرتا تھا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

396/6402 ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر! ایمان کا کونسا کڑا زیادہ مضبوط ہے عرض کی: اللہ اور اسکے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: اللہ کیلئے دوستی کرنا اللہ کیلئے محبت کرنا۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

397/6403 ﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے نزدیک کونسے اعمال محبوب ترین ہیں، کسی کہنے والے نے کہا نماز وزکوۃ، کسی نے جہاد کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال اللہ کیلئے محبت کرنا اور اللہ کیلئے بغض رکھنا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)۔

398/6404 ﴾ سیدنا ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں؟ جس پر دین کا دارومدار ہے جس سے تم دنیا وآخرت کی بھلائی پالوگے اپنے اوپر اہل ذکر (صالحین) کی مجلسوں کو لازم [1] کرلو اور جب تم تنہائی میں [2] رہو تو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں حرکت دیتے رہو اور اللہ کیلئے محبت کرو

---

[1] ﴾ قولہ: علیک بمجالس اهل الذکر (اہل ذکر کے مجالس اپنے اوپر لازم کرلو) مجالس ذکر علماء کی مجالس اور واعظین اور اولیاء اللہ کی محافل کو شامل ہیں۔ جن کی مجلسیں اللہ کے ذکر سے اور اس کے متعلقات سے بھری رہتی ہیں۔ جس میں سے عقائد صحیحہ اور احکام دینیہ مثلاً بدنی اور مالی عبادات کی معرفت ونیز حلال وحرام ترغیب وترہیب اور اس جیسے چیزوں سے متعلق امور کا علم حاصل ہوتا ہے۔ (مرقات)

[2] ﴾ قولہ: واذا خلوت (اور جب تم تنہائی میں رہو) حاصل کلام یہ ہے کہ تم اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو نہ جلوت میں اور نہ خلوت میں۔ (مرقات)۔

اور اللہ کیلئے بغض رکھو، اے ابورزین! کیا تم کو معلوم ہے؟ جب آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کیلئے گھر سے نکلتا ہے تو ستر (70) ہزار فرشتے اسکے ساتھ چلتے ہیں وہ سب اسکے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اس نے تیرے لئے تعلق کو جوڑا ہے تو اسکو جوڑے رکھ، اگر تم اپنے جسم کو اس کام میں لگا سکتے ہو تو ایسا کرو۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

399/6405 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی ایک دوسرے گاؤں میں رہنے والے اپنے بھائی سے ملاقات کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے راستہ پر ایک فرشتہ کو مقرر کیا، فرشتہ نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: اس گاؤں میں رہنے والے میرے بھائی سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں، کہا: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے جس کا تم ان کو بدلہ دینا چاہتے ہو؟ کہا: نہیں سوائے اسکے کہ میں اللہ کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں کہا: بیشک میں اللہ کی جانب سے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیا ہے جیسا کہ تم نے اس سے اسکے لئے محبت [1] کی ہے۔ (مسلم)۔

400/6406 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس سے ملاقات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تو مبارک ہے تیرا چلنا مبارک ہے تو نے جنت میں گھر بنالیا۔ (ترمذی)۔

401/6407 ﴿ سیدنا یزید بن نعامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ

---

[1] ﴿ قولہ: " قد حبّک کما احببته فيه" (کہ اللہ نے تم کو محبوب بنالیا ہے جیسا کہ تم نے اس سے اس کی خاطر محبت کی ہے) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے: ہیں اس میں اللہ کے لئے محبت کرنے کی فضیلت جو کہ اللہ کی طرف سے محبت کا سبب ہے اور زیارت صالحین کی فضیلت کا ذکر ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کبھی فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے، میں کہتا ہوں کہ انبیاء و رسل کے علاوہ فرشتوں کو مومنین کا صورت بشری میں دیکھنا ایک واضح بات ہے کتاب کے شروع میں مذکور حدیث جبرئیل وغیرہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، یہاں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس حدیث شریف میں یہ رہبری ہے کہ اللہ اولیاء کرام کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے اور مقصود کو پہنچانے کے سلسلے میں ان کو شرف مخاطبت عطا فرماتا ہے: یہ انکے لئے الہام کے مرتبہ کے علاوہ ہے، ختم نبوت کی حقانیت کی روشنی میں ظاہر تو یہی ہے کہ سابقہ امتوں کی خصائص میں سے ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مرقات)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی دوسرے آدمی سے بھائی چارگی کا معاملہ کرے تو اسے چاہئے کہ اس سے اسکا نام اسکے والد کا نام اور وہ کس قبیلہ سے ہے دریافت کرے۔(ترمذی)۔

402/6408 ﴿سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو چاہئے کہ اسکو خبر کردے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔(ابوداؤد، ترمذی)۔

403/6409 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گذرا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت سے صحابہ موجود تھے حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یقیناً میں اس سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کے علم میں یہ بات لائے ہو، عرض کی نہیں، فرمایا: اٹھو اور انکی طرف جاؤ اور انہیں خبر دو تو وہ اٹھے اور انکی طرف گئے اور انکے سامنے اپنی محبت کا تذکرہ کیا: تو انہوں نے کہا: تم سے وہ ذات محبت کرے جس کے لئے تم نے مجھ سے محبت کی، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ لوٹ کر آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا: جو کچھ انہوں نے کہا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے تمہیں محبت ہے اور تمہارے لئے وہی ہے جس کی تم نے نیت کی ہے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

404/6410 ﴿اور ترمذی کی روایت میں ہے، آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اسے محبت ہے اور اس کے لئے وہی ہے جو اس [1] نے کمایا۔

[1] ﴿ قولہ: ما اکتسب (جو اس نے کمایا) علامہ تورپشتی نے کہا ہے دونوں الفاظ معنی و مراد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب ہیں۔علامہ طیبی نے کہا ہے: وہ اس لئے کہ ما اکتسب کا معنی قابل لحاظ طریقہ پر کسی کی چیز کو اس طرح کمانا اور حاصل کرنا کہ دکھاوا اور نام و نمود کا جس میں عمل دخل نہ ہو احتساب کے یہی معنی ہیں۔(مرقات)۔

405/6411﴾سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا فرماتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو ایک قوم سے محبت کیا اور ان سے نہیں 1 ملا تو حضور نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اسے محبت 2 ہے۔(متفق علیہ)۔

406/6412﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب ہے، فرمایا: تم پر اللہ رحم کرے اسکے لئے تم نے کیا تیاری کی، عرض کی میں نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی سوائے اسکے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں، فرمایا: تم انہیں کے ساتھ رہو گے 3 جن سے تمہیں محبت ہے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا اسلام کے بعد انہیں کسی چیز سے اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی خوشی انہیں آپ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔(متفق علیہ)۔

407/6413﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

1﴾ قولہ: "لم یلحق بھم" (ان سے نہیں ملا) نہ صحبت کے ساتھ نہ علم کے ساتھ نہ عمل کے ساتھ اور نہ علم وعمل کے مجموعے کے ساتھ یعنی نہ ان کی صحبت میں رہا اور نہ ان سے کوئی معاملہ کیا اور ایک قول میں نہ ان کو دیکھا۔(مرقات)۔

2﴾ قولہ: "المرء مع من احب" (آدمی اسکے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت کیا ہے) ظاہر حدیث عام ہے نیک صالح اور فاسق وفاجر کو شامل ہے اور حدیث "المرء علی دین خلیلہ" (آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے) اسکی تائید کررہی ہے، پس اس میں ترغیب وترہیب وعدہ ووعید ہے۔(مرقات)۔

3﴾ قولہ: "انت مع من احببت" (تم اسکے ساتھ ہو جس سے تم محبت کئے ہو) صاحب مرقات نے کہا ہے: یہاں پر معیت سے ایک خاص معیت مراد ہے اور وہ یہ کہ جس میں محبوب محبّ کے درمیان ملاقات ہو، یہ نہیں کہ دونوں ایک درجہ میں ہوں، کیونکہ اس کا باطل ہونا ظاہر ہے، اور مذکورہ ملاقات کی کیفیت کا بیان یہ ہے کہ بلند درجے والے اپنے سے نیچے والوں کی طرف آئیں گے اور ان کے باغات میں جمع ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں گے اور اس پر اللہ کی ثناء بیان کریں گے اور وہ جس کی خواہش کریں گے اور جو طلب کریں گے وہ ان کے لئے مہیا کی جائے گی تو وہ باغ میں خوش رہیں گے اور نعمتیں پاتے رہیں گے، پھر ظاہر ہے کہ یہ معیت اور ایک دوسرے کے روبرو ہونا اور ایک دوسرے کے ساتھ عمدگی کے ساتھ پیش آنا، یہ چیز لوگوں کے حسن معاملت کے اعتبار سے الگ الگ رہیں گی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے [1] تو چاہئے کہ تم میں سے ہرایک دیکھ لے وہ کس سے دوستی کررہا ہے۔(احمد، ترمذی، ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)۔

اورامام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اورامام نووی نے اس حدیث کی اسنادکوصحیح قراردیا۔

408/6414 ﴿سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مومن ہی کی صحبت [2] میں رہواورتمہارا کھانا سوائے متقی کے کوئی نہ کھائے۔(ترمذی، ابوداؤد، دارمی)۔

409/6415 ﴿سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: نیک ہم نشین اور [3] برے ہم نشین کی مثال مشک اٹھانے والے اوربھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے، پس مشک کا اٹھانے والا یا تو تم کومشک دے گا یا تم اس سے مشک خریدوگے یا تم اس سے خوشبو پاؤ گےاوربھٹی پھونکنے والا یا تو وہ تمہارے کپڑے جلائے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔(متفق علیہ)۔

410/6416 ﴿سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے

---

1 ﴿ قولہ: "المرء علی دین خلیلہ" (آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے) امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حریص شخص کی ہم نشینی اوراس کے ساتھ میل جول رکھنا حرص دیتا ہےاورزاہد کی ہم نشینی اوردوستی دنیا میں زاہد بناتی ہے کیونکہ طبیعتیں ایک دوسرے کی مشابہت اوراقتداء کرنے پرڈھالیں گئیں ہیں، بلکہ غیرمحسوس طریقہ سے ایک طبیعت دوسری طبیعت سے حاصل کرتی ہے۔(مرقات)۔

2 ﴿قولہ: لا تصاحب الخ (تم صحبت اختیارنہ کرو) اس کے سوانہیں کہ اس میں ایسے آدمی کی صحبت سے ڈرانا مقصود ہے جومتقی نہ ہواوراُس کے ساتھ مل کرکھانے اورمیل جول رکھنے پرزجروتوبیخ ہے، کیونکہ ایک ساتھ مل کرکھانا دلوں میں محبت والفت پیدا کرتا ہے۔(مرقات)۔

3 ﴿ قولہ: مثل الجلیس الصالح والسوء الخ (اچھے ہم نشیں اوربرے ہم نشیں کی مثال) اس میں علماءصلحاء کی صحبت میں رغبت کرنے کی طرف رہنمائی ہےاوران کی ہم نشینی دنیاوآخرت میں فائدہ پہنچاتی ہےاوراس میں اشراروفساق کی صحبت سے اجتناب کرنے کی طرف رہنمائی ہے پس ان کی ہم نشینی دنیاوآخرت میں ضرررساں ہے، کہا گیا ہے کہ اچھوں کی صحبت اچھائی پیدا کرتی ہےاوربروں کی صحبت برائی پیدا کرتی ہے جیسا کہ ہواجب خوشبو پرسے گذرتی ہے تو خوشبومہکاتی ہےاورجب گندگی پرسے گذرتی ہے تو گندگی پھیلاتی ہے۔(مرقات)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو تم میں کے بہترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں جب اُنہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔(ابن ماجہ)۔

411/6417﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: یقیناً میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں ندا کرتے ہیں اور کہتے ہیں بیشک فلاں سے اللہ محبت کرتا ہے تو تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں بندے کو ناپسند رکھتا ہوں تم بھی اسے ناپسند کرو، حضرت فرماتے ہیں: پھر جبرئیل اس کو ناپسند کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں میں آواز لگاتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتا ہے تو تم بھی اسے ناپسند کرو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اسے ناپسند کرتے ہیں، پھر اس کے لئے نفرت کو زمین میں رکھ دیا جاتا ہے۔(مسلم)۔

بَابُ الْحُب فِی اللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ ختم ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

17/220 بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

ایک دوسرے کو چھوڑ دینا، باہمی ترک تعلق کرنا اور عیبوں کو تلاش کرنے کا بیان

412/6418 ﴿ سیدنا ابو یوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کیلئے 1 جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرے، وہ دونوں باہم ملتے ہیں پھر تو یہ منہ پھیر لیتا ہے اور یہ منہ پھیر لیتا ہے اور ان دونوں میں 2 بہتر وہ ہے جو سلام سے آغاز کرے۔ (بخاری، مسلم)۔

413/6419 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو چھوڑے رہے، جب وہ اس کو تین مرتبہ سلام کرے ہر مرتبہ وہ اسکو جواب نہیں دیتا تو وہ اپنے گناہ کے ساتھ لوٹا۔ (ابوداؤد)۔

---

1 ﴿ قولہ: لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال (کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرے) صاحب مرقات نے کہا: علامہ اکمل الدین نے کہا، جو ہمارے ائمہ میں سے ہیں، اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن سے زیادہ مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھنا حرام ہے، البتہ تین دن سے کم ترک تعلق کا جواز تو حدیث شریف سے سمجھ میں آرہا ہے گو اس میں اس کی صراحت نہیں جو مفہوم مخالف کی حجیت کے قائل ہیں جیسے شافعی حضرات ان کے لئے اِس کو مباح کہنا جائز ہے اور جو اِسکے قائل نہیں، اھ، اور مرقات میں ہے کہ اشیاء کی اصل اباحت (مباح) ہونا ہے اور شارع علیہ السلام نے مقید قطع تعلق کو حرام قرار دیا، مطلق قطع تعلق کو نہیں کہ قطع تعلق کو مطلق رکھنے میں بڑی دشواری ہے، کیونکہ اس سے مطلق قطع تعلق کا سبب بننے والے غصہ کا حرام ہونا لازم آئے گا، ان کے لئے جائز نہیں، امام سیوطی نے کہا: مراد یہ ہے کہ قطع تعلق کی حرمت اس وقت ہے جب دوستی یا بھائی چارگی کے حقوق میں اور آداب معاشرت میں کوتاہی اس کا سبب ہو جیسے غیبت اور خیر خواہی کو چھوڑ دینا، اب رہا جو قطع تعلق دین اور مذہب کے اعتبار سے ہے تو بدعتیوں اور خواہش نفس میں مبتلا سے قطع تعلق واجب ہے جب تک وہ توبہ نہ کریں۔

2 ﴿ قولہ: وخيرهما الذى يبدأ بالسلام (اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام سے آغاز کرے) صاحب مرقات نے کہا: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص جواب نہ دے اس میں کچھ بھی بھلائی نہیں ہے تو اس سے قطع تعلق جائز ہے، بلکہ واجب ہے کیونکہ وہ سلام کا جواب نہ دینے سے فاسق ہو گیا اور پہل کرنے والا دونوں میں بہتر ہے اس کے عمل کی دلالت کی وجہ سے کہ وہ انکساری کے زیادہ قریب ہے اور صفائی قلب اور اچھے اخلاق کے زیادہ مناسب ہے، علامہ اکمل الدین نے کہا: اس میں قطع تعلق کو دور کرنے پر ابھارنا ہے اور وہ صرف سلام سے دور ہو جاتا ہے۔

414/6420﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مومن سے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رہے اور اگر اس پر تین دن گزر جائیں تو چاہئے کہ تو اس سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے تو اگر وہ اسکو سلام کا جواب دیا تو دونوں ثواب میں شریک ہوگئے اور اگر جواب نہ دیا تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا اور سلام کرنے والا قطع تعلق کے گناہ سے نکل گیا۔ (ابوداؤد)۔

415/6421﴿انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرے، اور جو شخص تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے پھر مر جائے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (احمد، ابوداؤد)۔

416/6422﴿سیدنا ابوخراش سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ایک سال اپنے بھائی سے قطع تعلق کرے وہ اسکا خون بہانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)۔

417/6423﴿سیدنا ابو ہریرہ [1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا بجز اس شخص کے جس کے درمیان اور اسکے بھائی کے درمیان بغض ہو تو کہا جائیگا ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ دونوں صلح کرلیں۔ (مسلم)۔

418/6424﴿انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر سات دن میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں اور ہر مومن بندہ کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس بندہ کے جس کے درمیان اور اسکے بھائی کے درمیان بغض ہو تو کہا جائیگا ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ دونوں باز آجائیں۔ (مسلم)۔

1﴿ قولہ: وعن ابی هريرة الخ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ) ان احادیث میں تین رات سے زیادہ قطع تعلق سے منع کرنے کی حکمت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اعمال پیش کئے جانے کی دونوں دن بخشش سے محروم نہ رہے۔ (مرقات)۔

419/6425 ﷺسیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا: صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زائد سواری تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تم انکو ایک اونٹ دو، تو انہوں نے عرض کیا: میں اس یہودیہ کو دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور ذوالحجۃ، محرم اور صفر کے چند دن ان سے قطع تعلق فرمائے 1۔ (ابوداؤد)۔

420/6426 ﷺسیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی 2 سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، (کسی کی) نیکیوں اور برائیوں کی تلاش مت 3 کرو، ایک دوسرے پر برتری مت 4 جتاؤ، باہم حسد 5 مت کرو، آپس میں دشمنی 6 مت کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق 7 مت کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو 8 جاؤ، اور ایک روایت میں ہے باہم برتری مت 9 کرو۔ (متفق علیہ)۔

---

1 ﷺ قولہ: فهجرها الخ (ان سے قطع تعلق فرمائے) علامہ ابن الملک نے کہا: اس میں برا کام کرنے کی وجہ سے تین رات سے زیادہ قطع تعلق کرنے کا جواز ہے یعنی ڈانٹنے اور ادب سکھانے کے ارادے سے، دشمنی، بغض اور کینہ کی نیت سے نہیں اور اس طرح احادیث کے مابین تطبیق ہو جائے گی۔ (مرقات)۔

2 ﷺ قولہ: ایاکم والظن (بدگمانی سے بچو) یعنی ایسے دین کے معاملہ میں گمان کی پیروی کرنے سے ڈرو جسکی اساس یقین پر ہے یا گفتگو میں اور خبر دینے میں گمان سے بچو یا مسلمان سے متعلق برا گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ (ماخوذ از مرقات)۔

3 ﷺ قولہ: ولاتحسسوا ولا تجسسوا {کسی کے} نیکیوں اور برائیوں کی تلاش مت کرو) علامہ ابن الملک نے کہا: کسی کی نیکی کی خبر گیری نہ چاہو اور نہ برائی کی، یہ دونوں ممنوع ہیں اس لئے اگر تم کسی کی نیکی سے باخبر ہو گئے تو کبھی تم میں حسد پیدا ہوگا کہ وہ نیکی تم میں نہیں ہے اور اگر تم اس کی برائی پر مطلع ہو گئے تو تم اسکی عیب چینی کرو گے اور اسکو رسوا کرو گے حالانکہ اس شخص کے لئے خوشخبری وارد ہے جس کا عیب اس کو لوگوں کے عیوب سے غافل کرے۔ (مرقات)۔

4 ﷺ قولہ: ولا تناجشوا (ایک دوسرے پر برتری مت جتاؤ) کہا گیا: اس سے مراد لوگوں پر بلندی و برتری طلب کرنا ہے اور یہی سیاق وسباق کے مناسب ہے اور کہا گیا: ''نجش'' سے ہے بمعنی نفرت دلانا یعنی تم میں کے بعض بعض سے نفرت نہ کرے اس طرح کہ وہ اس کو کوئی ایسی بات سنائے یا کوئی ایسا کام کرے جو اس کی نفرت کا موجب ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

5 ﷺ قولہ: ولا تحاسدوا (باہم حسد مت کرو) یعنی تمہارے بعض بعض کی نعمت کے زوال کی تمنا نہ کریں خواہ اسکو اپنے لئے چاہیں یا نہ چاہیں۔ (مرقات)۔ ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔۔

422/6427﴿انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا گمان رکھنا اچھی عبادت 1 سے ہے۔(احمد، ابوداؤد)۔

423/6428﴿انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عیسیٰ بن مریم نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا، تو عیسیٰ بن مریم نے اس سے فرمایا: تو نے چوری کی، اس نے کہا: ہرگز نہیں قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اپنے نفس کو جھٹلایا۔(مسلم)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔6 ﴿ قوله: ولا تباغضوا (آپس میں دشمنی مت کرو) زیادہ واضح بات یہ ہے کہ باہمی دشمنی سے منع کرنا مطلق باہمی محبت کے حکم کی تاکید ہے سوائے اسکے جس سے دین میں خلل ہو، کیونکہ اس وقت باہمی محبت جائز نہیں اور باہمی عداوت جائز ہے اسلئے کہ شارع علیہ السلام کا مقصود امت کے کلمہ کی اجتماعیت اور وحدت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔اور سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور متفرق مت ہو، بے شک آپسی محبت اتحاد کا سبب ہے اور باہمی عداوت تفرقہ کا باعث ہے تو مطلب یہ ہوا تم میں کے بعض بعض سے دشمنی نہ کریں۔اور بعض محققین نے کہا: دشمنی کے اسباب میں مشغول مت ہو۔(مرقات)۔

7 ﴿ قوله: ولا تدابروا (اور ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو) یعنی تم آپسی تعلق مت توڑو اور اپنے بھائیوں سے منہ مت پھیرو اور ان سے اعراض مت کرو، ''دبر'' سے ماخوذ ہے کیونکہ قطع تعلق کرنے والوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو پیٹھ بتاتا ہے، اور کہا گیا کہ اسکے معنی ''غیبت مت کرو'' ہے۔(مرقات)۔

8 ﴿ قوله: كونوا عباد الله اخوانا (اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ) یعنی تم اللہ کے بندے ہونے میں برابر ہو اور تمہارا دین ایک ہے اور باہمی حسد، دشمنی اور قطع تعلق تمہارے حال کے منافی ہے، تو ضروری ہے کہ تم دوستی میں اور نیکی اور ہر اچھے کام کی نصیحت وخیر خواہی میں باہم تعارف کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔(مرقات)۔

9 ﴿ قوله: ولا تنافسوا (اور باہم برتری مت کرو) شارحین نے کہا: تنافس اور تحاسد معنی میں ایک ہیں اگرچہ مادہ مختلف ہے، میں کہتا ہوں: لیکن تنافس مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے جو کبھی جھگڑے کا موجب ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ تم باہم حسد مت کرو اور دنیا کے حقیر معاملات میں کشمکش مت کرو تمہاری آپس میں برتری عمدہ، پسندیدہ، آخرت کی چیزوں میں ہونی چاہئے۔(مرقات)۔

1 ﴿ قوله: حسن الظن من حسن العبادة (اچھا گمان اچھی عبادت سے ہے) یعنی اچھی عبادت کا ایک حصہ حسن ظن ہے، اہمیت بتانے کے لئے خبر کو مقدم کیا گیا کیونکہ سالک جب امید کے طور پر اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہے تو وہ خلوت اور جلوت میں بحسن وخوبی عبادت کرتا ہے اور اسکی امید اچھی سمجھی جاتی ہے اور اسکی قبولیت کی امید کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ ،ترجمہ: اب رہا وہ شخص جو عبادت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور معبود سے حسن ظن کا دعوی کرتا ہے وہ غفلت اور دھوکہ میں ہے اور مردود ہے اور امام غزالی رحمہ اللہ ان دونوں کی مثال دی ہے ایک وہ شخص ہے جو زراعت کی اور ایک وہ جو زراعت نہیں کیا اور دونوں امید رکھتے ہیں کھیت کھاٹنے (کھلا رکھنے کی) اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرا شخص اس کا فساد ظاہر و باہر ہے جبکہ وہ دونوں فصل کی امید کرتے ہیں اور بے شک دوسرے کا فساد ظاہر ہے۔اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ علامہ مظہر نے کہا: مسلمانوں کے حق میں بھلائی اور بہتری کا اعتقاد رکھنا عبادت ہے۔(مرقات)۔

424/6429﴾سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمائے: اے ان لوگوں کی جماعت جو اپنی زبان سے اسلام لائے اور ان کے دل تک ایمان 1 نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف مت دو، ان کو عار مت دلاؤ اور ان کے عیوب 2 کو تلاش مت کرو! کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عیب تلاش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کا عیب تلاش کرتا ہے، اس کو رسوا کر دیتا ہے اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ (ترمذی)۔

425/6430﴾سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں آہستہ سے پہلی امتوں کی بیماری آ گئی ہے اور وہ حسد اور دشمنی ہے، وہی مونڈنے والی ہے، میں نہیں کہتا وہ بالوں کو مونڈنے والی ہے لیکن وہ دین کو مونڈنے والی ہے۔ (احمد، ترمذی)۔

426/6431﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم

---

1 ﴾ قولہ: لم یفض الایمان الی قلبه (ان کے دل تک ایمان نہیں پہنچا) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تک ایمان دل تک نہیں پہنچے گا اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوگی اور نہ وہ حقوق ادا کر سکے گا کیونکہ قلب کی تمام بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی حقوق اور مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی تک پہنچاتی ہے پھر وہ تکلیف وضرر پہنچاتا ہے نہ عار دلاتا ہے اور نہ ان کے احوال کی تلاش میں رہتا ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: ولا تتبعوا عوراتهم (اور ان کے عیوب کو تلاش مت کرو) امام غزالی نے کہا: جاسوسی کرنا اور ٹوہ میں پڑنا مسلمان سے سوئے ظن کا نتیجہ ہے اور دل ظن پر اکتفاء نہیں کرتا اور تحقیق کرنا چاہتا ہے جو کہ پردہ دری کا موجب بنتی ہے اور پردہ میں رہنے کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے اور گھر کی دیواروں میں چھپا رہے تو ستار کی آواز سننے کی غرض اس کے گھر کے پاس چوری چھپے سننا جائز نہیں ہے اور معصیت کے کسی کام کو دیکھنے کے لئے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں مگر یہ کہ وہ اس طرح ظاہر ہو جائے کہ گھر کے باہر والا اس کو پہچان لے جیسے مزامیر کی آوازیں اور نشہ والوں کی آوازیں ان کلمات کے ساتھ جو ان کے درمیان رائج ہیں اسی طرح جب وہ شراب کے برتن وظروف اور گانے کے آلات آستین میں اور دامن کے نیچے چھپالیں اور یہ اسکو دیکھ لے تو آستین اور دامن ہٹانا جائز نہیں، اسی طرح شراب کی بو معلوم کرنے کیلئے سونگنے کی کوشش کرنا درست نہیں اور نہ پڑوسیوں سے معلومات کرنے کی کوشش کرنا تا کہ وہ اسکے گھر میں کیا ہو رہا ہے بتائیں یہ بھی جائز نہیں۔ (مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حسد سے بچو! کیونکہ 1 حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسا آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔(ابوداؤد)۔

427/6432 ﴿سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ تنگدستی کفر ہوجائے 2 اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب 3 آجائے۔(شعب الایمان)۔

428/6433 ﴿سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

---

1 ﴿ قولہ: فان الحسد تاکل الحسنات الخ (کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے) علامہ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث شریف سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو گناہوں کی وجہ سے نیکیوں کے ضائع ہونے کے قائل ہیں جیسے معتزلہ اور اسکا جواب اس طور پر دیا گیا ہیکہ جسکا مطلب یہ ہے کہ حسد حاسد کی نیکیوں کو ختم کر دیتا اور اسکو تلف کر دیتا ہے اس طرح کہ اس کو محسود کے مال کو تلف کر دینے اور اسکی بے عزتی کرنے اور ایسے کاموں پر ابھارتا رہے کہ اسکی ساری نیکیاں اسکی عزت ریزی میں ختم ہوجائیں جیسا کہ کتب صحاح کے باب الظلم میں سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، زکوۃ، روزہ اور قیام اللیل لے کر آئیگا جبکہ وہ اس کو گالی دیا، اس پر تہمت لگایا اور اس کا مال کھایا، اس کا خون بہایا اور اس کو مارا اس حالت میں آئے گا، تو اِس کی نیکیاں اسکو اور اسکو اسی طرح جو کچھ نیکیاں دی جائیں دیدی جائینگی، تو اگر اس پر عائد تمام حقوق کا فیصلہ ہونے سے پہلے اسکی نیکیاں ختم ہوجائیں تو اُن کے گناہ لئے جائینگے اور اس پر ڈالے جائینگے پھر نافرمانیوں کے سبب نیکیاں ضائع ہونے کی وجہ سے وہ دوزخ میں جھونک دیا جائیگا، ورنہ اس کبیرہ گناہ کرنے والے کی کوئی نیکی تو نہیں ہے جسکی وجہ سے اپنے فریق مخالف کا حق ادا کرسکے۔انتھی کلامہ ۔ یہ ان دو وجوہوں میں سے ایک ہے جنکو علامہ تورپشتی نے ذکر کیا اور انکی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہیکہ نیکیوں میں اضافہ بندہ کی قابلیت اور دین میں اسکی بھلائی کے اعتبار سے ہوتا ہے تو جب کبھی وہ گناہوں کا مرتکب ہوگا اسکے عمل کا وہ ثواب جو اضافہ سے متعلق ہے کم ہوجائیگا جو گناہوں کے مرتکب ہونے کی وجہ سے مرتبہ میں اسکے تنزل کے برابر ہے، مثلاً یہ مقدر ہوتا ہے کہ یہ کسی نیکی کرنے میں تاخیر کیا تو اسکو اس پر دس نیکیاں دی جائینگی اور اگر وہ اسمیں تاخیر نہ کرتا تو ضرور اسکو کئی گناہ زائد ثواب دیا جاتا تو اضافہ جو گھٹ گیا، گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے ہے، نیکیاں ضائع ہونے سے مراد یہی ہے۔(مرقات)

2 ﴿ قولہ: کاد الفقر ان یکون کفرا (قریب ہے کہ تنگدستی کفر ہوجائے) یعنی قریب تھا کہ دلی تنگدستی کفر کا سبب ہو، یا تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے سے یا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے راضی نہ ہونے سے یا غیر اللہ سے شکایت کرنے کی وجہ سے یا یہ دیکھ کر کفر کی طرف میلان کی وجہ سے کہ عموماً کفار دولتمند وخوشحال ہیں اور اکثر مسلمان تنگدست وآزمائے جانے میں ہیں اس حدیث شریف کے تقاضے کے مطابق جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئی ہے کہ دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کی جنت ہے۔(مرقات)

3 ﴿ قولہ: وکاد الحسد ان یغلب القدر (اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آجائے) حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی چیز فرض کرلی جائے جو تقدیر سے سبقت کرتی اور اس پر غالب آتی تو ضرور حاسد کے خیال میں حسد تقدیر پر غالب آتا۔(مرقات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو روزہ، صدقہ اور نماز کے درجہ سے افضل[1] چیز نہ بتاؤں؟ راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: آپس میں معاملات کو درست کرنا ہے، اور آپس کے معاملات کا بگاڑ تو وہ مونڈنے والا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ صحیح حدیث ہے)۔

429/6434 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم آپس کے بگاڑ سے بچو جو مونڈ دینے والا ہے۔ (ترمذی)

430/6435 ﴾ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: یقیناً سب سے بڑی زیادتی[2] مسلمان کی عزت میں ناحق دست درازی کرنا ہے۔ (ابوداؤد، شعب الایمان للبیہقی)۔

431/6436 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میرا پروردگار مجھے معراج کرایا تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے ہیں وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے ہیں تو میں نے کہا: یہ کون ہیں اے جبرئیل! جبرئیل نے کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔ (ابوداؤد)۔

---

1 ﴾ قولہ: الا اخبرکم بافضل من درجة الصيام الخ (کیا میں تم کو روزہ، صدقہ اور نماز کے درجہ سے افضل چیز نہ بتاؤں) علامہ اشرف نے کہا: مذکور بالا ان چیزوں سے مراد نوافل ہیں فرائض نہیں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ مراد کو بہتر جاننے والا ہے کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ ایسے فساد میں اصلاح جس سے خونریزی، مال کی لوٹ مار اور حرمتوں کی پامالی ہو ان ناقص فرض عبادتوں سے افضل ہے اُن کے چھوڑنے کی صورت میں قضاء کے امکان کے ساتھ، کیونکہ وہ حقوق اللہ سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس حقوق العباد سے ہلکے ہیں، جب ایسا ہے تو یہ کہنا درست ہے کہ عمل کی یہ جنس اس کے بعض افراد افضل ہونے کی وجہ سے اس جنس سے افضل ہے جیسے انسان فرشتہ سے بہتر ہے اور آدمی عورت سے بہتر ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: من اربى الربا الخ (سب سے بڑی زیادتی......) ''ربا'' لغت میں مطلق زیادتی ہے اور شریعت میں بیع اور قرض میں زائد لینے کو کہتے ہیں، اور ''استطالۃ'' کے معنی فخر کرنا، دراز ہونا بلند ہونا اور فضیلت دینا ہے (قاموس) مسلمان کی عزت ریزی کرنے اور تحقیر کرنے والے اور اس پر برتری جتانے اور اس کی غیبت کرنے اور گالی دینے اور اس پر تہمت لگانے کو سود سے تشبیہ دی گئی ہے اور سود حق سے زیادہ لینے کو کہتے ہیں، وہ سب سے بڑی زیادتی اس لئے ہے کہ مسلمان کی عزت اسکے مال سے زیادہ عزیز اور شریف ہے اور اسکو لینے اور پامال کرنے میں ضرر اور فساد زیادہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''بغیر حق'' فرمایا کیونکہ بعض اوقات وہ مباح قرار دیا جاتا ہے جیسے صاحب حق کا اسکا حق نہ دینے والے سے کہنا: ''اے ظالم'' یا ''وہ ظالم ہے'' یا ''حد سے تجاوز کرنے والا ہے'' اور گواہ پر جرح کرتے ہوئے فریق مخالف کا کہنا اور محدث کا راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا اسی قسم سے ہے۔ (لمعات)۔

432/6437﴾سیدنا ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی کو ضرر پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ضرر پہنچائیگا، اور جو کسی کو مشقت میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو مشقت میں ڈالے گا۔ (ابن ماجہ، ترمذی)۔

433/6438﴾سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔ (ترمذی)،۔

434/6439﴾سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے بھائی سے معذرت خواہی کرے اور وہ اسکا عذر قبول نہ کرے تو عشر وصول کرنے والے کے گناہ کی طرح (جبکہ اس میں وہ زیادتی کرتا ہے) گناہ ہے۔ (شعب الایمان) امام بیہقی نے کہا: ''مکاس'' عشر وصول کرنے والا۔

435/6440﴾سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان آدمی کی غیبت کر کے 1 ایک لقمہ کھایا اللہ تعالیٰ اسکو اسکے مثل جہنم سے کھلائے گا اور جس شخص کو کسی مسلمان کی غیبت کر کے کپڑا پہنے 2 اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مثل جہنم سے پہنائے گا اور جو شخص کسی آدمی کی مخالفت کے ذریعہ سے شہرت اور دکھاوے 3 کی جگہ

---

1 ﴾ قولہ: من اکل برجل مسلم الخ (جو شخص کسی مسلمان آدمی کی غیبت کا ایک لقمہ کھایا) یعنی اسکی غیبت کی وجہ سے یا اس پر تہمت لگانے یا اس کی عزت ریزی کرنے کی وجہ سے یا اسکے دشمن کے پاس اسکو تکلیف دینے کے درپے ہونے کی وجہ سے۔ (مرقات)

2 ﴾ قولہ: من کسی ثوبا برجل مسلم الخ (جس شخص کو کسی مسلمان کی وجہ سے کپڑا پہنایا جائے) یعنی اسکو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اور ''نہایہ'' میں ہے اسکے معنی یہ ہے کہ آدمی دوست ہوتا ہے پھر اسکے دشمن کے پاس جاتا ہے اور اسکے بارے میں نامناسب قسم کی گفتگو کرتا ہے تاکہ وہ اسکو اسکی وجہ سے انعام دے، تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے اس میں برکت نہیں دیتا۔ (مرقات)

3 ﴾ قولہ: ومن قام برجل مقام سمعة الخ (اور جو شخص کسی آدمی کی وجہ سے شہرت اور دکھاوے کی جگہ کھڑا ہوگا) علماء اس عبارت کے دو معنی ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ ''باء'' تعدیہ کے لئے ہے یعنی جو شخص کسی آدمی کو شہرت و دکھاوے کی جگہ ٹہرائے اور اسکو صلاح و پرہیز گاری اور بزرگیوں سے متصف اور ان سے مشہور کرے اور اسکو اپنے نفس کے اغراض اور دنیا کا حقیر سامان حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے، اللہ تعالیٰ اسکو عذاب دیگا اور اسکو مشہور کریگا کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ کہ ''باء'' ملابست کے لئے ہے اور کہا گیا یہ معنی زیادہ قوی اور مناسب ہے یعنی جو شخص کسی بڑے دولتمند اور شان و شوکت والے آدمی کی وجہ سے کسی جگہ ٹھہرے جس میں وہ بھلائی اور پرہیز گاری کا اظہار کرے تاکہ وہ اسکا معتقد ہو جائے اور مال و جاہ اسکے پاس آئے، تو اللہ تعالیٰ دکھاوا کرنے والوں کی جگہ ٹہرائیگا، رسوا کریگا اور ریا کاروں کا عذاب دیگا۔ (لمعات)

کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن شہرت اور ریاکاری کے مقام پر ٹھہرائے گا۔(ابوداؤد)۔

436/6441﴾سیدتنا ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، خیر کہتا ہے اور خیر کو پہنچاتا ہے۔(متفق علیہ)۔

437/6442﴾اور امام مسلم نے زیادہ کیا ام کلثوم نے کہا: میں آپ سے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو ان کی 1 گفتگو میں جھوٹ کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنی سوائے تین کے، جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح میں اور آدمی کی اسکی بیوی سے گفتگو میں اور بیوی کی اسکے شوہر سے گفتگو میں۔

438/6443﴾سیدتنا اسماء بنت زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹ صرف تین میں حلال ہے: آدمی کا اسکی بیوی سے جھوٹ تاکہ اسکو راضی کرے، جنگ میں جھوٹ اور لوگوں کے درمیان صلح کرنے کیلئے جھوٹ۔(احمد، ترمذی)۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1 ﴾ قولہ: تعنی النبی ﷺ یرخص الخ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی گفتگو میں جھوٹ کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنی) یعنی جھوٹ صرف استثناء کی ہوئی چیزوں میں جائز ہے اور وہ بھی جھوٹ نہیں بلکہ توریہ ہے اور ہمارے پاس استثناء کی ہوئی چیزیں چار ہیں جنکو علامہ ابن وھبان نے اپنے شعر میں ذکر کیا۔

للصلح جاز الكذب اودفع ظالم واهل لترضى اوقتال ليظفروا

صلح کے لئے یا ظالم کو روکنے کے لئے جھوٹ جائز ہے یا بیوی کے لئے تاکہ وہ راضی ہوجائے جنگ کے موقع پر تاکہ وہ (اہل اسلام) فتح یاب ہوجائیں۔اور بعض درمیانی درجہ کی احادیث چار چیزوں کے استثناء میں ہماری تائید کرتی ہیں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی اس جھوٹ کی برائی مرتفع ہے بلکہ انہوں نے اس میں خوبی ہو تو اس کو اچھا قرار دیا ہے۔اور اس میں خرابی ہے تو اس کو قبیح قرار دیا ہے۔(عرف الشذی، درمختار، ردالمحتار)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

18/221 بَابُ الْحَذرِ وَالتَّأَنی فِی الْاُمُوْر

معاملات میں احتیاط اور غور وفکر کرنے کا بیان

439/6444 ﷺسیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیانہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک سوراخ سے دو بارنہیں ڈسا جاتا۔(متفق علیہ)۔

440/6445 ﷺسیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہےانہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بردبارنہیں بنتا مگرلغزش کرنے والا ہی، اورکوئی دانانہیں بنتا مگر تجربہ والا ہی۔(احمد،ترمذی)۔

441/6446 ﷺسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدقیس کے سرداراشج سے فرمایا: تم میں دوخصلتیں ہیں جنکو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتاہے: بردباری اورسکون سے کام کرنا۔(مسلم)۔

442/6447 ﷺسیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاموں میں سکون اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے۔(ترمذی)۔

443/6448 ﷺسیدنا مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اعمش نے کہا: میں نہیں جانتا مگریہی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر چیز میں تاخیر بہتر ہے سوائے آخرت کے کام میں۔(ابوداؤد)۔

444/6449 ﷺسیدنا عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: درست روش، اطمینان سے کام کرنا اور میانہ روی نبوت کے چوبیس (24)اجزاء میں [1] سے ایک جزء ہے۔(ترمذی)

445/6450 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اچھی کیفیت اور نیک روشن [2] اور میانہ روی نبوت کے پچیس (25) اجزاء میں سے ایک جزء ہے (ابوداؤد)

446/6451 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے اور لوگوں سے محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور عمدگی سے سؤال کرنا آدھا علم ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

447/6452 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا [3] تو اس سے کہا: کھڑی ہوجا تو وہ کھڑی ہوگئی، پھر اس سے کہا: پیچھے جا تو وہ پیچھے گئی، پھر اس سے کہا: آگے آ، تو آگے آگئی، پھر اس سے کہا: بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی، پھر اس سے فرمایا: میں نے تجھ سے بہتر، تجھ سے بڑھ کر

---

[1] ﴿ قولہ: جزء من اربع وعشرین جزأ من النبوۃ (نبوت کے 24 جزووں میں سے ایک جزء ہے) تورپشتی کا قول ہے: اس خاص عدد کی معرفت اور اسکی تخصیص کی وجہ رائے اور قیاس کے ذریعہ معلوم نہیں ہوسکتی یہ تو علوم نبوت سے ہے۔

خطابی نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ یہ عادتیں انبیاء علیہم السلام کے شمائل میں سے ہیں۔ اور یہ کہ وہ انکے فضائل کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، لہٰذا تم انہیں انکی پیروی کرو اور انکے نقش قدم پر چلو۔ اور اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ نبوت اجزاء میں منقسم ہوتی ہے اور نہ یہ کہ جو اِن خصائل کا جامع ہو وہ نبی ہوگا کیونکہ نبوت کسبی نہیں ہے۔ وہ تو صرف ایک ایسا شرف ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے مخصوص فرماتا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسے عنایت فرمائے۔(مرقات)

[2] ﴿ قولہ: الھدی الصالح والسمت الصالح (نیک سیرت اور درست روش) ان دونوں کے مابین جو فرق ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ''ھدی'' کا تعلق باطنی احوال سے ہے اور ''سمت'' کا ظاہری اخلاق سے تو شریعت میں ایمان و اسلام کا جو درجہ ہے وہی طریقت میں ان دونوں کا ہے، ان دونوں کا جامع ہونا نور علی نور ہے اور اسی سے حقیقت پوری ہوتی ہے۔(مرقات)

[3] ﴿ قولہ: لما خلق اللہ العقل (جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا) اس حدیث کو باب الحذر و التأنی فی الامور (معاملات میں احتیاط اور غور و فکر کے بیان) میں ذکر کرنے کا سبب عقل کے نتائج سے ظاہر ہے۔(مرقات)

فضیلت والی اور تجھ سے زیادہ اچھی کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا، تیرے ہی سبب گرفت کروں[1] گا اور تیرے ہی سبب عطا کروں گا اور تیرے ہی ذریعہ میری معرفت ہوگی اور تیرے ہی سبب سرزنش کروں گا اور تیرے ہی سبب ثواب ہے اور تیرے ہی بناء پر عقاب ہوگا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

1﴾ **قولہ: بک آخذ** (تیرے ہی سبب گرفت کرونگا) نورالانوار میں مذکور ہے کہ عقل کا اعتبار کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ اشعریہ کہتے ہیں: سمع کے بغیر عقل کا کوئی اعتبار نہیں اور جب سمع آئے تو اعتبار اسی کا ہوگا نہ کہ عقل کا۔ لہٰذا کسی چیز کا اچھا یا برا ہونا، اس کا واجب اور حرام ہونا، اسکے ذریعہ نہیں سمجھا جائیگا، اور عاقل لڑکے کا ایمان اسکے بارے میں شرع وارد نہ ہونے کی بناء پر صحیح نہ ہوگا اور یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کو حجت بنایا ہے، اور معتزلہ کہتے ہیں: کہ وہ (عقل) ایسی علت جو شرعی علتوں سے بڑھ کر قطعی ویقینی طور پر جس کو وہ اچھا جانے واجب اور جس کو وہ برا جانے حرام کرنے والی ہے، کیونکہ علل شرعیہ علامات ہیں جو بالذات موجب نہیں ہیں اور علل عقلیہ بذات خود موجب اور نا قابل نسخ وتبدیل ہیں۔

لہٰذا وہ دلیل شرعی کے ذریعہ اس چیز کو ثابت نہیں کرتے جس کا عقل ادارک نہ کرسکتی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کی رویئت، عذاب قبر، میزان، پل صراط اور آخرت کے عمومی احوال، اور انہوں نے اس بارے میں ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا: (اِنِّیْ اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٌ) (میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہے) اور یہ قول وحی سے پہلے عقل کے ذریعہ تھا اسی لئے آپ نے ''اراک'' (میں دیکھ رہا ہوں) فرمایا: ''اوحی الی'' (میری طرف وحی کی گئی ہے) نہیں فرمایا: اور وہ کہتے ہیں: صاحب عقل کے لئے طلب سے رکنے اور ایمان کے ترک کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے، اور عاقل بچہ اپنی عقل کی وجہ سے ایمان کا مکلّف ہے اگرچہ اس کو دلیل سمعی نہ پہنچی ہو، اور جس کو دعوت نہ پہنچے اس طرح سے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر پرورش پایا ہو، اگر وہ ایمان کا اعتقاد نہ رکھے اور نہ ہی کفر کا تو محض عقل کی وجہ سے ایمان واجب ہونے کی بناء پر وہ دوزخی ہوگا۔ اب رہا احکام شرعیہ کے معاملے میں تو وہ معذور ہے یہاں تک کہ اسکے خلاف حجت قائم ہوجائے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ ابومنصور رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی منقول ہے۔

اور ایسی صورت میں ہمارے اور معتزلہ کے درمیان سوائے طریق تخریج کے اور کوئی فرق نہ ہوگا، وہ یہ کہ عقل انکے نزدیک موجب ہے اور ہمارے پاس معرف ہے (یعنی موجب تو شرع ہی ہے اور عقل احکام کے معرفت کا ذریعہ ہے) (قمر الاقمار)

مگر شیخ ابومنصور اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا صحیح قول ومذہب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر فرمایا ہے: جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو اسکے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ محض عقل کی بناء پر مکلّف نہیں ہے لہٰذا اگر وہ ایمان کا اعتقاد نہ رکھے اور نہ ہی کفر کا، تو وہ معذور ہوگا۔ کیونکہ وہ اتنا عرصہ بھی نہیں پایا کہ جسمیں وہ غور وفکر اور استدلال کرسکے اور جب تجربہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرمائے اور نتائج کے حصول کی اسکو مہلت دے، تب وہ معذور نہیں رہیگا، اگرچہ اسکو دعوت نہ پہنچی ہو۔ اس لئے کہ مہلت دینا اور غور وتامل کی مدت کا پانا ظاہری نشانیوں میں غور وفکر کے ذریعہ دل کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے میں دعوت کے قائم مقام ہے، اور مہلت کی مدت پر کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے اس لئے کہ وہ مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے عقل مند مختصر عرصہ میں اس چیز کی راہ پاتے ہیں جسکی دوسرے نہیں پاتے، لہٰذا اسکی تعیین اللہ تعالیٰ کے حوالے کردی جائے۔ اور کہا گیا کہ مرتد کی مہلت کا لحاظ کرتے ہوئے اسکی مدت 3 دن مانی گئی ہے اور وہ ضعیف ہے، اور اشعریہ کے نزدیک وہ اعتقاد سے غافل رہے حتی کہ ہلاک ہوجائے یا شرک کا اعتقاد رکھے اور اس کو دعوت نہ پہنچی ہو تو وہ معذور ہوگا کیونکہ ان کے پاس اعتبار دلیل نقلی کا ہے اور وہ نہیں پائی گئی لہٰذا اگر کوئی اس جیسے شخص کو قتل کردے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ اسکا کفر معاف ہے۔

اور ہمارے نزدیک وہ ضامن نہیں ہے اگرچہ کہ دعوت سے قبل اسکو قتل کرنا حرام ہے۔ اور انکے پاس عقل مند بچے کا ایمان درست نہیں ہے اور ہمارے پاس درست ہے اگرچہ کہ وہ اسکا مکلّف نہیں ہے کیونکہ وجوب خطاب سے ثابت ہوتا ہے اور یہ وجوب اس سے ساقط ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق وعن النائم حتی یستیقظ** (تین اشخاص مرفوع القلم ہیں بچہ یہانتک کہ وہ بالغ ہوجائے، دیوانہ یہانتک کہ وہ افاقہ پاجائے، اور سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے۔

448/6453﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں شک نہیں کہ آدمی نمازی، روزہ دار، زکوۃ دینے والا، حج وعمرہ کرنے والا ہوتا ہے، یہاں تک کہ آپ نے بھلائی کی تمام قسموں کوذکرفرمایا، لیکن روز قیامت اس کواسکی عقل کے بقدر بدلہ دیا جائے گا۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

449/6454﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ائے ابوذر! کوئی عقل تدبیر کے مانند نہیں 1 ہے اور برائیوں سے رکنے کی طرح کوئی پرہیزگاری 2 نہیں ہے اورکوئی حسب خوش خلقی کے مانند 3 نہیں ہے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

450/6455﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا: کام کوتدبیر 4 سے اختیار کرو، پس اگر تم اس کے انجام میں بھلائی دیکھوتو اسکو پورا کرو، اور اگر تمہیں گمراہی کا اندیشہ ہوتو رک جاؤ۔(شرح السنہ)۔

451/6456﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم بن تیہان سے فرمایا: کیا تمہارا کوئی خادم ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: جب ہمارے پاس کوئی قیدی آئے توتم ہمارے پاس آؤ، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

1﴾ قوله: لا عقل کالتدبیر (کوئی عقل تدبیر کے مانند نہیں ہے) تو اسکے معنی یہ ہیں کہ کوئی عقل تدبیر والی عقل کی طرح نہیں یعنی اس عقل کے مانند جسکے ساتھ تدبیر ہو، اور وہ وہ ہے جو معاملے کے آخر اور انجام پر نظر رکھتی ہے اور آخرت میں قابل تعریف اور قابل مذمت چیزوں میں تمیز کرتی ہے۔(مرقات)

2﴾ قوله: لا ورع کالکف (برائیوں سے رکنے کی طرح کوئی پرہیزگاری نہیں ہے) نہایہ میں مذکور ہے کہ: "ورع" دراصل ممنوعات سے باز رہنا اور ان سے بچنا ہے، پھر حلال ومباح سے باز رہنے کیلئے اس کا استعارہ کیا گیا، میں کہتا ہوں: حدیث میں ورع سے مراد اسکے اصلی معنی اور "کف" سے اسکے عرفی معنی مراد ہیں۔(مرقات)

3﴾ قوله: لا حسب کحسن الخلق (کوئی حسب خوش خلقی کی طرح نہیں ہے) یعنی مخلوق کے ساتھ حسن خلق جیسی کوئی کسبی شرافت نہیں ہے۔ پہلی چیز یعنی حسب عام ہے اور دوسری چیز یعنی حسن خلق خاص ہے۔

4﴾ قوله: خذ الامر بالتدبیر (کام کوتدبیر سے اختیار کرو) یعنی اسکے انجام میں سوچ بچار کر کے اور اسکے فائدوں اور نقصانات کے بارے میں غور وفکر کر کے اور اس معاملے کے انجام پر نظر ڈال کر اختیار کرو۔(مرقات)

میں دو قیدی لائے گئے تو ابوالہیثم آپ کی خدمت میں آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کسی کو پسند کرلو، تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی آپ ہی میرے لئے پسند فرمائیں، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے اسکو لے لو! کیونکہ میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا اور اسکے ساتھ نیک برتاؤ کی میری وصیت قبول کرو۔(ترمذی)۔

452/6457﴿سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر پلٹ جائے تو وہ امانت ہے۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

453/6458﴿انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس امانت ہیں، سوائے تین مجلسوں کے: (1) ناحق خون کرنے سے متعلق (2) زنا کاری سے متعلق (3) ناحق کسی کے مال کو چھین لینے سے متعلق۔(ابوداؤد)۔

بَابُ الْحَذرِ وَالتَّأَنی فِی الْاُمُوْرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

19/222 بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

نرمی، حیاء اور اچھے اخلاق کا بیان

454/6459 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہے [1] نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر ایسی چیز عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور ایسی چیز جو اسکے سوا پر عطاء نہیں کرتا۔ (مسلم)۔

455/6460 ﴿ مسلم کی ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا: تم نرمی کو لازم کرلو، سختی اور بداخلاقی سے بچو، نرمی نہیں ہوتی کسی چیز میں مگر اس کو زینت دیتی ہے اور یہ کسی چیز سے نہیں نکال لی جاتی مگر اس کو عیب دار کردیتی ہے۔ (مسلم)۔

---

[1] ﴿ قولـه: ان اللـه رفيق (بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہے) یعنی اپنے بندوں پر لطف وکرم کرنے والا ہے ان کے ساتھ آسانی وسہولت چاہتا ہے اور ان کو ان کی وسعت کے مطابق مکلّف بناتا ہے اور ان پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کی انکو طاقت نہیں ہے اور بندوں کی نرمی کو پسند فرماتا ہے تاکہ آپس میں نرمی کا برتاؤ کریں اور طلب رزق وغیرہ جیسی اپنی ضرورتوں میں رفق ومہربانی کا معاملہ کریں اور سختی نہ برتیں پھر طلب رزق اور حصول مطالب میں رفق کو استعمال کرنے کی طرف اشارہ فرمایا اور اپنے اس قول کے ذریعہ ترغیب دی کہ، رفق ونرمی پر وہ چیزیں دی جاتی ہیں جو شدت وسختی پر نہیں دی جاتیں اور اس کو حصول مطلب پر زیادہ ممد ومددگار اور مقصد کو پانے کیلئے سب سے زیادہ کامیاب راستہ ہونے کی وجہ سے اس پر ترجیح دی پھر اس کو عام فرمادیا اور اپنے اس قول کے ذریعہ دوسرے اسباب پر اس کے مطلق راجح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا: جو اس کے ماسواء پر عطا نہیں کیا جاتا یعنی رفق کے علاوہ پر اور یہ بھی احتمال ہے کہ ماسواہ کی ضمیر عنف کی طرف ہو اس معنی میں کہ شدت وسختی کے سوا اور اسباب پر جو نہیں دیا جاتا ہے اور یہ حکم شدت وسختی کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ ان کے کلام کی توضیح کا مفہوم یہی ہے۔ (لمعات)۔

اور صاحب مرقات نے کہا ہے علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: ظاہر تو یہ ہے کہ کلمہ رفیق کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بطور نام کے جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ متواتر منقول نہیں ہے اور نہ یہ اسمیت کے ارادے سے استعمال کیا گیا ہے بعد کے آنے والے حکم کیلئے اس سے بطور تمہید خبر دی گئی ہے گویا آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہی اپنے بندوں پر ان کے معاملات میں نرمی کرتا ہے اور انکو رفق ونرمی پر وہ عطا فرماتا ہے جو اس کے علاوہ پر عطا نہیں فرماتا علامہ تورپشتی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں طبیب کا اسم موجود نہیں ہے اور رفیق کا بھی نہیں ہے تو دعاء میں یا طبیب اور یا رفیق کہنا جائز نہیں ہے، اھ۔ صاحب خازن اور صاحب مدارک نے کہا: اور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ توقیفی ہیں نہ کہ اصطلاحی اور منجملہ ان میں کے جو اس قول کی صحت ومضبوطی کے دلائل سے ہے یہ ہے کہ یا جواد کہنا جائز ہے لیکن یا سخی کہنا جائز نہیں ہے اسی طرح یا حکیم کہنا جائز ہے لیکن یا طبیب کہنا جائز نہیں ہے۔

456/6461 ﴿ سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص نرمی سے محروم ہوجاتا ہے وہ بھلائی سے محروم ہوجاتا ہے۔(مسلم)۔

457/6462 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس شخص کواسکی نرمی کا حصہ دیا گیا تواسکواسکی دنیا وآخرت کی بھلائی کا حصہ دیا گیا۔اور جوشخص اپنے نرمی کے حصہ سے محروم ہوگیا وہ اپنے دنیا اورآخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم ہوگیا۔(شرح السنہ)۔

458/6463 ﴿ انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں کے ساتھ نرمی کرنے کا ارادہ نہیں کرتا مگران کونفع دیتا ہے اور ان کواس سے محروم نہیں کرتا مگران کوضرر دیتا ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

459/6464 ﴿ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: حیاءنہیں 1 لاتی مگرخیرکو۔

460/6465 ﴿ ایک روایت میں ہے،حیاءساری کی ساری خیر ہے(متفق علیہ)۔

461/6466 ﴿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1 ﴿ قولہ: الحیا لایاتی الابخیر الخ (حیاءنہیں لاتی مگرخیرکو) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بعض حضرات پراس حدیث کافہم مشکل ودشوار ہوتا ہے اس طرح سے کہ حیاء بعض حقوق میں خلل ڈالتی ہے اور بعض میں جیسے بھلائی کاحکم دینا، برائی سے روکنا اورعلم کے بارے میں سؤال کرناان سے روکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ معنی جس کا درحقیقت حیاء سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ عاجزی اور بزدلی ہے جس کا باعتبارلغت حیاء، نام دیا جاتا ہے،لیکن شریعت میں حیاء کی حقیقت وہ ایک باطنی صفت ہے جوشرعاً بری چیز چھوڑنے پراس کوابھارتی ہے،انتھیٰ۔اور درست بات یہ ہوسکتی ہے کہ حیاء کے معنی شرعاًیاطبعاً کسی بری چیز کے ارتکاب سے نفس کارک جانا ہےلیکن شریعت میں پسندیدہ قابل ستائش حیاءایسی شرعی قبیح چیز میں ہے جوحرام ہو یامکروہ ہو یاخلاف اولی ہوبہتر جواب وہ ہے جوبعض حاشیوں میں مذکور ہے کہ یہ قاعدۂ کلیہ الحیاء خیر کلہ (حیاتمام ترخیر ہے) مخصوص ہےاس بات سے کہ وہ حق کی رضا کے موافق ہوتوتم غورکرو(لمعات)۔

انصار میں کے ایک شخص کے پاس سے گذرے اور وہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کررہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑو، کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔(متفق علیہ)۔

462/6467 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے والا ہے) اور بدگوئی سخت دلی ہے اور وہ دوزخ میں (لے جانی والی چیز) ہے۔(احمد، ترمذی)۔

463/6468 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ایک ساتھ ملا دیئے [1] گئے ہیں، پس جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اٹھالیا جاتا تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

464/6469 ﴿ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے جب ان دونوں میں سے کوئی بھی چھین لیا جائے تو دوسرا اس کے پیچھے چلے جاتا ہے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

464/6470 ﴿سیدنا زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً ہر دین کی ایک اخلاقی خوبی [2] ہے اور اسلام کے اخلاق حیاء ہے امام مالک نے اسکو مرسل روایت کیا ہے۔(ابن ماجہ، بیہقی: شعب الایمان)۔

466/6471 ﴿سیدنا ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سابقہ نبوت [3] کے کلام میں سے جسکو لوگوں نے پایا ان میں سے

---

1 ﴿ قولہ: قرنا (دونوں ایک ساتھ ملا دئے گئے) صیغہ تثنیہ ماضی مجہول ہے یعنی وہ دونوں ملا دیئے گئے۔(مرقات)

2 ﴿ قولہ: ان لکل دین خلقا (یقیناً ہر دین کی ایک اخلاقی خوبی ہے) اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام اہل ادیان پر حیاء کے علاوہ اخلاق کی کوئی نہ کوئی صفت غالب رہی ہے اور ہمارے دین والوں پر حیاء کا غلبہ ہے، کیونکہ وہ شریفانہ اخلاق کو مکمل کرنے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو مکمل کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے ہیں۔(مرقات)

3 ﴿ قولہ: مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی (سابقہ نبوت کے کلام میں سے جسکو لوگوں نے پایا ہے اس میں سے......) ناس رفع کے ساتھ ہے اور ''من'' تبعیضیہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سابقہ انبیاء مرسلین کے منجملہ اخبار کے ہے اور اسکی نسبت انکی طرف یہ بتلانے کے لئے ہے کہ یہ بات وحی کے نتائج میں سے ہے۔(مرقات)

یہ ہے کہ جب تو شرم نہیں کرتا تو جو چاہے 1 کر۔(بخاری)۔

467/6472 سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: نیکی تو اچھے اخلاق 2 ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے 3 میں کھٹکے اور تو یہ ناپسند کرے کہ لوگ اس سے واقف ہوں۔(مسلم)۔

---

1 قولہ: فاصنع ما شئتَ (تو جو چاہے کر) یعنی نامناسب کاموں سے روکنے والی صرف حیاء ہے اگر وہ نہ ہو تو ہر نامناسب چیز سرزد ہوتی ہے۔ پس صیغہ امر خبر کے معنی میں ہے یا امر سرزنش کیلئے ہے، شاعر نے کہا: جب تجھ کو راتوں کے انجام کار کا خوف نہ ہو۔ اور تو حیاء نہیں کرتا تو جو چاہے کر بخدا زندگی اور دنیا میں کوئی خیر نہیں جب حیاء کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے امر کا صیغہ اباحت کیلئے ہونا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مختار ہے، یعنی جب تو کوئی چیز کرنا چاہے تو اگر وہ اس طرح سے ہو کہ تو اس کے کرنے میں اللہ اور لوگوں سے حیاء نہیں کرتا ہے تو اسکو انجام دے ورنہ نہیں۔ کہ جب تو کسی کام کو کرنے سے حیاء نہ کرے تو یہ اس کو کرنے کے جواز کی دلیل ہے۔(مرقات)

2 قولہ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ (نیکی تو اچھے اخلاق ہیں) اچھے اخلاق کی تفسیر تکلیف کو برداشت کرنے، غصہ نہ کرنے، کشادہ روئی سے پیش آنے اور شیریں کلامی سے کی گئی ہے۔ اور یہ تمام الفاظ معنی میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور بعض محققین نے کہا: بہترین اخلاق مخلوق کے ساتھ حسن معاشرت اور میل جول سے عبارت ہیں، اسطرح سے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ تقدیر کی قید و بند میں ہیں اور یہ کہ انکی فطرت و اخلاق، رزق اور موت سب تقدیر سے ہیں پس آدمی اپنی استطاعت کے مطابق ان سے حسن سلوک کرتا ہے تو وہ اس سے امن میں رہتے ہیں اور اس سے بالا اختیار محبت و مودت رکھتے ہیں۔ اب رہا خالق کے ساتھ تو وہ اس طرح سے ہے کہ وہ تمام فرائض و نوافل کو ادا کرنے میں مشغول ہو جائے اور مختلف فضیلت کی چیزوں کو انجام دے، یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ اس سے ہو سکا وہ ناقص و ناتمام ہے جس میں معذرت کا محتاج ہے اور ہر وہ چیز جو حق تعالیٰ سے صدور میں آئے وہ کامل و تمام ہے اور موجب شکر ہے۔

3 قولہ: والاثم ما حاک الخ (اور گناہ وہ ہے جو کھٹکے) یعنی تردد ہو اس طرح سے کہ اس کیلئے کوئی انشراح نہ ہو اور جس کے تعلق سے دل میں اس کے گناہ ہونے کی وجہ سے شک اور خوف پیدا ہو جائے اور اسکو بے چین و بے قرار کردے اور جس سے وہ مطمئن نہ ہو اور جس پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناگوار گزرے۔ وہ اس لئے کہ نفس فطری طور پر اپنی خیر پر لوگوں کے مطلع ہونے کو پسند کرتا ہے پس جب اس کے بعض افعال و اعمال پر اطلاع تجھے ناگوار گذرے تو وہ ایسا کام نہیں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ یا وہ ایسی چیز نہیں ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جسمیں کوئی خیر و بھلائی ہی نہ ہو تب تو وہ گناہ اور شر ہے۔ تفصیلی جواب کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی کام خالی نہ ہوگا اس بات سے کہ عقل یا تو اسکے بہتر ہونے یا برے ہونے کا قطعی فیصلہ کرے گی یا ان دونوں کے بارے میں اسے تردد ہوگا۔ تو پہلی چیز ہی نیکی ہے اور اس کے علاوہ جو بھی ہو وہ گناہ ہے۔ اور یہ ایک ایسے قاعدہ کلیہ کی تمہید ہے جس کے تحت احکام عملیہ کے کئی ایسے جزئی مسائل ہیں جن کا اچھا یا برا ہونا شریعت سے نہ یقینی طور پر معلوم ہے اور نہ ہی ظنی طور پر۔(مرقات)

اور لمعات میں ہے آپ کے ارشاد "والاثم ماحاک فی صدرک" کے معنی یہ ہیکہ یعنی وہ اس میں اثر پذیر ہو اور تجھ کو تردد میں ڈال دے اور تیرا دل مطمئن نہ ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ گناہ اور کراہت ضرور ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "استفت قلبک" (تو اپنے دل سے دریافت کر) سے یہی مراد ہے، اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جس کیلئے اللہ نے شرح صدر فرمایا ہو اور اس کے دل کو روشن و منور کردیا ہو، علاوہ ازیں وہ اس چیز سے متعلق ہے جس کے بارے میں نہ تو شارع کا نص اور نہ علماء کا اجماع یا نصوص ایک دوسرے کے معارض اور اقوال مختلف ہوں تب وہ اپنے دل کے فتوے سے دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرے گا۔

468/6473﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہے۔ (بخاری)۔

469/6474﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان میں سب سے زیادہ کامل وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے زیادہ اچھے ہیں۔ (ابوداؤد، دارمی)۔

470/6475﴾سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو تم میں اخلاق میں اچھے ہیں۔ (متفق علیہ)۔

471/6476﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو تم میں کے اچھے لوگ نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں بتایئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کے اچھے لوگ وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق میں تم میں سب سے اچھے ہوں۔ (احمد)۔

472/6477﴾قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب سے روایت ہے انہوں نے کہا: صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں بہترین چیز کونسی ہے جو انسان کو عطاء کی گئی ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھے اخلاق۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

اور شرح السنہ میں سیدنا اسامہ بن شریک سے روایت ہے۔

473/6478﴾سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنی کہ مومن اپنے اچھے اخلاق سے رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

474/6479﴿سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو! اور برائی سرزد ہو جانے کے ساتھ ہی نیکی کرو! تو وہ نیکی اس برائی کو مٹادیگی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آوَ۔ (احمد، ترمذی، دارمی)۔

475/6480﴿سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کی جس وقت کہ میں گھوڑے پر سوار ہونے کیلئے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اپنے اخلاق لوگوں سے اچھے رکھو۔ (مالک)۔

476/6481﴿سیدنا مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اچھے اخلاق کو مکمل کروں۔ (موَطا)۔ اور امام احمد نے اِس کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

477/6482﴿سیدنا جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے: **الحمد لله الذی حسن خلقی وخلقی وزان منی ماشان غیری** 1 (تمام تعریف اللہ کیلئے ہے، جس نے میری صورت و سیرت کو حسین بنایا اور میری اس شیٔ کو زینت دی جسے دوسروں کیلئے عیب دار بنایا)۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلا روایت کیا ہے)۔

---

1 ﴿قولہ: **اذا نظر فی المِراۃ قال الحمد لله** الخ (جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ میں دیکھتے تو الحمد للہ فرماتے) طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں آئینہ میں دیکھنے اور خوبصورتی اور خوش خُلقی پر **الحمد لله** کہنا مستحب ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں جن پر شکر بجالانا واجب ہے اھ۔ یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ آئینہ سے ظاہری حسن کی معرفت تو ظاہری اعضاء کی وجہ سے ظاہر ہے لیکن اخلاق اور سیرت کو ذکر کرنے کے کیا معنی ہیں کیونکہ وہ ایک باطنی امر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ظاہر باطن کا عنوان ہے یا یہ کہ وہ ''الشیٔ بالشیٔ یذکر'' (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے) کی قبیل سے ہے۔ اگر تم یہ کہیں کہ کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غیر کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس میں آپ کی اقتداء کرے اور یہ حمد کہے یا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اور آپ کے علاوہ لوگ وہ دعا کر سکتے ہیں جو اس سے متصل حدیث شریف آرہی ہے؟ تو میں کہتا ہوں: ہر مومن کے لئے یہ کہنا جائز ہے، کیونکہ انسان بہترین صورت پر پیدا کئے جانے اور صاحب ایمان ہونے کے لحاظ سے بلاشبہ وہ درست صورت اور معتدل دین پر ہے۔ اور ہر جاننے والے سے بڑھ کر ایک جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

478/6483﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اے اللہ جیسا تو نے میری صورت کو اچھا بنایا ہے میری سیرت بھی اچھی کر دے۔(احمد)۔

479/6484﴿ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بیشک سب سے بھاری چیز جو قیامت کے دن مومن کے میزان میں رکھی جائیگی اچھے اخلاق ہیں اور اللہ بداخلاق، بدزبان کو ناپسند کرتا ہے۔(ترمذی)۔

اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام ابوداؤد نے فصل اول کی (یعنی صرف خلق حسن تک) روایت کیا ہے۔

480/6485﴿ سیدنا حارثہ بن وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سخت دل اور بدکلامی کرنے والا شخص داخل نہیں ہوگا۔آپ نے فرمایا:'' جوَّ اظُ '' سخت دل آدمی ہے۔(ابوداؤد، بیہقی: شعب الایمان)۔

اور صاحب جامع اصول نے اس میں سیدنا حارثہ سے روایت کی ہے، اور شرح السنہ میں ان ہی سے مروی ہے اور اِن کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے فرمایا: سخت دل سخت زبان آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جعظری کے معنی سخت دل سخت زبان لفظ کے ہیں۔اور مصابیح کے نسخوں میں سیدنا عکرمہ بن وھب سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا:''جَـوَّ اظ'' وہ شخص ہے جو جمع کرے اور خرچ نہ کرے اور جَعْظَرِیّ کے معنی سخت دل سخت زبان کے ہیں۔

481/6486﴿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو دوزخ پر حرام ہے اور دوزخ اس پر حرام ہے۔ ہر نرم مزاج، نرم زبان، قریب رہنے والا اور درگزر کرنے والا۔(احمد، ترمذی)۔

482/6487﴾سیدنا مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نرم مزاج، نرم زبان ہوتے ہیں جیسا ناک میں نکیل والا اونٹ ہوتا ہے 1 اگر اس کو کھینچ کر لے جایا جائے تو فرمانبردار رہتا ہے اور اگر اسکو کسی چٹان پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ اسکی روایت امام ترمذی نے مرسلا کی ہے اور امام بیہقی نے ابن عمر سے متصل اور مرفوع روایت کی ہے۔

483/6488﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن سیدھا سادھا کرم والا ہوتا ہے، اور فاجر دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

484/6489﴾سیدنا سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی غصہ کو پی جائے جبکہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو تمام مخلوقات کے سامنے قیامت کے دن اسکو بلائیگا یہاں تک کہ اسکو اختیار دیگا کہ حوروں میں سے جس کو چاہے لے لے۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

485/6490﴾اور ابوداؤد کی ایک روایت میں (یہ اضافہ ہے) سوید بن وھب سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے فرزندوں میں سے کسی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔

486/6491﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو برا کہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تعجب کر رہے تھے اور مسکراتے جاتے تھے، پس جب وہ زیادہ برا بولنے لگا تو آپ نے اس کی ایک بات کا جواب دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور اٹھ گئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کئے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مجھے برا بول رہا تھا اور آپ تشریف فرما تھے، پس جب میں اس کو اس کی ایک بات کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے اور اٹھ گئے،

1 ﴾ قولہ: المؤمنون هينون لينون الخ (مسلمان نرم مزاج، نرم زبان ہوتے ہیں) شرح السنۃ میں اس حدیث شریف کے معنی یہ ہے کہ مومن احکامات وممنوعات میں شارع کا انتہائی فرمانبردار ہوتا ہے۔ اور آپ کے اس قول ''ان انيخ على صخرة استناخ'' (اگر اس کو کسی چٹان پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے) میں مشقتوں کو برداشت کرنے کی کثرت بتلانا ہے۔ اس لئے کہ چٹان پر اونٹ بٹھانا اس کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ (مرقات)۔

تو آپ نے فرمایا: تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا وہ اس کو جواب دے رہا تھا پس جب تم نے اس کو جواب دیا تو شیطان بیچ میں آ گیا پھر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر تین باتیں وہ ساری کی ساری حق ہیں (1) نہیں ہے کوئی بندہ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ کے لئے درگزر کردے مگر اس کی وجہ سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے (2) اور نہیں ہے کوئی آدمی جو داد و دہش کا دروازہ کھولتا صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے مال میں اضافہ کرتا ہے (3) اور نہیں ہے کوئی آدمی جو مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اس کے ذریعہ مال میں اضافہ کرنا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس میں اور کمی کر دیتا ہے۔ (احمد)

487/6492 ﴿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی لوگوں سے میل جول رکھتا 1 ہے اور انکی تکلیف پر صبر کرتا ہے تو وہ فضیلت والا ہے اس آدمی کے مقابلہ میں جو ان سے میل جول نہیں رکھتا اور ان کی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴿ قولہ: الذی یخالط الناس الخ (جو آدمی لوگوں سے میل جول رکھتا ہے) اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو گوشہ نشینی پر میل جول کو ترجیح کے قائل ہیں۔ اور اس میں ایک مشہور اختلاف ہے۔ امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ میل جول افضل ہے۔ کیونکہ اس میں فوائد کا حصول، اور شعائر اسلام میں حاضر ہونا، مسلمانوں کی جماعت کو زیادہ کرنا، ان کے لئے خیر رسانی کرنا، نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کا تعاون اور محتاج کی فریاد رسی ہوا کرتی ہے۔ اور اگر وہ صاحب علم یا زھد والا ہو تو اس کے میل جول کی فضیلت اور بڑھ جاتی ہے۔

اور اکثر تابعین میل جول کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ اسی طرف حضرت سعید بن مسیّب، امام شعبی، ابن ابی لیلی، ہشام بن عروہ، ابن شبرمہ، شریح، شریک بن عبداللہ، ابن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور ایک بڑی جماعت کا رجحان ہے۔

اور بعض جماعتوں کا مذہب یہ ہے کہ گوشہ نشینی افضل ہے۔ اور کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں کہا ہے: ہمارے زمانے میں قول مختار یہ ہے کہ گناہوں سے محفلوں کے شاذ و نادر ہی خالی ہونے کی وجہ سے گوشہ نشینی افضل ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: انہوں نے (کرمانی نے) جو کہا میں اس میں انکی موافقت کرتا ہوں کیونکہ اس زمانے میں لوگوں کے ساتھ میل جول صرف برائیوں ہی کو لاتا ہے۔

جمہور نے گوشہ نشینی کی احادیث کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ فتنوں اور جنگوں کے زمانے میں گوشہ نشین رہنے پر محمول ہیں یا وہ اس شخص کے بارے میں ہیں جس سے لوگ محفوظ نہ رہیں اور جو ان پر صبر و تحمل سے کام نہیں لیتا ہو یا اس جیسی کوئی خاص وجہ ہو۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور جمہور صحابہ، تابعین، علماء و صوفیاء میل جول رکھا کرتے تھے، چنانچہ وہ جمعہ، جماعت اور جنازوں میں حاضر ہونا، مریضوں کی عیادت کرنا اور ذکر کے حلقوں میں شرکت کرنا وغیرہ جیسے میل جول کے فوائد حاصل کیا کرتے تھے۔ (مرقات، انجاح الحاجتہ، شرح احیاء)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

20/223 بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

غصہ اور تکبر کا بیان

۱/۱﴾ اللہ بزرگ و برتر کا فرمان ہے: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ جوخوش حالی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ (3۔آل عمران، آیت: 34)۔

488/6493﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا کوئی گھونٹ نہیں پیا جو اللہ بزرگ و برتر کے پاس غصہ کے اس گھونٹ سے بڑھ کر زیادہ فضیلت والا جسکو وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوئے پی جاتا ہے۔ (احمد)۔

489/6494﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں تیرے پاس زیادہ عزت والا کون ہے: تو اس نے فرمایا: وہ آدمی جسکو قدرت حاصل ہو جائے تو معاف کردے۔ (بیہقی: شعب الایمان)

490/6495﴾ انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھاڑ دینے سے پہلوان نہیں ہوتا، پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

491/6496﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے

ارشاد اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (41۔حم السجدۃ۔34) کی تفسیر سے متعلق،تم ایسے طریقہ سے دفع کرو جو بہت اچھا ہو،فرمایا: غصہ کے وقت صبر کرنا اور برا سلوک کرنے کے وقت معاف کردینا اور جب وہ ایسا کریں گے 1 تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کریگا اور ان کے لئے ان کا دشمن (اسطرح) جھک جائیگا کہ گویا وہ گہرا اور قریبی دوست ہے۔(امام بخاری نے تعلیقاً اسکی روایت کی ہے)۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام بخاری جس حدیث کی تعلیق صیغہ مجہول سے کریں وہ ضعیف ہے اور جس کو وہ معروف کے صیغہ سے بیان کریں وہ صحیح حدیث ہے۔

492/6497﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے،اللہ تعالیٰ اسکے عیب کو چھپا دیتے ہیں اور جو آدمی اپنے غصہ کو روک لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو روک لیگا،اور جو آدمی اللہ کی جناب میں عذر پیش کریگا اور اپنے قصور کا اعتراف کریگا اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کرلے گا۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

493/6498﴿سیدنا بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کردیتا ہے جیسا ایلوہ شہد کو خراب کردیتا ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

494/6499﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ مجھے نصیحت فرمائیں،تو آپ نے فرمایا: غصہ مت کر، پس اس نے کئی مرتبہ سوال کو لوٹایا تو آپ نے یہی فرمایا: غصہ مت کر۔(بخاری)۔

1﴿ قولہ: فاذا فعلوا الخ (اور جب وہ ایسا کرینگے) حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہترین طریقہ دشمنی کو محبت سے بدل دیتا ہے اور کینہ،حسد، غیبت اور اس جیسے قبیح اخلاق کو دور کرتا ہے۔(مرقات)۔

495/6500 سیدنا عطیہ بن عروہ سعدی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھادیا جاتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی غصہ میں آجائے تو چاہئے کہ وہ وضو کرلے۔ (ابوداؤد)۔

496/6501 سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی غصہ میں آجائے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے، پس اگر اس سے غصہ ختم ہوجائے تو ٹھیک ہے ورنہ چاہئے کہ وہ لیٹ جائے۔ (احمد، ترمذی)۔

497/6502 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر ہو، تو ایک شخص نے عرض کیا: کوئی بھی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس [1] کا جوتا اچھا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر تو حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (مسلم)۔

498/6503 انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کوئی

---

1 قولہ: ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنا الخ (کوئی بھی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اسکے کپڑے اچھے ہوں اور اسکا جوتا اچھا ہو) اسکا لحاظ کئے بغیر کہ لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس پر مرتب ہونے والے غرور، تکبر، شہرت اور ریاکاری کا لحاظ کئے بغیر ہو (تو ٹھیک ہے) اور اسکی سچائی کی علامت یہ ہے کہ وہ تنہائی میں بھی اسکو پسند کرے، شاید سوال کرنے کی وجہ وہ ہے جسکو علامہ طیبی نے ذکر کیا کہ جب اس شخص نے عمدہ لباس پہننے اور اس طرح کے کاموں کو متکبرین کی عادت دیکھا تو یہ سوال کیا۔ (ماخوذ از مرقات)

صاحب عرف شذی نے کہا: امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا کہ ایسی چیز کا دعوی کرنا جو دوسرے میں موجود نہ ہو تکبر میں داخل نہیں اور تکبر انسان کے اس غرور کو کہتے ہیں جسکی وجہ سے وہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے۔

اور فتح القدیر کے کتاب الصیام میں ہے کہ جمال اچھے اخلاق سے ہے اور زینت شیطان کی عادتوں سے ہے اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ تکبر وظلم کا بدلہ دنیا اور آخرت میں یقیناً دیا جائیگا اور مومن پر واجب ہے کہ وہ ایسی درمیانی حالت اختیار کرے کہ اسکی طرف زینت یا خستہ حالی کی وجہ سے انگلیاں نہ اُٹھنے پائیں۔

آدمی دوزخ میں نہیں جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر 1 ایمان ہو، اور ایسا کوئی آدمی جنت میں نہیں جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو۔ (مسلم)۔

499/6504 ﴾ سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں تم کو جنت والے لوگ بتاتا ہوں ہر ایسا ضعیف آدمی جسکو ضعیف 2 سمجھ لیا گیا ہے اگر وہ کسی کام کے لئے اللہ پر قسم کھالے تو وہ اسکو ضرور پورا کردیگا، سنو! میں تم کو دوزخ والے لوگ بتاتا ہوں، ہر جھگڑالو، سخت 3 دل اور متکبر آدمی۔ (متفق علیہ)۔

---

1 ﴾ **قوله: لا يدخل النار احد فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان** (ایسا کوئی آدمی دوزخ میں نہیں جائیگا جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو) یعنی ایمان کا ثمرہ ہو اور وہ ظاہر و باطن سے تعلق رکھنے والے اسکے اخلاق ہیں جو ایمان واتقان کے نور اور اس کے ظہور سے نکلتے ہیں کیونکہ حقیقت ایمان جو تصدیق ہے زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتی، اور علامہ طیبی کا یہ کہنا کہ ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان زیادتی اور کمی کو قبول کرنے والا ہے'' ایمان واتقان کی حقیقت سے لاشعوری میں نکل گیا ہے کیونکہ مومن بہ کی کثرت کے اعتبار کئے بغیر ایمان کے اجزاء نہیں ہوتے اور کوئی شک نہیں کہ جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے ان میں سے صرف بعض پر ایمان لانا ایمان نہ لانے کے برابر ہے، ہاں اسکی کئی شاخیں ہیں اور یہ اس کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ اور باقی تمام ظاہری احکام، اور اسی طرح عاجزی، شفقت اور دیگر تمام روشن باطنی اخلاق ہیں اور اسی سے متعلق یہ حدیث شریف ہے کہ ایمان کی ستر پر چند شاخیں ہیں، اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس پر یہ حدیث شریف: حیاء ایمان کی شاخ ہے، دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حیاء ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں اور اس کے مقابل یہ قول لانا کہ ایسا کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو، اسی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہیکہ محض تکبر کفر نہیں، اور حق کو قبول کرنے سے تکبر کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ ہاں کفر زیادتی اور کمی کو قبول کرتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ (سورہ البقرۃ: آیت 236) (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست اور مددگار ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے) یعنی کفر اور ناشکری کی ان گنت تاریکیوں سے روشنی میں یعنی توحید و ایمان کی روشنی میں لاتا ہے تو حدیث کے معنی یہ ہے کہ تکبر کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ اس سے اور ہر بری عادت سے پاک کیا جائیگا یا تو عذاب دیکر یا اللہ تعالیٰ کے درگذر کرنے سے پھر وہ جنت میں داخل کیا جائیگا۔ (مرقات)۔

2 ﴾ **قوله: كل ضعيف متضعف** (ہر ضعیف آدمی جسکو ضعیف سمجھ لیا گیا ہو) ''متضعف'' عین کو زبر کے ساتھ ہے اور تاکید کے بطور زیر دیا جاتا ہے جیسے ''جنود مجندۃ'' ہے۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہر وہ شخص جسکی عاجزی وفروتنی مومنوں کے ساتھ زیادہ ہو وہ مقربین کے بلند ترین درجہ پر ہوتا ہے جیسا کہ وہ شخص جو زیادہ تکبر اور سرکشی کرنے والا ہو سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا ہے اور امام نووی نے کہا: محدثین نے عین کے زبر اور زیر کے ساتھ اسکو پڑھا ہے اور زبر مشہور ہے اور اسکے معنی ہیں: دنیا میں آدمی کی حالت کی کمزوری کی وجہ سے لوگ اسکو کمزور سمجھتے ہوں، حقیر جانتے ہوں اور اس پر جرأت کرتے ہوں۔ (مرقات)۔

3 ﴾ **قوله: زنيم** (حرامی) جس کے نسب میں شبہ ہو قوم میں مل گیا ہو حالانکہ وہ ان میں سے نہ ہو۔ اسکو ''زنمۃ'' سے تشبیہ دی گئی اور وہ بکری کے کان سے کاٹا ہوا حصہ ہے جسکو لٹکتا چھوڑ دیا جائے، اسکو علامہ طیبی نے ذکر کیا اور یہ معنی ولید بن مغیرہ اور اس جیسوں کے بارے میں نازل شدہ آیت کے مناسب ہے۔ اب رہی حدیث شریف تو اسکی تشریح عام معنی سے کرنا چاہئے کہ وہ کمینہ جو اپنی کم ظرفی یا اپنی برائی سے مشہور ہو۔ (مرقات)۔

500/6505 ﴾ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے ہر سخت دل نسب بدلنے والا حرامی متکبر آدمی۔

501/6506 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بڑائی میری چادر 1 ہے اور عظمت (بزرگی) میرا تہبند ہے۔ تو جو کوئی ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اسکو دوزخ میں داخل کروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے اسکو دوزخ میں پھینک دوں گا۔ (مسلم)۔

503/6507 ﴾ سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تکبر کرنے والے قیامت کے دن انسانوں کی صورت میں چیونٹیوں کی طرح اٹھائے جائیں گے 2، ان پر ہر جگہ سے ذلت چھاتی رہیگی، وہ دوزخ میں ایک قید خانہ کی طرف ہانکے جائیں گے، اس کا نام بولس ہوگا، ان پر آگوں کی آگ 3 چھاتی رہیگی، ان کو دوزخیوں کا نچوڑا ہوا خراب بدبودار پیپ "طینۃ الخبال" 4 پلایا جائیگا۔ (ترمذی)۔

504/6508 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا۔

---

1 ﴾ قولہ: الکبریاء دائی والعظمة ازاری (کبریائی میری چادر ہے اور بزرگی میرا تہبند ہے) امام فخر الدین رازی نے کہا: کبریائی کو چادر کے قائم مقام اور عظمت کو تہبند کے قائم مقام کیا گیا اور واضح ہے کہ درجہ کے اعتبار سے چادر و تہبند سے بلند تر ہے تو یہ ضروری ہے کہ کبریائی کی صفت، صفت ہونے کے اعتبار سے عظمت کی صفت سے برتر ہو پھر امام رازی نے کہا: اللہ تعالیٰ بذات خود بڑائی والا ہے چاہے دوسرا اسکو بڑا سمجھے یا نہ سمجھے، خواہ کوئی اس صفت کو جانے یا نہ جانے، اب رہی صفت عظمت تو اس سے مراد دوسرے کا اللہ تعالیٰ کو عظمت والا جاننا ہے اور جب ایسا ہو تو پہلی صفت ذاتی اور دوسری صفت اضافی ہوئی، اور ذاتی اضافی برتر ہوتی ہے تو معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور مخلوق پر تکبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں ذلت ورسوائی میں مبتلا کرتا ہے اور آخرت میں اسکو دوزخ کی آخری منزل میں پھینک دیگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کے ساتھ تواضع وانکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے مرتبہ کو دنیا اور آخرت میں بلند فرماتا ہے۔

2 ﴾ قولہ: یحشر المتکبرون امثال الذر الخ (تکبر کرنے والے چیونٹیوں کے مانند اٹھائے جائینگے) تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو ان کی قبروں سے انکی کامل صورتوں پر اور ان کے تمام معدوم اجزاء کے ساتھ اٹھائیگا، پھر انکو میدان حشر میں مذکورہ صورت پر بنادیگا، یعنی ان کی صورتیں انسان کی ہونگی اور ان کی ذلت ورسوائی کیلئے ان کے جسم چیونٹیوں کے جسم کی طرح ہونگے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

3 ﴾ قولہ: نار الانیار (آگوں کی آگ) علامہ قاضی عیاض نے کہا: نار کی اضافت انیار کی طرف مبالغہ کے لئے ہے گویا یہ آگ اپنی سخت تپش اور شدت حرارت کی وجہ سے دوسری آگوں کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہے جیسا کہ کوئی آگ دوسری چیزوں کے ساتھ کرتی ہے۔ (مرقات)

4 ﴾ قولہ: طینة الخبال (طینۃ الخبال) ماقبل کی تفسیر ہے اور وہ دوزخیوں کے پیپ کا نام ہے۔ (مرقات)۔

505/6509 ﴿ اور ایک روایت میں ہے اور نہ انکی طرف دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، زانی بوڑھا، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم)۔

506/6510 ﴿ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جبکہ آپ منبر پر تھے، اے لوگو! تم تواضع اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو آدمی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسکو بلند کردیتا ہے، پس وہ اپنے دل میں تو چھوٹا سمجھتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوجاتا ہے اور جو آدمی تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گرادیتا ہے، پس وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہوجاتا ہے اور اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ ضرور ان کے نزدیک کتے اور سور سے زیادہ ذلیل ہوجاتا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

507/6511 ﴿ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنی بڑائی کرتے [1] رہتا ہے یہاں تک کہ تکبر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسکو وہ عذاب پہنچے گا جو ان (یعنی متکبرین) کو پہنچتا ہے۔ (ترمذی)

508/6512 ﴿ سیدتنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہوں: وہ کتنا برا بندہ ہے جو خود کو بڑا [2] سمجھا، اور تکبر کیا اور حقیقی بالا و بلند پروردگار کو بھول گیا، اور وہ کتنا برا بندہ ہے جو ظلم کیا اور زیادتی کیا اور اعلی سطوت وقدرت والے کو بھول گیا، اور وہ بندہ کیا ہی برا بندہ ہے [3] جو بھول گیا اور غفلت میں پڑ گیا

---

[1] ﴿ قولہ: یذھب بنفسہ (اپنی بڑائی کرتے رہتا ہے) ''باء'' تعدیہ کے لئے ہے یعنی اپنے آپ کو بلند ظاہر کرتا ہے۔ اور دوسروں سے خود کو اونچے مرتبہ میں ظاہر کرتا ہے اور بڑے مرتبہ والا سمجھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے درجہ اور رتبہ سے بلند تر رتبہ میں ظاہر کرتا رہتا ہے، اور ''فیصیبہ'' زبر کے ساتھ ہے اور اسکو پیش کے ساتھ بھی کہا گیا ہے، یعنی اس شخص کو دنیا کی ایسی مصیبتیں اور آخرت کی ایسی سزائیں ملیں گی جو فرعون، ہامان اور قارون جیسے متکبرین کو ملی ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)

[2] ﴿ قولہ: تخیل یعنی تکبر کیا اور ''واختال'' کے معنی ناز ونخرہ سے چلنا اور یہ لفظ ''خیلاء'' سے ماخوذ ہے اور یہ تکبر کرنا ہے اور منصب، دولت وجمال، علم واعمال، احوال اور کمال کے وہم میں خود پسندی میں مبتلا ہونا ہے (مرقات)

[3] قولہ: سھیٰ ولھیٰ (بھول گیا اور غفلت میں پڑ گیا) ان کو الف کے ساتھ لکھا جائیگا کیونکہ یہ دونوں واوی ہیں، سہو اور لہو سے ماخوذ ہیں اور بہت سے نسخوں میں یاء کے ساتھ ہے تو شاید یہ مسجع کلام کے فواصل میں لفظی مشابہت کے لئے ہے اور یہاں ''سھا'' کے معنی ہے حق اور فرمانبرداری سے غافل ہونا ہے اور انبیاء اور صالحین سے جو سہو ہو، وہ غفلت کے معنی میں نہیں ہے۔ (مرقات)

اور قبرستان کو اور اپنے گل جانے کو بھول گیا، اور کتنا برا ہے جو سرکشی کرے اور حد سے بڑھ جائے اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول جائے، وہ کتنا برا بندہ ہے جو دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیتا[1] ہے، وہ کتنا برا بندہ ہے جو دین کو شبہات کے ذریعہ[2] بگاڑ لیتا ہے، وہ بندہ کس قدر برا بندہ ہے حرص[3] جسکو لیکر چلتی ہے، وہ کس قدر برا بندہ ہے جسکو خواہش نفس بھٹکاتی ہے، وہ کس قدر برا بندہ ہے جس کو دنیا کی خواہشات[4] ذلیل کرتی ہیں۔ (ترمذی، بیہقی: شعب الایمان)

امام بیہقی نے کہا: اسکی سند مضبوط نہیں ہے، ملا علی قاری نے کہا: سندوں کی زیادتی ضعیف حدیث کو بھی قوی کر دیتی ہے اس کو حسن لغیرہ بنا دیتی ہے اور اس سے مقصود پورا ہو جاتا ہے۔ اور امام ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور ملا علی قاری نے کہا: تم اس بات کو جانتے ہو کہ حدیث کا غریب ہونا حدیث کے صحیح ہونے اور حسن ہونے کے منافی نہیں اور آخری بات یہ ہیکہ ضعیف حدیث پر فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے پس نصیحتوں میں تو وہ بدرجہ اولیٰ (قابل عمل) ہونا ہی چاہئے۔

509/6513 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، پس نجات دینے والی چیزیں پوشیدہ طور پر علانیہ طور پر اللہ کا تقوی، خوشی اور ناراضگی میں حق بات بولنا اور مالداری

---

1 ﴿ قولہ: یختل الدنیا بالدین (دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیتا ہے) یعنی آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتا ہے "ختلہ" کہتے ہیں جب وہ دھوکہ دے۔ (نہایہ) اور معنی یہ ہے: صالحین کے عمل کے ذریعہ دنیا والوں کو دھوکہ دیتا ہے تاکہ وہ اسکے عقید تمند ہو جائیں اور وہ ان سے دولت وثروت یا جاہ وحشمت حاصل کرے یہ ختل الذئب الصید، سے ماخوذ ہے بھیڑیئے نے شکار کو دھوکہ دیا اور اسکے لئے چھپ گیا۔ (مرقات)

2 ﴿ قولہ: تختل الدین بالشبہات یعنی دین کو شبہات کے ذریعہ بگاڑتا ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ: طمع یقودہ (حرص جسکو لیکر چلتی ہے) عجیب وغریب باتوں میں سے حضرت شاذلی قدس سرہ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کیمیاء دو باتیں ہیں (۱) مخلوق کو اپنی نظر سے ہٹا دے (۲) حق سے اپنی اس خواہش کو ختم کر دے توڑ دے کہ وہ تیری قسمت میں اس نے جو رکھا ہے اس کے سوا دیگا۔ (مرقات)۔

4 ﴿ قولہ: رغب (خواہش، رغبت) دنیا میں رغبت رکھنے کے معنی ہے۔ (مرقات)۔

اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا، اور ہلاک کرنے والی چیزیں وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے، بخیلی ہے جس کی فرمانبرداری کی جائے اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا ہے، اور یہ ان تمام میں زیادہ سخت ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

21/224 بَابُ الظُّلْمِ

ظلم کا بیان

510/6514 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم قیامت کے دن 1 تاریکیاں ہوگا۔ (متفق علیہ)

511/6515 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس آدمی کون ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان، تو آپ نے فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس وہ آدمی ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ زکوۃ لیکر آئیگا اور وہ اس حالت میں آئیگا کہ اسکو گالی دی ہوگی اسکو تہمت لگایا ہوگا، اس کا مال کھایا ہوگا، اسکا خون بہایا ہوگا اور اسکو مارا ہوگا تو اسکی نیکیوں میں سے کچھ۔ اِس (مظلوم) کو دیدی جائیگی اور اسکی نیکیوں میں سے کچھ اُس (مظلوم) کو دے دی جائے گی اور اگر اسکے ذمہ جو کچھ حقوق ہیں اس کو ادا کرنے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں تو ان (مظلوموں) کے گناہ لے کر اس (ظالم) کے اوپر ڈال دئے جائیں گے، پھر اس کو آگ میں 2 ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)۔

---

1 ﴿ قوله: الظلم ظلمات (ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہوگا) جیسا کہ نیک عمل اس نور کا سبب ہے جو مؤمنین کے سامنے دوڑتا ہے اسی طرح ظلم تاریکی کا اور اس تاریکی کے ظالموں کو گھیر لینے کا سبب ہے اور کہا گیا ظلمات سے مراد مصیبتیں ہیں پھر ''ظلمات'' کو جمع لایا گیا تو اس لئے کہ ظلم سے مراد جنس ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ ظلم ''ہر ظالم کے لئے ایک اندھیرا ہے''، یا اس عمل کی شدت وقباحت کی وجہ سے ہر ایک کے لئے کئی تاریکیاں ہوں گی یا اس لئے کہ جب تاریکی ان کے سامنے اور داہنی جانب دوڑے گی تو اس ایک قسم کی تاریکی کو متعدد قسم کی تاریکیوں کی طرح بنادیا گیا۔ (لمعات)

2 ﴿ قوله: ثم طرح فی النار (پھر اسکو آگ میں ڈال دیا جائے گا) اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ حقوق العباد میں کوئی معافی اور سفارش نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسکے فریق کو اسکے چاہت کے مطابق سرفراز فرما کر اس شخص سے راضی کردیگا، علامہ مازری نے کہا: بعض بدعتیوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ حدیث شریف اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' (فاطر:18) (اور کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا) کے مخالف ہے، تو یہ ایک باطل بات اور کھلی جہالت ہے اس لئے کہ اس شخص سے اس کے اپنے عمل اور گناہ کی وجہ سے مؤاخذہ کیا گیا اور اسکی طرف اس کے قرض خواہوں کے حقوق متوجہ ہوئے تو ان کو اسکی نیکیاں دی گئیں پس جب اسکی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اسکے فریق مقابل کے گناہ لیکر اس پر ڈال دیئے گئے، تو دراصل یہ سزا اُس کے ظلم کا نتیجہ ہے اور اس کو اس کے جرم کے بغیر سزا نہیں دی گئی۔ (ماخوذ از مرقات)

512/6516﴿اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کے پاس اپنے بھائی (مسلمان) کا اسکی عزت یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہوتو اس کو آج ہی اس سے حلال کرلے (معافی لے لے) اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار ہو اور نہ کوئی درہم ہوگا اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے اس کے حق کی مقدار میں (وہ نیک عمل) لے لیا جائیگا اور اگر اسکے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اس کے ساتھی کی (جس کا حق ادا کرنا ہے) برائیاں لی جائیں گی اور اُس کے اوپر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

513/6517﴿اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ضرور ضرور قیامت کے دن حق والوں کو ان کے حقوق ادا کردئے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کا بدلہ دلایا جائے گا۔ (مسلم)

514/6518﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دفتر (اعمال نامے) تین قسم کے ہیں، ایک دفتر وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (4۔النساء، آیت:48) (بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے) اور ایک دفتر ہے اللہ تعالیٰ اِس کو نہیں چھوڑتا، بندوں کا آپس میں ظلم کرنا، یہاں تک کہ بعض کا بعض سے بدلہ لے گا اور ایک دفتر وہ ہے اللہ تعالیٰ اسکی پرواہ نہیں کرتا یعنی بندوں کا اپنے اللہ کے درمیان ظلم کرنا ہے (حقوق اللہ میں کوتاہی کرنا) تو یہ اللہ کے حوالے ہیں اگر وہ چاہے تو اسے سزا دے اور اگر چاہے تو معاف کردے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

515/6519﴿سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے

کہا: جب آیت مبارکہ " اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ " (6۔الانعام، آیت:82)
(جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا) نازل ہوئی تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر شاق گزری اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں کون آدمی ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مراد نہیں اس کے سوا نہیں کہ وہ (ظلم) شرک 1؎ کرنا ہے کیا تم نے لقمان علیہ السلام کا قول نہیں سنا جو انہوں نے اپنے صاحبزادے سے کہا: " یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ، اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ "
(31۔لقمن، آیت:13) (بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بلاشبہ شرک بڑا ظلم ہے۔

516/6520 ﴿ اور ایک روایت میں (یہ الفاظ ہیں) (ظلم سے مراد) وہ نہیں ہے جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو بیشک وہ تو ایسا ہے جیسا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

517/6521 ﴿ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس درجہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برا آدمی وہ بندہ ہے جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت 2؎ خراب کرلے۔ (ابن ماجہ)

518/6522 ﴿ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ آپ مجھے ایک خط لکھیں جس میں آپ مجھ کو نصیحت کریں اور زیادہ نہ کریں، پس آپ نے لکھا تم پر سلام ہو اُس کے بعد یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1؎ ﴿ **قولہ: لیس ذاک انما ھو شرک الخ** (یہ (مراد) نہیں ہے اس کے سوا نہیں کہ وہ شرک ہے) اس میں مذہب حق کی دلیل ہے جس پر اہل سنت وجماعت گامزن ہیں برخلاف خوارج، معتزلہ اور دیگر بدعتیوں کے، تو اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ معاصی ایمان کے منافی نہیں ہیں جیسا کہ اہل حق نے کہا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2؎ ﴿ **قولہ: بدنیا غیرہ** (دوسرے کی دنیا کے خاطر) اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لئے لوگوں پر ظلم کرے جیسا کہ حکام اور ظالموں کے اعوان ومددگار کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دنیا کی خاطر دنیا والوں کی تعظیم اور انکی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے تو اس طرح سے گویا وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنی آخرت کو برباد کرلیگا اور پہلا قول ہی ظاہر ہے۔ (لمعات)

کوفرماتے ہوئے سنا: جوآدمی لوگوں کی ناراضگی سے اللہ کی خوشنودی تلاش کرے اللہ تعالیٰ لوگوں کی حاجت میں اس کیلئے کافی ہوجائیگا، اور جوآدمی اللہ کی ناراضگی سے لوگوں کی خوشی تلاش کریگا اللہ تعالیٰ اسکولوگوں کے حوالے کردے گا، اورتم پرسلام ہو۔(بخاری)۔

519/6523﴿سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کوڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب 1 اسکو پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتانہیں، پھرآپ نے یہ آیت تلاوت کی ''وَکَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الۡقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ '' **الایة** (11۔ھود،آیت:102) (آپ کے پروردگار کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں والوں کوپکڑتا ہے جب کہ وہ ظلم کرتے ہیں)۔(متفق علیہ)۔

520/6524﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم اپنے نفس کو ہی تکلیف دیتا ہے، توابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں خدا کی قسم یہاں تک کہ سرخاب پرندہ یقیناً ظالم کے ظلم کی وجہ سے اپنے گھونسلے میں دبلا ہوکرمرجاتا ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)۔

521/6525﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گذرے توآپ نے فرمایا:تم ان لوگوں کے گھروں میں 2 داخل مت ہوجنھوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا مگراس طرح کہ تم رونے والے ہو(اس خوف سے) کہ جومصیبت ان پرآئی تم کو

1﴿قولہ:''اذا اخذہ لم یفلتہ'' (جب اس کوپکڑلیتا ہے توچھوڑتانہیں) اس میں فی الحال مظلوم کوتسلی دینا ہے اورظالم کے لئے دھمکی ،تاکہ وہ مہلت سے دھوکہ نہ کھائے۔(مرقات)۔

1 ﴿ قولہ: لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسهم الخ (تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہوجواپنے نفس پرظلم کئے) اس میں دوٹوک انداز میں تنبیہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے آزمائش ونوازش کے بطور مکان میں مکین کی نسبت سے تاثیر آتی ہے جیسا کہ زمانوں میں اطاعت وفرمانبرداری کا موسم اورقبولیت دعاء کے اوقات ہونے کی بناء تاثیر آتی ہے اورمن جملہ ان کے وہ روایت ہے جو بیان کی گئی کہ تمہارے زمانے کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہیں سنوتم اسکوطلب کرواور یہ بات گذرچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زائد پسندیدہ مقام مساجد ہیں اوران میں کے سب سے زیادہ ناپسند مقامات بازار ہیں اوراسکے اثرانداز ہونے کی ایک نظیر نیک وصالح اوربرے لوگوں کی صحبت کا اثرانداز ہونا ہے جس کے بارے میں احادیث شریفہ اورصالحین کے آثار صالحین وارد ہیں۔

آجائے گی، پھر آپ نے اپنے سر انور کوڈھانک لیا اور رفتار تیز فرمائی یہاں تک کہ اس وادی کو پار کرلیا۔(متفق علیہ)

522/6526 ﴿سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مظلوم کی بددعا سے بچو اس کے سوانہیں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کسی حق دار سے اس کا حق نہیں روکتا۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

523/6527 ﴿سیدنا اوس بن شُرَحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی ظالم کے ساتھ چلے تا کہ اس کو قوت دے اور وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

524/6528 ﴿سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تابع ونقال[1] نہ بنو کہ تم کہنے لگو اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ظلم کرینگے تو ہم بھی ظلم کریں گے، لیکن تم اپنے نفس کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر وہ ظلم کریں گے تو تم ظلم مت کرو۔(ترمذی)

باب ظلم ختم ہوا

1 ﴿ قولہ: قولہ امعۃ (تم تابع ونقال نہ بنو) اس سے مراد وہ شخص ہے جو کہتا ہے میں لوگوں کے ساتھ ایسا رہتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ رہتے ہیں اگر خیر ہے تو خیر ہے اور شر ہے تو شر ہے اور آپ کا ارشاد " یقولون امعۃ " کی تفسیر اور وضاحت ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

22/225 بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ اورتم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کام کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(3۔آل عمران، آیت:104)۔

525/6529 ﴿سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں میری امت کو اپنے بادشاہ سے تکلیفیں پہنچیں گی، اُن سے نجات نہیں پائیگا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے دین کی معرفت حاصل کی اور اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اُس پر جہاد کیا[1] پس یہ وہ شخص ہے جس کیلئے سعادتیں تیزی سے پہنچ گئیں اور ایک وہ شخص جس نے اللہ کے دین کی معرفت حاصل کی اور اس کی صداقت کو زبان سے ظاہر کیا اور ایک وہ شخص جس نے اللہ کے دین کی معرفت حاصل کی اور اس پر خاموش رہا اگر وہ کسی کو نیکی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی کو برا کام کرتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے نفرت کرتا ہے تو وہ اپنی اس تمام قلبی کیفیت کی بناء پر نجات پائے گا۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

---

[1] ﴿ قولہ: فجاهد عليه بلسانه ويده وقلبه (وہ اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ابتداءً مہربانی اور نرمی سے واقف کرانا چاہئے تاکہ وعظ ونصیحت میں زیادہ مؤثر ہو، پھر صاف ستھری زبان کو استعمال کرکے روکنا چاہئے سب وشتم اور سخت کلامی کے ذریعہ نہیں اس کے بعد پھر ہاتھ سے روکنا چاہئے جیسے کہ شراب کو بہادینا اور آلات موسیقی کو تلف کردینا۔ فقیہ نے کتاب البستان میں ذکر کیا کہ امر بالمعروف کے چند طریقے ہیں: اس کو ظن غالب ہو کہ اگر وہ نیکی کا حکم دیگا تو لوگ اس کو قبول کرلیں گے اور برائی سے رک جائیں گے تو ایسی صورت میں امر کرنا واجب ہوگا اس کے ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور اگر اسے ظن غالب ہو کہ اگر وہ ان کو نیکی کا حکم دے گا تو وہ اس پر تہمت لگائیں گے اور اس سے گالی گلوج کریں گے تو اس صورت میں اس کا ترک کرنا افضل ہے، اسی طرح اگر اسے یقین ہو کہ وہ اس کو ماریں گے اور یہ صبر نہیں کرسکے گا آپس میں دشمنی واقع ہوجائے گی اور اس سے لڑائی بھڑک جائے گی تو اس کا ترک کرنا افضل ہے اور اگر اسے اس بات کا یقین ہو کہ اگر اس کو ماریں گے تو اس پر وہ صبر کرلے گا اور کسی سے شکوہ نہیں کرے گا تو اس کے لئے برائی سے روکنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ مجاہد ہوگا اور اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ وہ اس سے قبول نہیں کریں گے اور وہ مار پیٹ اور گالی گلوج سے ڈرتا نہیں تو ایسی صورت میں اس کو اختیار ہے مگر امر کرنا افضل ہوگا۔(محیط)۔

526/6530 ﴿اور بیہقی میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ بزرگ و برتر نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اُس کے باشندگان کے ساتھ الٹ دو تو وہ عرض کئے: ائے میرے پروردگار! ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے، جس نے ایک لحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس شہر کو اس پر اور ان دوسروں پر الٹ دو کیونکہ اس کا چہرہ کبھی میرے بارے میں ایک لحہ کیلئے بھی متغیر نہیں ہوا۔ (بیہقی شعب الایمان)

527/6531 ﴿امام مسلم نے تخریج کی ہے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اس 1 کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل 2 سے (برا سمجھے) اور وہ کمزور ترین 3 ایمان ہے۔ ہم کہتے ہیں یعنی وہ ایمان کے ثمرات میں کمزور ترین ثمرہ ہے۔

---

1 ﴿وقولہ: فلیغیرہ بیدہ (اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے) فتاوی عالمگیری میں ہے کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امراء پر واجب ہے، اور زبان کے ذریعہ امر بالمعروف کرنا علماء پر واجب ہے اور دل سے عوام الناس کے لئے ہے۔ اور یہ علامہ زندویسی کا اختیار کردہ ہے۔ (ظہیریہ)

2 ﴿قولہ : فبقلبہٖ (تو اپنے دل سے) اس طور پر کہ وہ اس سے راضی نہ ہو اور اس کے مرتکب کو اپنے دل سے ناپسند کرے تو یہ معنوی طور پر اس کو تبدیل کرنا ہوگا، کیونکہ وہ اس قدر تبدیلی کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ''اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ'' یعنی ایمان کا سب سے کم درجہ یا اہل ایمان کی خصلتوں میں سب سے کم درجہ خصلت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا فائدہ بہت کم ہے، پس جس نے قدرت کے باوجود ان مراتب کو ترک کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور جو قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرے یا وہ اس میں فساد کو زیادہ دیکھتا اور دل سے اس کا انکار کرتا ہے تو وہ مومنین میں سے ہے اور کہا گیا کہ اس کے معنی ''اَضْعَفُ زَمَنِ الْاِیْمَانِ'' ایمان کا سب سے کمزور زمانہ ہے، کیونکہ اہل زمانہ کا ایمان جب قوی ہوتا تو وہ قول و فعل کے ذریعہ انکار پر ضرور قدرت رکھتے، یا وہ شخص جو صرف دل سے انکار کرتا ہے وہ اہل ایمان میں سب سے کمزور ایمان والا ہے، اگر وہ قوت والا اور دین کے معاملہ میں مضبوط ہوتا تو وہ اس پر کبھی اکتفا نہ کرتا، اور کہا گیا کہ گناہ کا دل سے انکار کرنا ایمان کے مراتب میں سب سے کمزور ترین مرتبہ ہے، پھر تم جانو کہ جب برائی حرام کے درجہ کی ہو تو اس سے روکنا واجب ہوگا اور اگر وہ مکروہ ہو تو مستحب ہوگا اور بھلائی کا حکم دینا بھی مامور بہ کے تابع ہوگا اگر وہ مامور بہ واجب ہو تو واجب ہوگا اور مستحب ہو تو مستحب ہوگا۔ (تلخیص از مرقات)

3 ﴿قولہ : ذلک أضعف الایمان (وہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے) ابن الملک رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم کہو کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو حنفیہ کے پاس اس کی کیا تاویل ہے تو ہم کہتے ہیں اس کے معنی ایمان کے ثمرات و فوائد میں کمزور فائدہ کا ہے، اور دل سے انکار کرنا اسی میں سے ہے، اگر تم کہو کہ اگر اس کا مطلب اس طرح کا ہو تو اس (انکار بالقلب) کے نہ ہونے سے یہ لازم آئے گا کہ خارج عن الاسلام نہ ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ بعض روایتوں میں آیا ہے ''اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں'' ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

528/6532 ﴾سیدنا عرس بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں موجود ہو اور وہ اس کو ناپسند کیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس کے پاس موجود نہیں رہا اور جو اس کے پاس موجود نہیں تھا لیکن اس سے راضی رہا تو وہ اس شخص کے مانند ہے جو وہاں موجود رہا ہو۔ (ابوداؤد)

529/6533 ﴾سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے حدود میں مستی کرنے والے کی اور گناہوں میں گرنے والے کی مثال اس قوم کی جیسی ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ ڈالا، پس ان میں کے بعض اس کے نیچے کے حصہ میں ہوگئے اور بعض اس کے بالائی حصہ میں ہوگئے، پس جو نیچے کے حصہ میں تھے وہ اوپر والوں کے پاس سے پانی لیکر گزرے تو ان کو تکلیف ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایک کلہاڑی لے لی اور کشتی کے نیچے حصہ میں سوراخ کرنے لگے، تو وہ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے تجھ کو کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا: میری وجہ سے تم کو تکلیف پہنچی اور مجھے پانی ضروری ہے، پس اگر وہ اس کے ہاتھ کو پکڑیں گے تو وہ اس کو بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے، اور اگر وہ اس کو چھوڑ دیں گے تو اس کو بھی ہلاک کردیں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کرلیں گے۔ (بخاری)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس قوی اور کمزور تمام ثمرات مراد ہیں جب وہ ان کی نفی ہوجائیگی تو ایمان نہ ہونے کے مانند ہوجائے گا اور ایسی صورت میں یعنی یہ حدیث فریق مخالف کی دلیل بن جائے گی، بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے یعنی اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی کمال ایمان نہیں ہے، یا کمال ایمان کا رائی برابر دانہ نہیں ہے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھی ایمان کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کی کمی ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ اختلاف حقیقت ایمان کے بارے میں ہے جو تصدیق قلبی کا نام ہے تو کیا یہ کمی وزیادتی کو قبول کرتی ہے؟ یا قبول نہیں کرتی؟ بلکہ محققین شافعیہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ نزاع لفظی ہے، کیونکہ کمال ایمان میں اعمال شامل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن میں کاملین کی تعریف فرمائی وہیں ایمان پر اعمال کا عطف فرمایا ارشاد ہے ''اِنَّ الَّـــذِيْـــنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' (یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے)۔ (سورۃ البقرۃ، آیت: 277)۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ عطف میں اصل چیز مغایرت ہے۔ اب رہا اعمال کا حقیقت میں ایمان کا جز ہونا تو یہ خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے، اور وہ آیات واحادیث جو کمی وزیادتی پر دلالت کرتی ہیں یا تو وہ اس بات پر محمول ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یا مومن بہ کے متعدد ہونے اور یہ ایک طویل بحث ہے جس کا مقام، کتب عقائد اور علم کلام کے مباحث ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اسکی حقیقت مراد کو خوب جانتا ہے۔ (مرقات)۔

اور میں نے اس بحث کا کچھ حصہ اس کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

530/6534﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ہم میں خطبہ دیتے کھڑے ہوئے پس آپ نے قیام قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کو بیان فرمادیا جس نے اس کو یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا: اس میں یہ بات بھی تھی کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے اور وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

یاد رکھو! تم دنیا سے بچو اور تم عورتوں سے بچو اور آپ نے ذکر فرمایا کہ ہر دھوکہ باز کیلئے دنیا میں اس کی دھوکہ دہی کے بقدر بروز قیامت ایک جھنڈا ہوگا، حاکم کا عوام کو دھوکہ دینے سے بڑھ کر کوئی دھوکہ نہیں ہے، اس کا جھنڈا اس کی سرین کے پاس گاڑا جائے گا اور تم میں سے کسی کو جب کوئی حق بات معلوم ہو جائے تو حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت اس کو ہرگز نہ روکے۔

531/6535﴾ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ جب کسی برائی کو دیکھے تو لوگوں کی ہیبت اسکو بدلنے سے نہ روکے۔ پس سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا: ہم نے برائی کو دیکھا اور لوگوں کی ہیبت اس معاملہ میں بولنے سے ہم کو روک دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! بے شک بنی آدم مختلف طبقات کے پیدا کئے گئے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں، مومن زندہ رہتے ہیں اور مومن انتقال کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں، کافر زندہ[1] رہتے ہیں اور کافر مرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور مومن زندہ رہتے ہیں اور کافر ہو کر مرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کافر پیدا

---

[1]﴾ وقولہ: ومنھم من یولد کافرا (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں) اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جو وارد ہوئی ہے "کل مولود یولد علی الفطرۃ" (ہر لڑکا فطرت پر پیدا ہوتا ہے)۔ کیونکہ اس حدیث سے ہدایت کو قبول کرنے کی قابلیت مراد ہے بشرطیکہ گمراہی کے اسباب میں سے کوئی شئی اس کے لئے مانع نہ ہو جیسا کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے "فابواہ یھودانہ" (الحدیث) کہ اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنادیتے ہیں۔ (مرقات)۔

ہوتے ہیں، کافر زندہ رہتے ہیں اور مومن ہوکر انتقال کرتے ہیں۔ راوی نے کہا: اور آپ نے غصہ کا ذکر فرمایا: کہ ان میں سے بعض جلد غصہ میں آتے ہیں، جلدی غصہ ختم ہوجاتا ہے، پس ان دونوں باتوں میں سے ہر ایک دوسرے کے برابر ہے اوران میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو دیر سے غصہ میں آتے ہیں دیر سے غصہ اترتا ہے پس ان دونوں باتوں میں سے ہر ایک دوسرے کے برابر ہے اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جنہیں غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی چلے جاتا ہے اور تم میں برے وہ لوگ ہیں جنہیں غصہ جلدی آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: غصہ سے بچو! کیونکہ وہ انسان کے دل پر ایک چنگاری ہے۔ کیا تم اس کے رگوں کے پھولنے کو اور اس کی دونوں آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے؟ پس جو شخص تھوڑا بھی غصہ محسوس کرے تو وہ لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے، راوی نے کہا: اور آپ نے قرض کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اچھی طرح ادا کرنے والا ہوتا ہے اور جب قرضہ اس کا ہوتا ہے تو وصول کرنے میں سختی کرتا ہے، پس ان دونوں باتوں میں ہر ایک دوسرے کے برابر ہے اوران میں کوئی وہ ہوتا ہے جو ادا کرنے میں برا ہوتا ہے اور جب قرضہ اس کا ادا ہوتا ہے تو وصول کرنے میں اچھا ہوتا ہے، پس ان دو میں سے ہر ایک دوسرے کے برابر ہے اور تم میں بہترین شخص وہ ہے کہ جب اس پر قرض ہوتا ہے تو اس کو اچھی طرح ادا کرے اور جب اس کا قرضہ ہو تو وصول کرنے میں اچھا ہو، اور تم میں برا شخص وہ ہے جب اس پر قرض ہو تو بری طرح ادا کرے اور جب اس کا قرض ہو تو وصول کرنے میں سختی کرے یہاں تک کہ سورج کھجور کے درختوں کے اوپر اور دیواروں کے کناروں پر ہوگیا تو آپ نے فرمایا: سنو! دنیا میں سے اس کے گزرے ہوئے زمانہ کے مقابلہ میں باقی نہیں رہا مگر اس قدر جو تمہارے اس دن میں گزرے ہوئے حصہ کے مقابلہ میں رہ گیا ہے۔ (ترمذی)۔

532/6536 ﴿سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''کسی قوم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہوتا جو ان کے درمیان گناہ کرتا ہے اور وہ لوگ اس کو بدلنے پر قدرت 1 رکھتے ہوں مگر وہ اس کو روکتے نہیں ہیں'' تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے قبل ان پر اس کی وجہ سے عذاب 2 بھیج دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

533/6537 ﴿حضرت عدی بن عدی کندی سے مروی ہے انہوں نے کہا: ہم کو ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا کہ اس نے میرے دادا کو کہتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ برائی کو اپنے سامنے ہوتے ہوئے دیکھیں اور وہ اس سے روکنے پر قدرت رکھتے ہوں لیکن وہ روکتے نہیں، پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب لوگوں کو عذاب دے گا۔ (شرح السنہ)۔

534/6538 ﴿سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اے لوگو!

1﴾ قوله: يقدرون على أن يغيروا عليه (وہ لوگ اس کو بدلنے پر قدرت رکھتے ہوں) فتاوی عالمگیری میں ہے: امر بالمعروف کے لئے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے:

(۱) علم: کیونکہ جاہل، امر بالمعروف اچھے طور پر نہیں کرسکتا۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے بلند کلمہ کی سر بلندی کا ارادہ رکھے۔

(۳) جس کو حکم دیا جارہا ہے اس پر شفقت کرنا کہ اس کو نرمی اور شفقت سے حکم دے۔

(۴) یہ کہ وہ خوب صبر کرنے والا، نہایت بردبار ہو۔

(۵) یہ کہ وہ اس چیز پر عمل پیرا ہو جس کا وہ اس کو حکم دے رہا ہے، تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' تم کیوں کہتے ہو وہ جو تم کرتے نہیں ہو کے تحت داخل نہ ہو۔ (سورۃ الصّف، آیت: 2)۔

کتاب ملتقط اور ''محیط'' میں ہے کہ ایک آدمی نے برائی کو دیکھا اور یہ دیکھنے والا بھی اس برائی کا مرتکب ہے تب بھی اس پر اس سے روکنا لازم ہوگا، کیونکہ اس پر برائی کو چھوڑنا اور برائی سے روکنا دونوں واجب ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک کو ترک کرنے سے دوسرا ساقط نہیں ہوگا۔

2﴾ قوله: اصابهم الله منه بعقاب الخ (اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ان کو سزا دیگا........) لمعات میں ہے: پس وہم نہ کیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى'' (کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا) (سورۃ الانعام، آیت: 164) کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نہی عن المنکر کو ترک کرنا بھی ایک گناہ ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔

تم اس آیت کو پڑھتے ہو" يَـاَيُّهَـا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ، لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ" (5۔المائدۃ، آیت:105) (اے وہ لوگو جو ایمان لائے! تم اپنے نفسوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو تمہیں وہ شخص ضرر نہیں دے گا جو گمراہ ہو گیا ہے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے 1 ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اس کو نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب بھیج دے گا۔ (ابن ماجہ، ترمذی)۔ اور امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

535/6539 ﴿ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جب وہ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں گھیر لے گا

536/6540 ﴿ اور ان کی ایک دوسری روایت میں ہے، نہیں ہے کوئی قوم جن میں گناہ کئے جاتے ہیں پھر وہ اس کو بدلنے پر قدرت رکھتے ہوں پھر بھی نہیں بدلتے مگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دے گا۔

537/6541 ﴿ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کوئی قوم نہیں ہے جن میں گناہ کئے جاتے ہوں اور وہ لوگ گناہ کرنے والوں سے زیادہ ہوں۔ (ابوداؤد)۔

538/6542 ﴿ سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں مروی ہے" عَـلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ، لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ" (تم اپنے نفسوں کو بچالو تم جب ہدایت پر ہو تو تم کو ضرر نہیں دیگا وہ جو گمراہ ہو گیا ہے) انہوں نے کہا: سنو! خدا کی قسم میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی پر عمل کرو اور

---

1 ﴿ قوله: فاِنِیّ سمعت الخ (یقیناً میں نے سنا.......الخ) علامہ طیبی نے کہا: "فاء" فصیحہ ہے جو کسی محذوف پر دلالت کرتا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: یقیناً تم یہ آیت پڑھتے ہو اور اس کے عام معنی پر چلتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے، حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ان الناس اذا رأوا امنکرا فلم یغیروہ یوشک الخ۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میں نے ایسا صرف اس لئے کہا ہے کیونکہ یہ آیت ان قوموں کے بارے میں نازل ہوئی جن کو نیکی کا حکم دیا گیا تھا اور برائی سے روکا گیا تھا تو انھوں نے قبول کرنے سے یک لخت انکار کردیا جس کی وجہ سے مومنین ان پر حسرت کرنے لگے تو ان سے کہا گیا تم اپنے نفسوں کی فکر کرو اور جس کا تم کو ان کی اصلاح اور ان کو ہدایت کے راستہ پر چلانے کا مکلّف نہیں کیا گیا ہے، جب تم ہدایت پر رہو گے تو گمراہ لوگ تمہارے دین میں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

برائی سے رک جاؤ یہاں تک کہ تم جب دیکھو کہ بخل پر عمل ہورہا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دیجارہی ہے اور ہر صاحب [1] رائے کا اپنی رائے کے پسند کرنے کو دیکھو اور ایسے معاملہ کو دیکھو جو تمہارے لئے ضروری ہوگیا ہے تو تم اپنے نفس کو لازم کرلو اور عوام کے معاملہ کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارے آگے صبر کے دن [2] ہیں پس جو شخص ان دنوں میں صبر کیا وہ چنگاری کو پکڑ لیا، ان دنوں میں عمل کرنے والوں کو ایسے پچاس (50) آدمیوں کا ثواب ملے گا جو اس کے جیسا عمل کرتے ہوں انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ان میں کے پچاس لوگوں کا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تم میں کے پچاس لوگوں کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

539/6543 ﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا تو نہیں رکے تو علماء بھی ان کی مجلسوں میں ان کے ساتھ بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے اور پینے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو زبانی ان پر لعنت کی ''اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کئے اور وہ حد سے نکل جاتے تھے''، راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، جبکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان کو اچھی طرح روک دو۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

540/6544 ﴾ اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور ضرور ضرور برائی سے روکو گے اور ضرور ضرور ظالم کے دونوں ہاتھوں کو پکڑو گے

---

1 ﴾ قولہ: واعجاب کل ذی رأی برأیہ (ہر صاحب رائے کا اپنی رائے کو پسند کرنا) کتاب وسنت اور اجماع امت پر نظر نہ کر کے اور کسی قوی دلیل پر قیاس کئے بغیر اور ائمہ اربعہ کی اقتداء کو چھوڑ کر (محض اپنی رائے کو پسند کرنا)۔

2 ﴾ قولہ: وراء کم ایام الصبر (تمہارے آگے صبر کے دن ہیں) ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا: یقیناً یہ ایسے صبر کا زمانہ ہے جس میں شکر بھی شامل ہے اور اس میں رضا بالقضا ہے اور ایسے زمانہ میں خاموشی اور گھروں کو لازم کر لینا طئے شدہ ہے اور اس قدر رزق پر کہ زندگی باقی رہے قناعت کر لینا بھی طئے شدہ ہے تادم زیست متعین ہے۔

اوران کوضرورضرورحق پر کھینچ لوگے اورحق پران کوروکے رکھوگے۔ ورنہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کوبعض سے ملادے گا، پھرضروروہ تم پرلعنت کرے گا جیسا ان پرلعنت کیا ہے۔(ترمذی،ابوداؤد)۔

541/6545 ﴿ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے روٹی اور گوشت کا دسترخوان اتارا گیا اوران کوحکم دیا گیا کہ وہ خیانت نہ کریں اورکل کے لئے جمع نہ رکھیں، وہ خیانت کئے اورکل کے لئے اٹھا کر رکھے تو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل دئے گئے۔(ترمذی)۔

542/6546 ﴿ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ضرورنیکی کا حکم دوگے اور ضروربرائی سے روکوگے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تم پرعذاب بھیج دے گا، پھرتم اس سے دعاءکروگے اورتمہاری دعاءقبول نہیں کی جائے گی۔(ترمذی)۔

543/6547 ﴿ ابوالبختری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گناہ کرنے کے واسطے اپنے نفس کی طرف [1] سے عذرکریں گے۔(ابوداؤد)۔

544/6548 ﴿ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کولایا جائے گا اوراس کودوزخ میں ڈالا جائے گا تودوزخ میں اس کی آنتیں باہرنکل جائیں گی اوروہ اس میں گول پھرتا رہے گا جس طرح گدھا اپنی چکی

---

1 ﴿ قولہ: حتی یعذروا من انفسھم (یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کی طرف سے عذرکریں گے) علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: کہا گیاہیکہ یہ "أعذر فلان" سے مشتق ہے جب اس کے گناہ زیادہ ہوگئے تو گویا اس نے زیادہ گناہ کرکے اپنے حق عذرکوختم کرلیا وہ "أعذر غیرہ" سے مشتق ہے یعنی اس نے دوسرے کومعذورکردیا یعنی گویا انہوں نے زیادہ گناہ کرکے سزادینے والوں کے لئے کوئی عذرنہیں چھوڑا یا وہ "اَعْذَرَ اَیْ صَارَ ذَاعُذْرٍ" (وہ خود عذروالا بن گیا) سے مشتق ہے اس وقت اس کے معنی یہ ہوں گے وہ گناہ کرتے ہیں اوراپنی طرف سے غلط تاویلات کرکے اورغلط مطلب نکال لیکراپنے آپ کوصاحب عذربنالیتے ہیں اوریہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کررہے ہیں۔(مرقات)

کے اطراف پھرتا ہے، تو دوزخ والے اس کے پاس جمع ہوں گے اور کہیں گے ''اے فلاں شخص تیرا کیا حال ہے؟ کیا تو ہمیں بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور ہم کو برائی سے نہیں روکتا تھا''؟ تو وہ کہے گا کہ میں تم کو بھلائی کا حکم دیتا تھا اور خود اس کو نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود اس برائی کو کرتا تھا۔ (متفق علیہ)۔

545/6549 ﴿ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج پر لے جایا گیا میں نے ایسے آدمیوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ تو کہا: یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ (شرح السنہ اور بیہقی شعب الایمان)۔

546/6550 ﴿ انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: آپ کی امت کے وہ ایسے خطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے اور جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

547/6551 ﴿ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ بزرگ و برتر قیامت کے دن بندہ سے سوال کرے گا اور فرمائے گا، تجھ کو کیا ہوا تھا جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس سے کیوں منع نہیں کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اس کو حجت سکھادی جائے گی تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں لوگوں [1] سے ڈر گیا تھا اور تجھ سے امید رکھتا تھا۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

548/6552 ﴿ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ

---

1 ﴿ قولہ: خفت الناس ورجو تک (میں لوگوں سے ڈرا اور تجھ سے امید رکھا) اس میں گناہ کا اعتراف، عاجزی کا اظہار اور پروردگار کے فضل و کرم پر اعتماد کرنا ہے۔

امام بیہقی نے فرمایا: ممکن ہیکہ یہ ان لوگوں میں سے ہو جو لوگوں کے دبدبہ سے خائف ہے اور وہ اپنے نفس سے اس کے دفع کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: اس میں یہ بات ہے کہ اس جیسا شخص شریعت میں معذور ہے اس کو سزا نہیں دی جائے گی اور یہ شخص ضرورت مند ہے اس امر کا کہ اس کو حجت بتائی جائے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو عاجز و کوتاہ ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر حجت الہام کرے گا۔ (مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ معروف اور منکر دونوں دو مخلوق ہیں قیامت کے دن لوگوں کے لئے ان کو کھڑا کیا جائے گا۔ رہا معروف (نیکی) تو وہ اپنے اصحاب کو خوش خبری دے گی اور ان سے خیر کا وعدہ کرے گی۔

رہا منکر (برائی) تو وہ کہے گی دور ہو جاؤ، دور جاؤ اور وہ اس سے چمٹنے کے سوا کسی چیز کی قدرت نہیں رکھیں گے۔ (احمد بیہقی، شعب الایمان)۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالْمِعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(25) كِتَابُ الرِّقَاقِ[1]

دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیان

1/6553 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ[2] نقصان میں پڑے ہوئے ہیں تندرستی اور فرصت۔ (بخاری)۔

2/6554 ﴿ سیدنا عمرو بن میمون اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو (1) اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے۔ (2) اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے۔

---

[1] ﴿ قولہ: الرِقاق (دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیان) رقاق ''راء'' کے کسرہ سے، رقیق کی جمع ہے یعنی وہ شئی جس میں رقت ونرمی ہو، کیوں کہ ان احادیث شریفہ میں سے ہر ایک میں وہ بات ہے جو دل میں نرمی پیدا کرتی ہے اس وجہ سے اس باب کے تمام احادیث شریفہ کو رقاق (دل میں نرمی پیدا کرنے والی احادیث شریفہ) سے موسوم کیا گیا۔ (ماخوذ از عمدۃ القاری ومرقات)

[2] ﴿ قولہ: مغبون (نقصان میں پڑے ہوئے ہیں) یا تو یہ غبن ''با'' کے سکون سے مشتق ہے۔ یہ بیع میں نقصان کو کہتے ہیں یا غبن ''با'' کے فتحہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رائے میں نقصان کے ہیں، گویا آپ نے یہ فرمایا کہ یہ دو نعمتیں جب مناسب جگہ استعمال نہ کی جائیں تو صاحب نعمت ان کے بارے میں گھاٹے میں پڑ گیا یعنی ان دونوں کو گھاٹے کی قیمت میں فروخت کیا کہ جس کا نتیجہ قابل ستائش نہیں یا اس کی اس بارے میں بالکل کوئی رائے نہیں کیونکہ جب انسان اپنی صحت کے وقت اطاعت نہ کرے تو مرض کے زمانہ میں بدرجہ اولی نہیں کر سکے گا یہی حکم فرصت کا بھی ہے۔ لہٰذا وہ بغیر عمل کے گھاٹے اور خسارہ میں رہ جائے گا، یہ اس وقت ہے جبکہ انسان تندرست ہو اور معاش کے اسباب میں مشغول رہنے کی وجہ سے عبادت کے لئے فارغ نہ ہو اور اس کے برعکس (یعنی فارغ ہو اور تندرست نہ ہو) تو جب (تندرستی اور فرصت) دونوں بندہ میں جمع ہو جائیں اور وہ فضائل کو حاصل کرنے میں کوتاہی کرے تو یہی اس کے لئے مکمل گھاٹا وخسارہ ہے اور کیسے نہیں ہوگا جبکہ دنیا آخرت کے کاروبار اور فائدوں کا بازار ہے اور بہت سے لوگ جب تندرستی اور فرصت میں اعمال نہیں کرتے جو ان کی آخرت کی ضرورت کے لئے کافی ہوں اپنی عمروں کے ختم ہونے کے وقت ان کو ضائع کرنے پر نادم وپشیمان ہوتے ہیں اور ندامت ان کو فائدہ نہیں دے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ذلک یوم التغابن'' (یہ گھاٹے کا دن ہے، سورۃ التغابن، آیت 9) اہل جنت حسرت نہیں کریں گے مگر اس گھڑی پر جو اُن پر گزری اور انہوں نے اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ (ماخوذ از عمدۃ القاری ومرقات)۔

(3) اپنی مالداری کو اپنی تنگدستی سے پہلے۔ (4) اپنے فرصت کے وقت کو اپنی مشغولیت سے پہلے۔ (5) اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔ (ترمذی مرسلاً)۔

3/6555 سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے دونوں قدم بروز قیامت اس وقت تک نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اس کی عمر کے بارے میں کہ اس کو کہاں ختم کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس کو کہاں گزارا، اس کے مال کے بارے میں کہ اس کو کہاں سے کمایا، اور کہاں خرچ کیا، اور جو کچھ جانا اس پر کیا عمل کیا۔ (ترمذی)۔

4/6556 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ سے نعمت کے متعلق سب سے پہلے جو سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت نہیں بخشی تھی اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (ترمذی)۔

5/6557 انہی سے روایت ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی انتظار[1] نہیں کرتا مگر سرکش بنانے والی مالداری کا یا بھلا دینے والی تنگدستی کا یا بگاڑنے والے مرض کا یا ضعیف العقل کرنے والے بڑھاپے کا یا ناگہانی موت کا یا دجّال کا اور دجّال ایک غائب شر ہے جس کا انتظار ہو رہا ہے یا قیامت کا اور قیامت بڑی سخت ڈراؤنی اور ناگوار چیز ہے۔ (ترمذی، نسائی)

6/6558 انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے

---

1 قولہ: ما ینتظر احدکم الخ (تم میں سے کوئی انتظار نہیں کرتا) یہ ارشاد دینی معاملہ میں کوتاہی پر مکلفین کے لئے بطور توبیخ ہے: یعنی تم اپنے رب کی کب عبادت کرو گے اگر مشاغل کی کمی اور قوت بدن کے باوجود اس کی عبادت نہ کرو تو مشاغل کی زیادتی اور ضعف بدن کے وقت اس کی عبادت کیسے کرسکو گے؟ شاید تم میں سے کوئی سرکش بنانے والی مالداری کا ہی انتظار کرتا ہے۔ (مرقات)۔

بھردوں گا اور تیرے فقر کو دور کردوں گا، اگر تو یہ نہیں کرے گا تو تیرے ہاتھ کو مشغولیت سے بھردوں گا اور تیری تنگدستی کو دور نہیں کروں گا۔(احمد، ابن ماجہ)۔

7/6559 ﴾ سیدنا عبیداللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنی جان کی سلامتی اور بدن کی عافیت کے ساتھ صبح کرے اور اس کے پاس اس دن کا کھانا ہو تو گویا دنیا اس کے لئے اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ جمع کردی گئی۔(ترمذی)۔

8/6560 ﴾ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کیلئے کوئی واجب [1] نہیں سوائے ان چیزوں کے (1) ایک گھر جس میں وہ رہ سکے (2) ایک کپڑا جس سے وہ اپنے ستر کے حصہ کو چھپا سکے (3) روٹی کا سوکھا ٹکڑا اور پانی۔(ترمذی)

9/6561 ﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے محبوبوں میں میرے پاس قابل رشک یقیناً وہ مومن ہے جو کم ساز وسامان والا ہو جس کے پاس نماز کا بڑا حصہ ہو جو اچھے طریقہ سے اپنے رب کی عبادت کرے اور پوشیدہ طور پر اس کی اطاعت کرتا ہو اور لوگوں میں وہ گم نام ہو جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا ہو اور اس کا رزق بقدر حاجت موجود ہو اور وہ اس پر صبر کرے، پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا: اس کی موت جلد آئے، اس پر رونے والیاں کم ہوں، اور اس کی میراث بھی کم ہو۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

10/6562 ﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جو خود کو اللہ کے حوالہ کردیا اور اس کو بقدر ضرورت رزق دیا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ عطا فرمایا اس پر اس کو قناعت کرنے کی توفیق دیا۔(مسلم)۔

1 ﴾ قولہ: لیس لا بن ادم حق الخ (ابن آدم کے لئے ان چیزوں کے سوا کوئی واجب نہیں......) حق سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کیلئے واجب ہو اور آخرت میں اس کی گرفت اور اس کی پوچھ نہ ہو۔ جب وہ حلال طریقے سے اس پر اکتفاء کرے تو اس کے بارے میں پوچھ نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ایسے حقوق میں سے ہے جو انسان کیلئے لازم ہیں، البتہ اس کے سوا دوسری آسائش کی چیزوں سے متعلق اس سے سوال ہوگا اور اس کا شکر ادا کرنے کا مطالبہ ہوگا۔(مرقات)۔

11/6563 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بقدر ضرورت رکھدے اور ایک روایت میں لفظ ''کفافاً'' ہے۔ (متفق علیہ)۔

12/6564 ﴾ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج نہیں طلوع ہوتا مگر اس کے بازو دو فرشتے ہوتے ہیں جو ندا دیتے 1 ہیں جن وانس کے سوا ساری مخلوق کو سناتے ہیں اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ، جو چیز کم ہو اور کافی ہو اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کردے۔ (ابونعیم: الحلیۃ)۔

13/6565 ﴾ سیدنا مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ کوئی شخص پیٹ سے زیادہ برا کسی برتن کو نہیں بھرا، ابن آدم کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اسکی پیٹھ کو سیدھی رکھیں اگر یہ ضروری ہے تو ایک تہائی کھانے کیلئے، ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

14/6566 ﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ڈکار لیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اپنی ڈکار کو روک لے کیوں کہ بروز قیامت لوگوں میں بڑا بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرنے والا تھا۔ (بغوی، شرح السنۃ، ترمذی)۔

15/6567 ﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوگیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ 2 نے ایمان کیلئے خالص

---

1 ﴾ قولہ: **یسمعان الخلائق غیر الثقلین** (وہ دونوں جن وانس کے سوا ساری مخلوق کو سناتے ہیں) اگر تم کہو کہ جب انسان فرشتوں کی ندا نہ سنیں تو اس ندا سے کیا فائدہ ہے اور وہ اس سے کیسے متنبہ ہوں گے میں کہوں گا کہ صادق ومصدوق ﷺ کا ان دونوں کی بات کو نقل کرنا جس کو آپ نے بنفس نفیس سماعت فرما کر یا حق تعالیٰ کے آپ کو خبر دینے سے اس کو بیان کرنا ہی اس کا فائدہ ہے یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ کا اس بارے میں امت کو بتا دینا کافی ہے۔ (ماخوذ از مرقات ولمعات)۔

2 ﴾ قولہ: **وجعل قلبہ سلیما** (اس کے دل کو سلامتی والا بنایا) یعنی حسد، کینہ، بغض، اور تمام مذموم اخلاق، اور نازیبا احوال جیسے حب دنیا، حق تعالیٰ سے غفلت اور آخرت سے لاپرواہی جیسی چیزوں سے سلامت رکھا۔ (مرقات)۔

کردیا اور اس کے دل کو سلامتی والا بنادیا اور زبان کو سچی اور نفس کو مطمئن اور اس کی طبیعت کو سیدھی بنایا اور اس کے کان کو بغور [1] سننے والا اور آنکھ کو دیکھنے والی بنایا۔ کان تو، قیف (دل کا راستہ) ہے اور آنکھ اس چیز کے لئے قرار کی جگہ ہے دل جس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور کامیاب ہوا وہ شخص جس کے دل کو (اللہ نے) حفاظت کرنے والا بنایا۔ (احمد، بیہقی شعب الایمان)۔

16/6568 ﴿ سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خیر خزانے ہیں اور ان خزانوں کے لئے کنجیاں ہیں، تو خوش خبری ہے اس بندے کیلئے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجی اور شر کا قفل بنایا، اور بربادی ہے اس بندے کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے شر کی کنجی اور خیر کا قفل بنایا۔ (ابن ماجہ)۔

17/6569 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالداری کثرت مال سے نہیں لیکن مالداری نفس کی [2] بے نیازی ہے۔ (متفق علیہ)۔

18/6570 ﴿ انہی سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص مانگنے سے بچنے کیلئے، گھر والوں کی پرورش کیلئے اور پڑوسی پر مہربانی کیلئے حلال طریقہ سے دنیا کو طلب کرے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، اور جو اظہار بڑائی، اظہار فخر اور دکھاوے کیلئے حلال طریقہ سے دنیا طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔ (بیہقی، شعب الایمان، ابونعیم: الحلیۃ)۔

19/6571 ﴿ انہی سے روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون

---

[1] ﴿ قولہ: فقمع. عِنَبٌ کے وزن پر ہے (جس کے معنی قیف کے ہیں) جو برتن کے منہ پر رکھی جاتی ہے اور اس میں تیل وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔ (مرقات)۔

[2] ﴿ قولہ: الغنی غنی النفس (مالداری نفس کی بے نیازی ہے) رب تعالیٰ کے بے نیاز کرنے کی وجہ سے دل مخلوق سے بے نیاز ہوجائے، یعنی حقیقی بے نیازی نفس کا اس پر قناعت کرنا ہے جو کچھ حق تعالیٰ نے اس کو عطا فرمایا، اور طلب دنیا میں حرص سے پرہیز کرنا پس جس کا قلب مال جمع کرنے میں حریص ہو وہ حقیقت حال اور انجام کار میں تہی دست ہے اگرچہ اس کے پاس مال کی کثرت ہو۔ (مرقات)۔

ہے جو مجھ سے ان باتوں کو لے اوران پر عمل کرنے والے کو سکھائے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور پانچ باتیں گن کر بیان فرمائیں: (1) حرام چیزوں [1] سے بچو لوگوں میں تم زیادہ عبادت گذار [2] بن جاؤ گے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے جو عطا فرمادیا اس پر راضی رہو لوگوں میں تم زیادہ غنی ہوجاؤ گے۔ (3) اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کرو مومن بن جاؤ گے۔ (4) لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو مسلمان ہوجاؤ گے۔ (5) زیادہ مت ہنسو کیوں کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے۔ (احمد، ترمذی)۔

20/6572 انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاک ہوجائے دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، اعلی لباس کا بندہ اور اگر اس کو دیا جائے تو راضی ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے وہ ہلاک ہو، منہ کے بل گر پڑے جب اس کو کانٹا چبھے تو نکالا نہ جائے، خوشخبری ہے اس بندہ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑا ہو، جس کے سر کے بال پراگندہ اور اس کے قدم غبار آلود ہوں اگر اس کو حفاظت کے لئے (سامنے) رکھا جائے تو سامنے رہے اور اگر پیچھے رکھا جائے تو پیچھے رہے

---

1 قولہ: اتق المحارم تکن اعبد الناس (حرام چیزوں سے بچو لوگوں میں تم زیادہ عبادت گذار بن جاؤ گے) کیونکہ ضرر کو دفع کرنا نفع حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے اور نیک کام کرنا نفس پر اتنا شاق نہیں ہوتا جتنا برائیوں کو چھوڑنا شاق گذرتا ہے، اور جب منہیات کے اسباب فراہم ہوجائیں تو ان سے بچنا صرف یہ ترک نہیں ہے کہ اس پر ثواب نہ ملے، بلکہ ایسے وقت ان سے رکنا نفس کو روکنا ہے اور وہ ایسی اطاعت ہے جس پر انسان کو ثواب دیا جائے گا جیسا کہ ہمارے حنفی فقہاء کی کتابوں میں تفصیل سے ہے یہ بات صاحب کوکب دری نے کہی۔ اور صاحب تلویح نے کہا کہ ترکِ حرام ان اعمال میں سے ہے جن پر نہ ثواب دیا جائے گا اور نہ سزا ہوگی۔ اس پر اعتراض ہوا کہ وہ واجب ہے اور واجب پر ثواب ملتا ہے قرآن کریم میں ہے "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ : الایۃ" (اور جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ (سورۃ النازعات آیت 40)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فعل واجب پر ثواب دیا جاتا ہے نہ کہ ارتکاب حرام سے بچنے پر، ورنہ ہر ایک کیلئے ہر لحہ میں اس سے حرام صادر نہ ہونے کے اعتبار سے ثواب ہی ثواب ہوگا۔ اور نفس کو روکنے کا مطلب اس کو حرام سے روکنا ہے اور یہ فعل واجب کی قبیل سے ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ترک حرام، اسباب کی فراہمی اور اس کی طرف میلان نفس کے وقت نفس کو روکنے کے معنی میں ہو تو ان اعمال میں سے ہے جن پر ثواب ملتا ہے۔

2 قولہ: تکن اعبد الناس (لوگوں میں تم زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے) کیونکہ فرائض کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے مقابل کوئی عبادت افضل نہیں، عوام الناس اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور کثرت نوافل کا اہتمام کرتے جاتے ہیں۔ بنیادی اصول کو ضائع کرتے اور فضائل کا اہتمام کرتے ہیں بسا اوقات ایک شخص پر کئی نمازوں کی قضا واجب ہوتی ہے وہ اس کو ادا کرنے سے غفلت کرتا اور علم طلب کرتا ہے یا طواف اور نفل عبادت جیسے عمل میں کوشش کرتا ہے یا کسی پر زکوٰۃ یا لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں اور فقراء کو کھلاتا ہے یا مساجد، مدارس وغیرہ بناتا ہے۔ (مرقات)

اگر وہ اجازت چاہے تو اجازت نہ دی جائے، اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے۔(بخاری)

21/6573﴿ انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ملعون ہے دینار کا بندہ اور ملعون ہے درہم کا بندہ۔(ترمذی)

22/6574﴿ انہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے صرف تین چیزیں1 اس کی ہیں: (1) جو کھا کر ختم کر دیا۔ (2) یا پہن کر بوسیدہ کر دیا۔ (3) یا دے کر جمع کر لیا اس کے سوا جو بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کیلئے چھوڑنے والا ہے۔(مسلم)۔

23/6575﴿ حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سورہ الھٰکم التکاثر تلاوت فرما رہے تھے آپ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال، فرمایا: اے ابن آدم تیرے لئے اس کے سوا کچھ نہیں جو تو کھایا اور ختم کر دیا یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا، یا صدقہ دیا اور آگے بھیج دیا۔(مسلم)۔

24/6576﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں، تو دو واپس لوٹتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے، اسکے اہل، مال، اور عمل اس کے پیچھے جاتے ہیں تو، اس کے اہل اور مال واپس ہو جاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ رہتا ہے۔(متفق علیہ)۔

25/6577﴿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کون ہے جس کے پاس اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال

1﴿ قولہ: وان مالہ من مالہ ثلاث الخ (اس کے مال میں سے صرف تین چیزیں اس کی ہیں) پہلا لفظ "ما" موصولہ ہے اور لفظ "لہ" صلہ ہے اور من مالہ صلہ کے متعلق ہے اور ثلاث خبر ہے اور ثلاث کو منافع کی تاویل میں مؤنث لایا گیا ہے اس کو علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا، مطلب یہ ہے کہ اس کے مال سے جو کچھ اس کو حاصل ہوتا ہے وہ جملہ تین فائدے ہیں لیکن ان میں سے ایک فائدہ حقیقی اور باقی رہنے والا ہے اور ان میں کے ماباقی فائدے ظاہری اور فانی ہیں۔(مرقات)۔

محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں کوئی نہیں مگر اپنا مال ہی اس کو اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے، فرمایا: بے شک اس کا مال وہ ہے جس کو اس نے آگے [1] بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جس کو اس نے پیچھے چھوڑا۔ (بخاری)۔

26/6578 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور انسان کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

27/6579 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم کو لایا جائے گا گویا وہ بکری کا بچہ ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو کھڑا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا میں نے تجھے عطا کیا، تجھ کو سرفراز کیا اور تجھے نعمتیں دی تو تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس کو جمع کیا اور اس کو نفع بخش کیا اور جتنا تھا اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا ہوں پس مجھے لوٹا دے میں تیری بارگاہ میں وہ سب حاضر کردوں گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا مجھے وہ بتا جو تو نے آگے بھیجا ہے تو وہ کہے گا اے رب میں نے اس کو جمع کیا اور اس کو نفع بخش کیا اور جتنا تھا اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا ہوں، مجھے لوٹا میں وہ سب تیری بارگاہ میں حاضر کروں گا پس جب وہ ایسا بندہ ہو کہ اس نے کوئی نیکی آگے نہیں بھیجی ہے تو اس کو آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (ترمذی)۔

28/6580 ﴿ سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

---

1 ﴿ **قولہ: فان مالہ ما قدم** (اس کا مال وہ ہے جس کو اس نے آگے بھیجا) اگر تم کہو کہ یہ فرمان حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے معارض ہے جس کو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو تنگدست چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ میں کہتا ہوں ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ حضرت سعد نے اپنی بیماری کے زمانہ میں اپنا سارا مال صدقہ دینا چاہا جبکہ آپ کی ایک صاحبزادی آپ کی وارث تھی جو کما نہیں سکتی تھی تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو ایک تہائی مال صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اور باقی مال آپ کی صاحبزادی کے لئے ہوگا۔ باب کی اس حدیث شریف کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے ان کی حالت صحت میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا اور ان کو اپنے مال سے کچھ آگے بھیجنے پر ابھارا تا کہ قیامت کے دن ان کو نفع دے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اپنا تمام مال مرض کے زمانہ میں راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے کیونکہ یہ ورثہ کو محروم کرنا اور ان کو لوگوں سے مانگنے کے لئے محتاج چھوڑنا ہے۔ جبکہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو اپنے مال کے ایک تہائی میں تصرف کا حق دیا ہے۔ (عمدۃ القاری)

میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یقیناً ہر امت [1] کیلئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔(ترمذی)۔

29/6581 ﴿ سیدنا ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیکر فرمایا: مال جمع کرنا ہوتو تمہارے لئے ایک خادم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے۔(احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔

30/6582 ﴿ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے ماموں ابوھاشم بن عتبہ کے پاس ان کی عیادت کرنے کیلئے آئے، ابوہاشم رو پڑے تو آپ نے کہا: اے ماموں! آپ کو کیا چیز رلاتی ہے، کیا کوئی تکلیف ہے جو آپ کو پریشان کرتی یا دنیا کی حرص ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بات ہرگز نہیں ہے، بات یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا میں اس پر عمل نہیں کرسکا آپ نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مال جمع کرنا ہوتو تمہارے لئے ایک خادم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے، میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں (بہت) جمع کرلیا ہوں۔(احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔

31/6583 ﴿ سیدتنا ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے ابودرداء سے کہا: آپ کو کیا ہوا [2] کہ آپ ایسا طلب نہیں کرتے جیسا فلاں طلب کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے سامنے ایک [3] سخت گھاٹی ہے بوجھل لوگ اس کو پار نہیں کرسکتے، میں چاہتا ہوں کہ اس گھاٹی کے لئے ہلکا پھلکا رہوں (بیہقی، شعب الایمان)۔

32/6584 ﴿ سیدنا جبیر بن نفیر سے مرسلا روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ

---

1 ﴿ قولہ: فتنۃ الخ (فتنہ) وہ ہے جو کسی کو گمراہی اور معصیت میں ڈال دے۔(مرقات)

2 ﴿ قولہ: مالک (آپ کو کیا ہوا) یعنی آپ کو کیا ہوا، آپ کوئی مال یا عہدہ طلب نہیں کرتے۔(مرقات)

3 ﴿ قولہ: امامکم عقبۃ (تمہارے سامنے ایک سخت گھاٹی ہے) اس سے موت، قبر، حشر اور انکی ہولنا کیاں وسختیاں مراد ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو سخت گھاٹی پر چڑھنے اور اس کو طئے کرنے میں آدمی کو جو مصائب ومشقتیں پیش آتی ہیں اس سے تشبیہ دی ہے۔(مرقات)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہوجاؤں لیکن میری طرف یہ وحی کی گئی کہ تم اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور ساجدین میں ہوجاؤ اور تادم زیست اپنے رب کی عبادت کرو۔(بغوی شرح السنہ، ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی مسلم)

33/6585﴿ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میرے رب نے مجھ پر پیش کیا کہ وہ مکہ شریف کی پتھریلی زمین کو سونا بنادے گا، تو میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب میں تو ایک دن شکم سیر ہوا کروں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں تضرع وزاری کروں گا اور تیرا ذکر کروں گا، اور جب شکم سیر رہوں تو تیری حمد بجالاؤں اور تیرا شکرادا کروں۔(احمد، ترمذی)

34/6586﴿ سیدنا ابن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا گیا ہو وہ ان بکریوں کو اس سے زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا کہ آدمی کی مال ومنصب کی حرص اس کے دین کو بگاڑ دیتی [1] ہے۔(ترمذی، دارمی)

35/6587﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میرے بعد میں تم پر جن چیزوں کا خوف کرتا ہوں ان میں سے یہ کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور اس کی زینت کھول دی جائے گی۔ تو ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا خیر بھی شر لاتا ہے؟ تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ پر وحی نازل ہورہی ہے راوی کہتے ہیں: تو آپ نے پسینہ مبارک کو پونچا اور فرمایا: سائل کہاں ہے؟ گویا آپ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا: خیر شر کو نہیں لاتا، بیشک بہار کی پیداوار میں بعض وہ ہے جو پیٹ پھلا کر ہلاک کردیتی ہے یا بیمار

1﴿ قولہ: لدینہ (اس کے دین کو بگاڑ دیتی ہے) افسد کے متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ بھیڑیئے ان بکریوں میں جس قدر فساد مچاتے اور نقصان کرتے ہیں اس سے بڑھ کر آدمی کی مال ومنصب کی حرص اس کے دین کو بگاڑ دیتی ہے۔

کرتی ہے مگر سبزہ کھانے والا جانور کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دونوں کوکھ دراز ہوجاتے ہیں تو وہ سورج کے سامنے آجاتا ہے اور گوبر کرتا ہے، پیشاب کرتا ہے پھر واپس جاتا ہے اور کھاتا ہے، اور یقیناً مال ہرا بھرا میٹھا ہے تو جو شخص اس کے حق سے اس کو اس کے حق میں رکھا تو وہ مال کیا ہی مددگار ہے اور جو اس کو ناحق لیا وہ ایسے شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور شکم سیر نہیں ہوتا اور وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دینے والا ہوگا۔ (متفق علیہ)۔

36/6588﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ خوف کی چیز جس کا میں اپنی امت پر اندیشہ کرتا ہوں وہ خواہش نفس اور لمبی آرزوئیں ہیں، اب رہی خواہش نفس تو وہ حق سے روکتی ہے اور لمبی آرزوئیں تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور یہ دنیا سفر کر کے جارہی ہے اور یہ آخرت سفر کر کے آرہی ہے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں تو اگر تم سے ہوسکے کہ تم دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا کرو کیونکہ تم آج عمل کے گھر میں ہو اور یہاں حساب نہیں ہے اور کل آخرت کے گھر میں رہوگے اور وہاں عمل نہیں ہوگا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

37/6589﴿ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: دنیا واپس ہوتے ہوئے سفر کر رہی ہے اور آخرت آتے ہوئے سفر کر رہی ہے اور ان دونوں میں ہر ایک کے بیٹے ہیں تو تم آخرت کے بیٹوں میں سے ہوجاؤ اور دنیا کے بیٹوں میں سے مت ہوجاؤ، کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہے عمل نہیں۔ (امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اس کو روایت کیا ہے)

38/6590﴿ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم میں تم پر فقر و فاقہ کا خوف نہیں کرتا ہوں لیکن میں خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی، تم اس میں رغبت کرنے لگو گے جیسا کہ وہ رغبت کئے، اور وہ (دنیا) تمہیں ہلاک کردیگی جیسا کہ ان کو ہلاک کردی۔ (متفق علیہ)۔

39/6591﴾ سیدنا عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: سنو! یقیناً دنیا ایک حاضر سامان ہے جس میں سے نیک و بد کھاتے ہیں اور سنو! آخرت ایک سچا مقررہ وقت ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا سنو! یقیناً نیکی اپنی تمام اقسام کے ساتھ جنت میں ہے اور آگاہ رہو شر اپنی تمام اقسام سمیت دوزخ میں ہے، خبردار! تم عمل کرتے رہو اللہ سے ڈرتے ہوئے اور یاد رکھو، تم اپنے اعمال کے مطابق پیش کئے جاؤ گے۔ جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

امام شافعی نے اس کو روایت کیا ہے۔

40/6592﴾ سیدنا شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ائے لوگو! یقیناً دنیا حاضر سامان ہے جس میں سے نیک اور بد کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں عادل اور قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا حق کو حق کر دیگا اور باطل کو باطل کر دیگا، تم آخرت کے بیٹوں میں سے ہو جاؤ دنیا کے بیٹوں میں سے مت بنو، کیونکہ ہر ماں کی اولاد اس کے پیچھے ہوگی۔ (ابونعیم: حلیہ)۔

41/6593﴾ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: ائے میرے پیارے بیٹے۔ یقیناً وہ چیز لوگوں پر دراز ہوگئی ہے جس سے ان کو ڈرایا گیا حالانکہ وہ آخرت کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں جب سے تم آئے ہو، دنیا کو پیچھے چھوڑتے جا رہے ہو اور آخرت کی طرف بڑھتے جا رہے ہو یقیناً وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو تمہارے اس گھر سے قریب تر ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔ (رزین)۔

42/6594﴾ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کونقصان پہنچایا، اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کونقصان پہنچایا تو تم فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو ترجیح دو۔(احمد، بیہقی، شعب الایمان)۔

43/6595﴿ سیدنا مستورد بن شداد رضی تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا بخدا! دنیا آخرت کے مقابل ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی دریا میں اپنی انگلی ڈالے اور دیکھے وہ کتنا لیکر لوٹتی ہے۔(مسلم)۔

44/6596﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کان کٹے مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گزرے آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون چاہتا ہے کہ یہ اس کے لئے ایک درہم کے عوض مل جائے؟ تو صحابہ نے عرض کیا: ہم نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے لئے کسی بھی چیز کے عوض ملے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخدا! یہ تمہارے پاس جس قدر حقیر ہے یقیناً دنیا اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔(مسلم)۔

45/6597﴿ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس اگر دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس سے کسی کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

46/6598﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ مومن کے لئے کسی نیکی [1] میں کمی نہیں کرتا جس سے اس کو دنیا میں سرفراز کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کو اس کا بدلہ دیا جاتا ہے، اب رہا کافر تو وہ اللہ کے لئے جو اچھے کام کرتا ہے اس کا بدلہ اس کو دنیا میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جب آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی نیکی نہیں رہتی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔(مسلم)۔

1﴿ قولہ: ان اللہ لا یظلم مؤمنا حسنۃ الخ (یقیناً اللہ تعالیٰ مومن کے لئے کسی نیکی میں کمی نہیں کرتا) حاصل یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ مومن بندہ کے ساتھ فضل کا معاملہ فرمائے گا اور کافر کے ساتھ عدل کا معاملہ کریگا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جاتا۔(مرقات)

47/6599﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا مسلمان کا قید خانہ[1] ہے اور کافر کی جنت ہے۔(مسلم)

48/6600﴾ اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ خواہشات سے گھیر دی گئی ہے اور جنت مشقتوں سے گھیر دی گئی ہے۔(متفق علیہ)

مگر امام مسلم کے پاس "**حجبت**" کے بجائے "**حفت**" مذکور ہے۔

49/6601﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حصیر پر آرام فرمائے اور اٹھے جبکہ جسم اطہر پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہی اچھا ہوگا آپ ہم کو آپ کے لئے فرش کرنے کا حکم فرمائیں اور ہم بجالائیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں ہیں مگر ایک ایسے سوار کی طرح جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کیا ہے پھر چلا گیا اور اس کو چھوڑ دیا۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

50/6602﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کے لئے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔(احمد، بیہقی: شعب الایمان)۔

51/6603﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ اپنے خطبہ میں ارشاد فرمارہے تھے: شراب گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1]﴾ قولہ: سجن المؤمن وجنة الكافر (مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے) یعنی مومن کیلئے قید خانہ کی طرح ہے یہ اس اجر و ثواب اور دائمی نعمتوں کی نسبت سے ہے جو اس کے لئے تیار کی گئی ہیں اور کافر کیلئے جنت کی طرح ہے یہ اس سزا اور دردناک عذاب کی نسبت سے جو اس کے لئے آخرت میں تیار رکھا گیا ہے۔(مرقات)۔

فرماتے ہیں: اور میں نے حضور اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم عورتوں کو پیچھے رکھو! جہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں پیچھے رکھا ہے (پیچھے رکھنے کا حکم فرمایا ہے)۔ (رزین 1)

52/6604 ﴾ امام بیہقی: نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری سے مرسلا روایت کی ہے دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: کہ ہمارے اصحاب نے اپنے پاس طے شدہ اصول کے تحت اور محقق کبیر حضرت ابن ہمام کی تحقیق کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''اخروا النساء حیث اخرھن اللہ'' سے عورت کے محاذات میں اس کے معتبر شروط کے ساتھ نماز کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

53/6605 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص 2 ہے جو پانی پر چلے مگر اس کے پیر نہ بھیگیں؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا: اسی طرح دنیادار ہے وہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

54/6606 ﴾ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی نافرمانیوں کے باوجود دنیا میں سے بندہ جو چاہتا ہے وہ دے رہا ہے تو وہ صرف ڈھیل ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی '' فَلَمَّا

---

1 ﴾ قولہ: رواہ رزین الخ (رزین نے اس کو روایت کیا) حضرت ابن ربیع کی کتاب ''تمییز'' میں یہ ہے کہ حدیث شریف اخروھن من حیث اخرھن اللہ (ان کو پیچھے رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے رکھا) میں مراد عورتیں ہیں، ہمارے شیخ نے کہا: یہ مصنف عبدالرزاق میں ہے اور انہوں نے طبرانی کی سند سے اس کے ہم معنی متعدد احادیث شریفہ ذکر کیا پھر کہا کہ ہم طویل کرنا نہیں چاہتے، ان میں سے بعض کی طرف ہمارے شیخ نے مختصر تخریج الھدایۃ میں اشارہ فرمایا: محدثین کرام کے پاس یہ حدیث مشہور ہے لیکن لغوی معنی کے لحاظ سے ہے نہ کہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے! کیونکہ اس کا اطلاق متواتر قطعی کے قریب ہوتا ہے اور صاحب ہدایہ کا قول ''ہمارے لئے حدیث مشہور ہے''۔ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ قولہ: ھل من احد الخ (کیا کوئی ایسا شخص ہے) یعنی کسی بھی حالت میں کوئی بھی پانی پر چلتا ہے تو وہ بھیگے بغیر نہیں رہتا؟ اس کے معنی ماحاصل یہ ہے کہ کیا پانی پر چلنا بغیر تر ہونے کے متحقق ہوتا؟ (مرقات)

نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ، حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَاهُمْ مُّبْلِسُوْنَ" (6۔الانعام،آیت:44) پس جب وہ اس چیز کو بھول گئے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو ان کو دیا گیا تھا تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو وہ مایوس ہوگئے ۔(احمد)۔

55/6607﴿سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جائیداد مت [1] بناؤ! ورنہ دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔(ترمذی، بیہقی: شعب الایمان)

56/6608﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ نے کہا: ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس پر پرندوں کی تصاویر تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ اسے ہٹادو! کیونکہ جب میں اسے [2] دیکھا تو دنیا کا ذکر کیا۔(احمد)۔

57/6609﴿سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کچھ خرچ نہیں کرتا مگر اسے اس پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے سوائے اس کے خرچ جو وہ مٹی میں کرتا ہے۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

58/6610﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سارے خرچے اللہ کی راہ میں ہیں سوائے تعمیر کے، کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔(ترمذی)۔

59/6611﴿انہی سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے

1﴿قولہ: لا تتخذوا الضیعة الخ (تم جائیداد مت بناؤ) اس سے مراد جائیدادوں اور اس جیسے کاموں میں مشغول ہونے سے روکنا ہے جو مولیٰ تعالیٰ کی عبادت کو انجام دینے سے مانع ہوتے ہیں اور اخروی امور کی طرف جیسا چاہئے توجہ کرنے سے مانع ہوتے ہیں۔(مرقات)

2﴿قولہ: فانی اذا رأیتہ الخ (جب میں اُسے دیکھا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں مجسموں کی حرمت اور دخول ملائکہ سے ان کے مانع ہونے کی علت بیان نہیں فرمائی اس لئے کہ یا تو یہ واقعہ مجسموں کی ممانعت آنے سے پہلے کا ہے یا اس لئے کہ یہ تصاویر باریک تھیں، دیکھنے والے کیلئے واضح نہیں ہو پاتی تھیں یا اس لئے کہ یہ (ان کا استعمال) تکیہ اور بستر جیسے چیزوں میں حرام نہیں ہے یا یہ کہ گھر والوں کو دنیوی ترفہ و آرائش ترک کرنے پر آگاہ کرنے کے لئے تاکہ وہ کوئی دوسرا پردہ نہ لگائیں اگرچہ کہ وہ تصویر والا نہ ہو۔(لمعات)

گئے اور ہم آپ کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلند عمارت دیکھی اور ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ نے عرض کیا یہ عمارت فلاں انصاری صاحب کی ہے، تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام خاموش ہوگئے اور آپ نے اس کو اپنے 1 میں رکھ لیا یہاں تک کہ جب وہ مالک مکان حاضر ہوئے اور تمام لوگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کیا: تو حضور ﷺ ان سے اعراض فرمائے، انہوں نے اس طرح کئی مرتبہ کیا یہاں تک کہ وہ صاحب اپنے بارے میں حضور کے جلال کی کیفیت کو اور ان سے حضور کے اعراض فرمانے کو پہچان گئے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کے متعلق بے چینی ظاہر کی اور کہا: خدا کی قسم! میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض پاتا ہوں، صحابہ نے کہا: حضور ﷺ تشریف لے گئے تھے اور تمہاری عمارت کو دیکھے، تو وہ صاحب اپنی عمارت کی طرف واپس گئے اور اس کو منہدم کردیا یہاں تک کہ اس کو زمین کے برابر کردیا، پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس (عمارت) کو نہیں پائے آپ نے فرمایا: اس عمارت کا کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا اس کے مالک نے ہم سے آپ کے اعراض فرمانے سے متعلق بے چینی ظاہر کی تو ہم نے انہیں خبر دی پس انہوں نے اس کو منہدم کردیا، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سنو! ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہوتی 2 ہے مگر اس کے سوا یعنی اس کے سوا جو ضروری ہے۔ (ابوداؤد)۔

60/6612 سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کیلئے اس کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو وہ اسے پانی اور مٹی میں لگادیتا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

---

1 قولہ: حملها (آپ نے اس کو اپنے میں رکھا) یعنی حضور ﷺ نے فاعل کے اس کام پر ناراض ہوکر اس کو اپنے میں رکھا، بلاغت کے اصول میں ہے حملت الحقد علیه اس وقت کہتے ہیں جب تم اس کو چھپائے رکھتے ہو۔ (مرقات)

2 قولہ: اما ان کل بناء وبال الخ (سنو! ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہوتی ہے) اس سے مراد وہ تعمیرات ہیں جس کو دوسروں پر فخر وتکبّر اور عیش پسندی کے لئے ضرورت سے زیادہ بنایا ہو۔ نہ کہ وہ عمارتیں جو خیر کے لئے ہوں جیسے مساجد، مدارس، اور مسافر خانے، کیونکہ یہ آخرت کے کاموں میں سے ہیں اسی طرح سے وہ چیزیں جو انسان کیلئے ضروری ہیں جیسے غذا، لباس اور مکان۔ (مرقات)

61/6613﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تعمیرات میں حرام سے بچو کیونکہ وہ خرابی کی جڑ ہے 1۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

62/6614﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! یقیناً دنیا ملعون ہے جو اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس چیز کے جو اس کے قرب و محبت کا باعث ہو اور عالم یا متعلم کے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

63/6615﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ دنیا میں زہد اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالی اس کے قلب میں حکمت اگاتا ہے اور اس کی زبان پر حکمت کو جاری کردیتا ہے اور اسے دنیا کے عیوب، اس کی بیماری اور دوا دِکھا دیتا ہے اور اس کو دنیا سے سلامتی کے ساتھ دارالسلام (جنت) کی طرف لیجاتا ہے۔ (بیہقی: شعب الایمان)

64/6616﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک ایسا عمل بتلایئے جب میں اس کو کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بے رغبت ہوجاؤ لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

65/6617﴾ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے مختصر نصیحت فرمایئے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز میں کھڑے ہوجاؤ تو رخصت (وداع) ہونے والے کی طرح نماز پڑھو اور ایسی بات مت کہو جس کی وجہ سے کل معذرت خواہی کرنی پڑے اور جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس کی بالکل امید مت رکھو۔ (احمد)۔

1﴾ قولہ: فانہ اساس الخراب (کیونکہ وہ خرابی کی جڑ ہے) یعنی دین کی خرابی کی اصل ہے یا عمارت کی خرابی کی اصل ہے پہلے قول کے اعتبار سے تعمیرات میں حلال مال خرچ کرنے کے جواز کا ثبوت ملتا ہے اور دوسرے قول کے لحاظ سے جواز نہیں ملتا اور یہ (قول) باب سے زیادہ مناسب ہے۔ (مرقات)

66/6618﴿سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابوخلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم بندہ کو دیکھو اس کو دنیا میں زہد اور کم گوئی دی گئی ہے تو تم اس سے قریب ہو جاؤ، کیونکہ اس پر حکمت القاء کی جاتی ہے۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

67/6619﴿سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: " فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ "۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے (6۔سورۃ الانعام، آیت: 125)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً نور جب سینے میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے تو عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس کے ذریعہ وہ پہچانا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، دھوکہ کے گھر سے دور رہنا اور ہمیشہ رہنے کے گھر کی طرف رجوع رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔(بیہقی: شعب الایمان)۔

68/6620﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کون سے لوگ افضل ہیں؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مخموم القلب الخ ہر صاف دل والا، سچی زبان والا، صحابہ نے عرض کیا: سچی زبان والے کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ پاکیزہ و پرہیزگار شخص ہے جس پر کوئی گناہ نہ ہو اور نہ زیادتی اور نہ کینہ اور نہ حسد۔(ابن ماجہ، بیہقی: شعب الایمان)۔

69/6621﴿اور امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے انہوں نے کہا: مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حکیم لقمان سے کہا گیا اس منزلت تک آپ کو کس چیز نے پہنچایا جسے ہم دیکھ

رہے ہیں یعنی فضل کی منزلت تک ، انہوں نے کہا: راست گوئی ، امانت کی ادائی اور چھوڑ دینا ان چیزوں کو جو میرے لئے فائدہ نہ دے ۔ (موطا امام مالک)

70/6622﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب چار خصلتیں تم میں ہوں گی تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ دنیا تم سے چھوٹ جائے ، امانت کی حفاظت ، صدق مقال ، حسن اخلاق اور غذا کی پاکیز گی ۔ (احمد ، بیہقی: شعب الایمان) ۔

71/6623﴾ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف روانہ فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وصیت کرتے ہوئے ان کے ساتھ نکلے جبکہ حضرت معاذ سوار تھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے ، جب (وصیت سے) فارغ ہوئے [1] تو ارشاد فرمایا: اے معاذ قریب ہے کہ تم میرے اس سال کے بعد مجھ سے نہ مل سکو اور یقیناً تم میری مسجد اور میرے روضہ اقدس کے پاس سے گذرو گے ، تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے بے انتہاء رو پڑے ، پھر آپ واپس ہوئے اور مدینہ شریف کی جانب چہرہ انور کئے اور ارشاد فرمائے: لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب متقی ہیں ، جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں ۔ (احمد)

72/6624﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم کسی سرخ وسیاہ سے بہتر نہیں ہو مگر یہ کہ تم ان پر تقویٰ و پرہیزگاری میں بڑھ جاؤ ۔ (احمد)

73/6625﴾ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کی عبادت وریاضت کا ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کی پرہیزگاری کا ذکر کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبادت پرہیزگاری کی برابری نہیں کرسکتی ۔ (ترمذی)

1﴾ قولہ: فلما فرغ (جب آپ فارغ ہوئے) یعنی جب آپ وصیت سے فارغ ہوئے ۔ (مرقات)

74/6626 ﴿سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل صفہ میں سے ایک 1 صاحب کا وصال ہوا اور انہوں نے ایک دینار چھوڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک داغ ہے، روای نے کہا: پھر ایک دوسرے صاحب کا وصال ہوا اور انہوں نے دو دینار چھوڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دو داغ ہیں۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

75/6627 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال 2 آئیں گے تو نماز آئیگی اور عرض کریگی: ائے میرے رب میں نماز ہوں، (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو خیر پر ہے، صدقہ حاضر ہوگا اور عرض کریگا: ائے میرے رب! میں صدقہ ہوں، رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے روزہ حاضر ہوگا اور عرض کریگا ائے میرے رب!

---

1 ﴿قولہ: ان رجلا من اهل الصفة الخ (اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا وصال ہوا) نہایہ میں ہے یہ حضرات فقراء مہاجرین میں سے تھے اور ان کے لئے رہنے کا کوئی گھر نہیں تھا یہ حضرات مدینہ شریف کی مسجد سے متصل ایک سائبان (صفہ) کو جائے سکونت بنائے ہوئے تھے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان صاحب کا اس صفت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کے بارے میں جو حکم دیا گیا ہے اس کی ایک وجہ یعنی ایک، دو دینار موجود ہونے کے باوجود اِن فقراء کی طرف ان کی نسبت جو دنیا سے بے رغبت رہتے ہیں ایک ایسا جھوٹا دعویٰ ہے جس کی وجہ سے وہ تادیب کا مستحق ہوجاتا ہے ورنہ کئی صحابہ کرام جیسے حضرت عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو مال و دولت جمع کرتے تھے اور اس میں خرچ کرتے تھے اور اس فتنہ مال سے اعراض کرنے والوں میں سے کسی نے ان پر عیب نہیں لگایا، کیونکہ ان کا اس سے اعراض کرنا افضل شئی کو اختیار کرنے کیلئے تھا ورنہ وہ تو تقوی اور زهد في الدنيا میں داخل ہے اور اس میں قناعت کرنا مباح اور اجازت ہے اس کی مذمت نہیں کی جائیگی اور ہر چیز کی ایک حد ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دونوں جب ان فقراء کے ساتھ تھے جن کی انتہائی ضرورت اور غایت درجہ فاقہ کی بناء لوگ ان پر صدقہ کرتے تھے تو وہ زبان قال سے یا حال سے سوال کرنے والوں کے درجہ میں ہوگئے اور جس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہے اس کو سوال کرنا جائز نہیں، پس ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے جب کہ ان کے پاس دینار موجود تھا سوال کرنا حرام ہوگیا تھا۔ (مرقات)۔

2 ﴿قولہ: تجئی الاعمال الخ (اعمال آئیں گے) حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال اپنے کرنے والوں کو الگ الگ سفارش کرنے کیلئے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ لطف و مہربانی سے ان کو جواب دیگا یہاں تک جب اسلام آئے گا جو کہ اصل اور تمام اعمال کا جامع ہے تو اس کی سفارش قبول ہوجائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے آئے گا جو کہ شفاعت کے قبول ہونے کے آداب میں موثر ہے, پھر تمام اعمال آئیں گے وہ یا تو اپنے حقائق اور ان صورتوں کے ساتھ آئیں گے جو اس عالم میں ان کی ہوں گی کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت اور صورت ہوتی ہے جیسے: ایمان کیلئے سائبان، علم کیلئے دودھ، موت کیلئے دنبہ یا ان کو ایک اچھی صورت عطا کریگا جیسا کہ اس کے وزن سے متعلق کہا گیا یا وہ کنایہ ہے کہ ان کا اعتبار کیا جائے گا اور لحاظ کیا جائے گا انکے عمل کرنے والے کی طرف نسبت کرتے ہوئے اور کنایہ ہے اسکی وجہ سے انکے لئے نجات حاصل ہوگی۔ (لمعات)۔

میں روزہ ہوں، رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا، تو خیر پر ہے، پھر اسی طرح دیگر اعمال آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: یقیناً تم خیر پر ہو پھر اسلام آئے گا اور عرض کریگا: اے میرے رب! تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا یقیناً تو خیر پر ہے، آج میں تیری ہی وجہ سے مواخذہ کروں گا اور تیری ہی وجہ سے میں عطا کروں گا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (3۔سورۃ آل عمران آیت: 85)۔ جو شخص اسلام کے علاوہ اور کوئی دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (احمد)۔

كِتَابُ الرِّقَاقِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1/226 بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ ﷺ

فقراء کی فضیلت اور نبی اکرم ﷺ کی مبارک زندگانی کا بیان

76/6628 ﴾سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خیال کیا کہ اُنہیں دوسروں پر برتری حاصل ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے کمزور لوگوں کی برکت سے ہی تو تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں 1 روزی دی جاتی ہے۔ (بخاری)

77/6629 ﴾سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: تم مجھے اپنے کمزوروں 2 میں تلاش کرو کیونکہ اس کے سوانہیں کہ تمہارے کمزوروں کی برکت سے تمہیں رزق دیا جاتا اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)۔

78/6630 ﴾سیدنا امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے

---

1 ﴾قولہ: هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم (تمہارے کمزور لوگوں کی برکت سے ہی تو تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے) یعنی تم میں کے غریب ومسکین لوگوں کی برکت سے اور اس سے وہ فقر مراد ہے کہ صاحب فقر اپنے اس نصیب پر جو اللہ نے اسکی قسمت میں رکھا ہے راضی اور صابر رہے اور ایسا کوئی قول یا فعل نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو اور وہ کسب حلال کی جستجو کو بھی ترک نہ کرے اور مانگنے وسوال کرنے سے گریز کرتا ہو، کہ اس میں ذلت اور احسان مندی ہوتی ہے۔ رہے اس زمانہ کے فقراء تو ان میں سے اکثر ان صفات سے متصف نہیں ہیں اور ان لوگوں کے فقر سے نبی اکرم ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

اب رہا یہ اختلاف تو مشہور ہیکہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر تو یہ مشہور ہے اور اس موضوع پر علماء کی بہت سی جماعتیں گفتگو کی ہیں۔ (عمدۃ القاری) اور صاحبِ ''احیاء العلوم'' نے کہا: تم جانو کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت جنید، حضرت خوّاص رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر حضرات کا مذہب یہ ہیکہ فقر افضل ہے۔ اور ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اپنے حق کو ادا کرنے والا غنی شاکر، وہ فقیر صابر سے افضل ہے۔ اھ۔

اور اس کی شرح میں ہے: آپ نے کہا کہ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز کو فقر کے برابر قرار نہیں دیتا، چنانچہ وہ فقر کی حالت کو ترجیح دیتے تھے اور صبر کرنے والے فقیر کی عظمت شان بیان کرتے تھے۔

2 ﴾قولہ: ابغونی (تم مجھے تلاش کرو) یعنی میری رضا وخوشنودی طلب کرو۔ (مرقات)

روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح مانگتے تھے [1]۔ (بغوی: شرح السنہ)

79/6631 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے پراگندہ بال، دروازوں سے نکالے گئے ہوئے ہوا یسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ ضرور ان کو سچا کر دکھائیگا۔ (مسلم)۔

80/6632 ﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا، تو آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے فرمایا: ''اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''؟ تو انہوں نے عرض کیا: مالدار لوگوں میں سے ایک ہے، اللہ کی قسم! یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام بھیجے تو نکاح کر دیا جائے گا اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول کر لی جائے گی راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا، پھر ایک صاحب گذرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ مسلمان فقراء میں سے ایک ہے، یہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو اس لائق ہے کہ ان سے نکاح نہیں کیا جائے گا، اگر سفارش کرے تو ان کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور اگر بات کرے تو ان کی بات نہیں سنی جائے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس جیسے زمین بھر لوگوں [2] سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

81/6633 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ" (اے اللہ! تو

---

1 ﴾ قولہ: كان يستفتح بصعاليك المهاجرين (آپ ﷺ مہاجرین فقراء کے وسیلے سے فتح مانگتے تھے) یعنی اُن میں کے فقراء کے وسیلہ اور اُن کی دعاء کی برکت سے۔ اور ''النھایہ'' میں ہے: ''ويستنصر بهم'' یعنی اُن کے وسیلہ سے نصرت طلب فرماتے۔ اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہیکہ ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ (انفال: 19) (اگر تم نصرت اور فتح چاہتے ہو تو فتح تو آچکی ہے) اس میں فقراء کی تعظیم اور اُن سے دعا کرانے اور اُن کے چہروں سے برکت حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: هذا خير من ملأ الارض مثل هذا (یہ اس جیسے زمین بھر لوگوں سے بہتر ہے) یعنی پہلے (مالدار آدمی) کے جیسے۔ (مرقات)۔

مجھے مسکین 1 زندہ رکھ اور مجھے وفات دے اور مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرما) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ کیوں یا رسول اللہ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیونکہ وہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے، اے عائشہ! مسکین کو واپس مت کرو، کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو خیرات دیدو، اے عائشہ! مساکین سے محبت رکھو اور انہیں قریب کرو! کیونکہ روز قیامت اللہ تم کو قریب کرے گا۔ (ترمذی، بیہقی: شعب الایمان)۔

اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو حضور ﷺ کے ارشاد ''فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنْ'' تک روایت کیا ہے۔

82/6634 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراءِ مہاجرین روز قیامت جنت میں مالداروں سے چالیس سال 2 پہلے جائیں گے۔ (مسلم)

83/6635 ﴿حضرت ابوعبدالرحمٰن حُبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہیکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، اُن سے ایک آدمی نے پوچھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ تو اُن سے حضرت عبداللہ نے کہا: کیا تمہاری کوئی بیوی ہے جس کے پاس تم ٹھکانہ

---

1 ﴿قولہ: أللھم أحیني مسکین الخ (اے اللہ تو مجھے مسکین زندہ رکھ) اس حدیث میں اُمت کو تعلیم ہے اس بات کی کہ وہ غریب ونادار لوگوں کی فضیلت کو جانیں اور اُن سے محبت رکھیں اور ان کے ساتھ بیٹھا کریں تا کہ وہ ان کی برکتیں حاصل ہوں۔ اور اس میں تنگدست لوگوں کیلئے تسلی ہے اور انکے درجات کی بلندی سے آگاہ کرنا ہے اور ممکن ہیکہ اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی غذا کو بقدر ضرورت آپ کے لئے روزی مقرر کردے اور آپ کو مال ومتاع میں مصروف نہ کرے، کیونکہ مقرّبین کے حق میں مال کی زیادتی ایک طرح کا وبال ہے۔ (مرقات)

اور ''احیاء العلوم'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ''میں فقر سے تیری پناہ لیتا ہوں'' اور آپ کا ارشاد کہ ''قریب ہیکہ فقر وفاقہ کفر کا سبب بن جائے'' یہ دونوں ارشادات آپ ﷺ کے ارشاد ''اے اللہ مجھے دنیا میں مسکین زندہ رکھ اور مسکین رکھتے ہوئے مجھے دنیا سے اٹھا'' کے مخالف نہیں ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے جس فقر سے پناہ مانگی وہ مجبور شخص کا فقر ہے اور جس فقر کا آنحضرت ﷺ نے اپنی دعاء میں سؤال کیا ہے وہ اللہ کی جناب میں اپنی نیازمندی عاجزی اور اللہ کی جناب میں محتاجی کے اعتراف کا نام ہے۔ (انتہی)

''مرقات'' میں ہے ''کاد الفقر أن یکون کفرا'' کی حدیث بہت ضعیف ہے اور اس کو درجہ صحت میں ماننے کی صورت میں اس کو دل کی تنگی پر محمول کیا جائے گا جو جزع فزع اور بے صبری کا باعث ہو، کیونکہ وہ قضاءِ الٰہی سے ناراضگی اور پروردگارِ ارض وسماء کی تقسیم سے اعتراض پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تونگری ساز وسامان کی زیادتی سے نہیں حاصل ہوتی، تونگری تو صرف دل کا بے نیاز ہوجانا ہے''۔

2 ﴿قولہ: فقراء المھاجرین یسبقون الأغنیاء (فقراء مہاجرین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے) یعنی وہ دیگر مہاجرین سے پہلے اور غیر مہاجرین سے تو بطریق اولی پہلے داخل ہوں گے۔ اسی لئے لفظِ ''الأغنیاء'' کو مطلق فرمایا، اور اسی لئے اپنے اپنے زماں ومکاں کے ہر طبقہ کے فقراء کو ان کے دور کے مالداروں پر قیاس کیا جائے گا۔ (مرقات)

کرتے ہو، تو اس نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: کیا تمہارا کوئی گھر ہے جس میں تم رہتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اُنہوں نے کہا: پھر تم تو مالداروں 1 میں سے ہو، اُس نے کہا: میرے پاس ایک خادم بھی ہے اُنہوں نے کہا: تب تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو کے پاس اور تین آدمی حاضر ہوئے، جبکہ میں اُن کے پاس تھا، اور اُنہوں نے کہا: اے ابو محمد! اللہ کی قسم ہم کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے ہیں، نہ نفقہ کی، نہ چوپایہ اور نہ ساز و سامان کی، تو آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا: تم جو چاہتے ہو اگر تم چاہو تو ہمارے پاس پھر آؤ تو ہم تم کو اللہ تمہارے لئے جو میسر فرمایا دینگے، اور اگر تم چاہو تو تمہارا معاملہ سلطان سے ذکر کریں گے، اور اگر چاہو تو صبر کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مہاجرین فقراء روزِ قیامت مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا: تب تو ہم صبر کریں گے، کچھ نہ مانگیں گے۔ (مسلم)۔

84/6636 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس دوران کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور فقراءِ مہاجرین کا ایک حلقہ بھی بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ گئے، تو میں اُٹھ کر اُن کے پاس گیا، پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فقراء مہاجرین خوش ہو جائیں ایسی چیز سے جو ان کے چہروں کو کھلا دے گی، کیونکہ وہ لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ راوی نے کہا: پھر میں نے دیکھا کہ اُن کے رنگ کھل گئے تھے عبداللہ بن عمرو نے کہا: یہاں تک کہ میں تمنا کیا کہ ان کے ساتھ ہو جاؤں یا ان میں سے ہو جاؤں۔ (دارمی)۔

1 ﴿قولہ: فأنت من الأغنياء (تم تو مالداروں میں سے ہو)۔ مرقات میں ہے: یعنی مہاجرین میں مالداروں میں سے ہو، کیونکہ اُن میں کے فقراء کے پاس کوئی بیوی تھی نہ کوئی گھر، ورنہ درحقیقت وہ تمام (مہاجرین) مالدار ہی نہیں تھے، اسلئے کہ صاحبِ ''ردّالمحتار'' نے ''البدائع'' سے نقل کیا ہیکہ امام کرخی نے اپنی کتاب ''المختصر'' میں بیان کیا جس شخص کے پاس گھر ہو اور وہ ساز و سامان ہو جس کے ذریعہ وہ اپنی گھریلو زندگی میں فارغ البال اور خوش و خرّم رہ سکے، اور اس کے پاس کوئی خادم اور گھوڑا ہو، اور ہتھیار اور بدن کے کپڑے ہوں، اور اگر وہ اہل علم میں سے ہو تو اس کے پاس کتابیں ہوں ایسے شخص کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، پھر اب اگر اس کے پاس اس سے زائد اتنا مال ہو جس کی قیمت دوسو (200) درہم ہوتی ہے تو اس پر صدقہ لینا حرام ہے۔

85/6637 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جائیں[1] گے جو قیامت کا آدھا دن ہے۔(ترمذی)۔

86/6638 ﴿سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا، تو اُس میں جو لوگ داخل ہوئے ہیں وہ اکثر مساکین ہیں، اور دولتمند لوگ روک دئے گئے ہیں، سوائے اس کے کہ دوزخیوں کو دوزخ میں لیجائے جانے کا حکم دے دیا گیا ہے، اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر عورتیں ہیں۔(متفق علیہ)۔

87/6639 ﴿سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں جھانکا تو اس میں اکثر فقراء کو دیکھا، اور دوزخ میں جھانکا تو اس میں اکثر عورتوں کو دیکھا۔(مسلم، بخاری: عن عمران بن حصین)۔

1﴿قوله: يدخل الفقراء الجنة قبل الأغنياء بخمس مأة عام (فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے) محدث اشرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تم یہ کہو کہ اس حدیث میں اور چالیس سال کے ارشاد والی گذشتہ حدیث میں تطبیق کیسے ہوگی تو میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہیکہ پہلی حدیث میں ''اغنیاء'' سے مہاجرین میں کے مالدار مراد ہیں، مطلب یہ ہیکہ مہاجرین میں کے فقراء چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسری حدیث میں ''اغنیاء'' سے وہ مالدار مراد ہیں جو مہاجرین میں سے نہیں ہیں، پس دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہے۔انتھی۔

اوراس میں یہ بھی ہے کہ یہ صرف اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ فقراء سے خاص فقراء اور اغنیاء سے عام اغنیاء مراد ہوں، لیکن اس سے غیر مہاجرین فقراء کا حکم سمجھ میں نہیں آئے گا، لہٰذا حدیث کو ایسے معنی پر محمول کریں جس سے عمومی حکم سمجھ میں آسکے، یہ زیادہ مناسب ہے۔ وہ اس طرح سے کہ ہر دو عددوں سے محض تکثیر مراد لیجائے نہ کہ تحدید، چنانچہ کلام کے مختلف پیرایوں کو اختیار کرتے ہوئے کبھی ایک لفظ سے تعبیر کیا گیا اور کبھی کسی دوسرے لفظ سے، اور دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

یا پھر یہ ہیکہ آنحضرت ﷺ نے وحی کی بناء پر ابتداء چالیس سال کی خبر دی، پھر آپ نے اپنی برکت سے فقراء کو مزید سرفراز کرتے ہوئے پانچ سو سال کی خبر دی۔

یا یہ اختلاف صبر و رضا اور شکر گزاری میں فقراء کے مراتب مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔اور یہی بات راجح ہے۔(مرقات)

88/6640﴿ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ اپنے صاحب ایمان، غریب، پاکدامن بال بچوں والے بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔(ابن ماجہ)

89/6641﴿ سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے تو اس کو دنیا سے بچالیتا ہے، جس طرح کہ تم میں کا کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔(احمد، ترمذی)۔

90/6642﴿ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو، تو اس نے تین مرتبہ کہا: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت [1] رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو فقر کیلئے ایک زرہ [2] بکتر تیار کرلو، واقعی فقر سیلاب کے اپنے انتہائی مقام کو پہنچنے سے زیادہ تیز اُس شخص کی طرف دوڑتا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

91/6643﴿ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیکہ مجھے میرے خلیل نے سات باتوں کا حکم دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غرباء اور ناداروں سے محبت کرنے اور ان سے قریب رہنے کا حکم دیا،

---

[1]﴿ قوله: أنّي أحبّک (میں آپ سے محبت رکھتا ہوں) یعنی بیحد محبت رکھتا ہوں، ورنہ یوں تو ہر مؤمن آپ سے محبت رکھتا ہے۔(مرقات)

[2]﴿ قولہ: تجفافا (زرہ بکتر) ''تجاف'' تاء کے کسرہ اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے۔ جس سے زرہ اور ڈھال مراد ہے۔ چنانچہ ''المغرب'' میں ہے وہ ایسی چیز ہوتی ہے جو جنگ کے وقت گھوڑے کو پہنائی جاتی ہے، گویا وہ ایک قسم کی زرہ ہے۔ پس حدیث کا مفہوم یہ ہیکہ اگر تو دعوے میں سچا اور مقصد میں برحق ہے تو تو ایسا کوئی آلہ تیار کرلے جو تجھے آزمائش کے وقت فائدہ دے سکے۔ کیونکہ آزمائش اور محبت دونوں لازم وملزوم ہیں، خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں۔

حاصل کلام یہ ہیکہ تم فقر پر صبر کیلئے کمربستہ ہوجاؤ تاکہ تم جزع فزع، عدم قناعت اور قسمت پر ناراضگی کی کیفیات کو جو دین کے منافی ہیں ختم کرکے اپنی قوت یقین سے دین کی حفاظت ومدافعت کرسکو اور ''تجفاف'' (زرہ بکتر) صبر سے کنایہ ہے کیونکہ وہ غربت وفقر کو ایسا ہی چھپادیتا ہے جس طرح کہ زرہ بکتر بدن کو ضرر سے بچائے رکھتا ہے۔(مرقات)

اورآپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس شخص کو دیکھوں جو مجھ سے کم ہے اوراس شخص کو نہ دیکھوں جو مجھ سے اوپر ہے، اور مجھے حکم دیا کہ میں رشتہ داری کو جوڑ کر رکھوں، اگر چیکہ وہ پیٹھ پھیرلیں، اورحکم فرمایا کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں، اورفرمایا کہ میں حق بات کہوں اگر چیکہ وہ کڑوی ہو، اورحکم فرمایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کروں، اورفرمایا کہ میں کثرت سے ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' کہا کروں، کیونکہ یہ عرش کے نیچے کے خزانہ میں سے ہیں۔(احمد)۔

92/6644﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کا کوئی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جس کو مال اورشکل وصورت میں اس سے برتری دی گئی ہے تو چاہئے کہ وہ اپنے سے کم تر کو بھی دیکھے۔(متفق علیہ)۔

93/6645﴿اورمسلم کی ایک روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم اس شخص کو دیکھو جو تم سے نیچے ہے اوراُس شخص پر نظر مت رکھو جو تم سے برتر ہے! کیونکہ یہ اس بات کا باعث ہے کہ تم اللہ کی جو نعمت تم پر ہے، اس کو حقیر نہ سمجھو۔(مسلم)۔

94/6646﴿سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوخصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں ہوں تو اللہ اُسے شاکر صابر لکھ دیتا ہے: جو اپنے دین میں خود سے برتر پر نظر رکھے اوراس کے نقش قدم پر چلے۔ اوراپنی دنیا کے بارے میں خود سے کمتر پر نظر رکھے اوراللہ کی عطا کردہ فضیلت پر وہ اس کی تعریف کرے تو اللہ اس کو شکر گزار صابر لکھ دیتا ہے اور جو شخص اپنے دین میں خود سے کمتر کو دیکھے اور اپنی دنیا کے بارے میں برتر کو دیکھے اورافسوس کرے اُس چیز پر جو اس سے چھوٹ گئی ہے تو اللہ اس کو نہ شکر گزار لکھتا ہے اورنہ صابر۔(ترمذی)۔

95/6647 ﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن 1 کا قید خانہ اور اس کی خشک سالی ہے، اور جب وہ دنیا سے جدا ہوتا ہے تو قید خانہ اور خشک سالی سے نکل جاتا ہے۔ (بغوی: شرح السنہ)۔

96/6648 ﴾ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان ناپسند کرتا ہے: وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مومن کیلئے فتنہ سے بہتر ہے، اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا باعث ہے۔ (احمد)۔

97/6649 ﴾ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے تھوڑے سے رزق 2 پر راضی رہتا ہے تو اللہ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتا ہے۔ (بیہقی، شب الایمان)۔

98/6650 ﴾ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 ﴾ قولہ: الدنیا سجن المؤمن الخ (دنیا مومن کا قید خانہ ہے) امام حافظ ابوالقاسم ورّاق فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ہم کبھی مومن کو خوشحال زندگی میں اور کافر کو معیشت کی تنگی اور تنگدستی میں بھی دیکھتے ہیں تو ایسی صورت میں اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟ تو ہم اس کا جواب دو طرح سے دیں گے!

(1) پہلا یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کافر کیلئے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اُس کے مقابلہ میں دنیا کافر کیلئے جنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں مومن کیلئے جس ثواب اور نعمت کا وعدہ کیا ہے اُس کی بہ نسبت دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ کی طرح ہے اسلئے کہ کافر دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے اور اُس سے جدائی کو ناپسند کرتا ہے اور مؤمن اُس دنیا سے نکل جانے کا شوق رکھتا ہے اور اسکی آفتوں سے چھٹکارہ کا طلبگار رہتا ہے جس طرح کہ قیدی اپنی رہائی کا خواہشمند رہتا ہے۔

(2) دوسرا جواب یہ ہیکہ یہ اُس مؤمن کامل کی صفت ہے جو اپنے نفس کو دنیا کی لذتوں اور اس کی خواہشات سے دور رکھا ہو تو دنیا اس پر تنگی اور سختی کی وجہ سے قید خانہ کے درجہ میں ہوگئی، اب رہا کافر تو وہ اپنے نفس کو بے لگام چھوڑے رکھا ہے اور لذت طلبی اور شہوت پرستی میں اس کو عیش پسند بنایا ہوا ہے تو اس کے لئے دنیا کشادگی اور لطف اندوزی میں جنت کی طرح ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: من رضی من الله باليسير الخ (جو شخص اللہ سے تھوڑے رزق پر راضی رہے) پس اگر تو کہے کہ یہ حدیث اس بات کو بتا رہی ہیکہ بندہ کی رضا مقدّم ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ میں اس بات کا اشارہ ہیکہ بندہ کی رضا متأخر ہے تو میں کہوں گا کہ یہ ہیکہ بندہ کی رضا اللہ کی دو رضاؤں سے گھری ہے (1) ایک رضاء ازلی جس سے اسکا علم اوّلی وابستہ ہے۔ (2) یہ دوسری رضاء ابدی ہے جس کا تعلق بندہ کے عمل سے ہے جس پر اُخروی جزاء مرتب ہوتی ہے اور درحقیقت بندہ کی رضا، وہ تو صرف ابتداءً اللہ کی رضا کا اثر ہے۔

اب رہی بات اللہ تعالیٰ کے بعد کی رضاء تو وہ اللہ کا احسان اور انعام ہے۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران: 31) (مرقات)۔

نے جب اُنہیں یمن کو روانہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: تم اپنے آپ کو عیش پسندی سے بچائے رکھنا! کیونکہ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے ہیں۔(احمد)۔

99/6651 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے اصحابِ صفّہ میں کے ستّر ایسے حضرات کو دیکھا ہے جن میں سے کسی کے پاس بھی ایک چادر نہیں تھی، یا تو تہبند تھی، یا کمبل تھی، جس کو وہ اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے تھے، اور اُن میں سے بعض چادریں ایسی تھیں جو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی اور بعض ایسی ہیں جو ٹخنوں تک پہنچتی تھیں، وہ اس کو اپنے ہاتھ سے یکجا کئے رکھتا اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں ان کا ستر دکھائی دے۔(بخاری)۔

100/6652 سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے لگا تار دو روز بھی جو کی روٹی سے شکم سیر [1] نہ ہوئے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمائے۔(متفق علیہ)۔

101/6653 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم کھجور سے شکم سیر نہیں ہوئے، یہاں تک کہ ہم نے خیبر کو فتح کیا۔(بخاری)۔

102/6654 حضرت سعید مقبری سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے، جن کے سامنے بھنی ہوئے بکری تھی، پس وہ لوگ انہیں بلائے تو آپ نے کھانے سے انکار کیا اور کہا: حضرت نبی اکرم ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ سیر ہو کہ جو کی روٹی بھی تناول نہیں فرمائے۔(بخاری)۔

---

1 قولہ: ما شبع آل محمد الخ (محمد ﷺ کے گھر والے کبھی پیٹ بھر نہیں کھائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں غرباء ومساکین کیلئے بڑی تسلی ہے اور اس میں اُن لوگوں کا جواب ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اخیر عمر میں دولتمند بن گئے، ہاں یہ صحیح ہیکہ آپ کے قبضہ میں بہت زیادہ مال آیا مگر آپ نے اس کو جمع کر کے نہیں رکھا بلکہ اس کو اپنے رب تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ میں خرچ کر دیا اور ربّ تعالیٰ کی بے نیازی کو اپناتے ہوئے آپ کا دل ہمیشہ بے نیاز رہا۔(مرقات)

103/6655 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جو کی روٹی اور بودار چربی لیکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، اور نبی اکرم ﷺ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھے تھے اور اس سے اپنے اہل وعیال کے لئے تھوڑی جو لئے تھے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آلِ محمد ﷺ کے پاس کبھی رات میں ایک صاع جو یا ایک صاع کوئی اور غلہ نہیں رہا، حالانکہ آپ کے پاس نو 9 اَزواج تھیں۔(بخاری)۔

104/6656 ﴿اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی کو اس طرح خوفزدہ نہیں کیا جاتا اور اللہ کی راہ میں مجھے اس قدر تکلیف دی گئی کہ کسی کو نہیں دی جاتی اور مجھ پر تیس راتیں اور دن اس حال میں گذرے ہیں جبکہ میرے اور بلال کے پاس کھانے کی ایسی کوئی [1] چیز نہ تھی جس کو کوئی جگر والا (جاندار) کھاتا ہو، سوائے اُس چیز کے جو بلال کے بغل چھپاتی تھی۔

امام ترمذی نے اسکی روایت کی اور فرمایا: اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرم ﷺ مکہ سے خفیہ طور پر روانہ ہوئے اور اُس وقت آپ کے ہمراہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانے کی بس اتنی مقدار تھی جس کو وہ اپنے بغل میں اٹھائے ہوئے تھے۔(ترمذی)۔

---

1 ﴿قولہ: وما لی ولبلال طعام (جبکہ میرے اور بلال کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی.......الخ) آپ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے سفر کا نہیں ہے، کیونکہ بوقت ہجرت آپ کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تھے، لھذا ہوسکتا ہیکہ اس سے وہ سفر مراد ہو جو آپ نے بعثت کے ابتدائی زمانہ میں مکہ مکرمہ سے طائف کیجانب فرمایا تھا کہ کفارِ مکہ کے مقابلہ میں اہل طائف کا سردار عبد کلال آپکی نصرت وحمایت کرے اور تاکہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچائیں، پس اُس نے آپ ﷺ پر بچوں کو مسلط کردیا تو انہوں نے حضور ﷺ پر سنگباری کی یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنوں کو پتھر مارے اور آپ ﷺ کے ہمراہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور انکو شدید پیاس لگی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک بارش والا بادل بھیجا گیا اور جبرئیل علیہ السلام پہاڑوں کے فرشتہ کو لیکر نازل ہوئے تاکہ قوم کو ہلاک کرنے کی آپ انہیں اجازت دیں پس آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! کیونکہ مجھے امید ہے کہ انکی پشتوں سے ایسی نسل نکلے گی جو اللہ کی توحید کو بیان کریگی اور اس کا ایک تفصیلی واقعہ ہے۔(لمعات)۔

105/6657 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں: طعام، عورتیں، خوشبو۔ آپ ﷺ نے دو کو اختیار فرمایا، اور ایک کو نہیں، عورتوں اور خوشبو کو اختیار فرمایا اور کھانے کو اختیار نہیں فرمایا۔ (احمد)۔

106/6658 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس خوشبو اور عورتیں محبوب بنادی گئی ہیں، اور میرے آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

احمد، نسائی، اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے ارشاد ''حبّب الیّ'' کے بعد ''من الدنیا'' (دنیا میں سے) کا اضافہ کیا ہے۔

107/6659 ﴿ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں آپ کے اور اُس کے درمیان کوئی بستر بھی نہیں ہے آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں اس میں بھری ہوئی چیز کھجور کی چھال تھی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ کی امت پر فراخی وکشادگی کردیکیونکہ فارس وروم پر فراخی اور خوشحالی کی گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم اسی خیال میں ہو؟ یہ وہ قوم ہے کہ ان کو ان کی نعمتیں دنیاوی زندگی میں ہی دے دی گئیں۔

108/6660 ﴿ اور ایک روایت میں ہے: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اُن کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ (متفق علیہ)۔

108/6661 ﴿ سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی طلب فرمائے، تو آپ کے پاس شہد ملایا ہوا پانی لایا گیا، تو آپ نے کہا: کہ یہ

بہت اچھا تو ہے لیکن میں سنتا ہو کہ اللہ عزوجل نے لوگوں پر اُن کے نفسانی خواہشات کو عیب[1] قرار دیا اور فرمایا: ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ (46۔الاحقاف، آیت:20) "تم اپنے حصہ کی نعمتیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور اُن سے فائدہ اٹھا چکے"، لھذا مجھے اس بات کا اندیشہ ہیکہ ہماری نیکیاں ہمیں (دنیا ہی میں) جلد دے دی جارہی ہوں، پھر آپ نے اُس کو نوش نہیں فرمایا۔ (رزین)۔

110/6662 ﴿ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی، پس ہم نے اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر[2] سے کپڑا اہٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے دو پتھروں سے کپڑا اہٹا کر دکھایا۔ (ترمذی)۔

111/6663 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) صحابہ کو بھوک لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک ایک کھجور عطا فرمایا۔ (ترمذی)۔

112/6664 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1﴿ قوله: نعى أى عاب "نعی" کے معنی عیب لگانے کے ہیں۔ (مرقات)۔

2﴿ قوله: فرفعنا عن بطوننا عن حجر حجر الخ (ہم اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر پتھر سے کپڑا اہٹائے) اس سے متعلق کہا گیا شکم پر پتھر باندھنے کا فائدہ یہ ہیکہ اس سے خالی آنتوں میں ہوا داخل نہیں ہوتی اور یہ کہ آنتوں کو باندھے رکھنا خود پیٹھ کو مضبوط رکھنے میں مددگار ہے۔ اور کہا گیا ہیکہ پیٹ پر پتھر اس لئے باندھا تا کہ کہیں پیٹ ڈھیلا نہ پڑ جائے اور آنت اتر جائے تو حرکت کرنا دشوار ہو جائے گا، جب آدمی اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا ہے تو اس کا پیٹ اور پیٹھ مضبوط ہو جاتی ہے تو وہ آسانی سے حرکت کرتا ہے اور جب بھوک شدّت پکڑ لیتی ہے تو وہ دو پتھر باندھ لیتے ہیں چونکہ ان سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کی شدت زیادہ تھی اور آپ سب سے بڑھ کر ریاضت و محنت کرتے تھے، اس لئے آپ اپنے شکم مبارک پر دو پتھر باندھے تھے۔

علامہ مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اہل ریاضت افراد کی یہی عادت ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کی یا اہل مدینہ کی عادت ہے، اور صاحب "الازھار" کہتے ہیں کہ شکم پر پتھر باندھنے کے متعلق چند اقوال ہیں:

ایک یہ کہ مدینہ منورہ میں کچھ پتھر ہوتے ہیں جن کا نام "مشبعة" (بھوک مٹانے والے) ہے، اہلِ مدینہ میں جب کوئی بھوکے ہو جاتے تو اُس قسم کا کوئی پتھر اپنے پیٹ پر باندھ لیتے اور اللہ تعالیٰ اس میں ایسی ٹھنڈک کو رکھا ہے جو بھوک اور حرارت کو تھما دیتی۔

اور بعض کہتے ہیں کہ جس آدمی کو صبر کا حکم دینا ہوتا اُس سے کہا جاتا ہے "اربط عل قلبک حجرا" (تم اپنے دل پر پتھر باندھ لو) تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور آپ نے اپنی امت کو اپنے قال و حال سے صبر کا حکم دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات)۔

نے فرمایا: جو آدمی [1] بھوکا ہوجائے یا ضرورتمند ہوجائے اور وہ اس کو لوگوں سے چھپائے رکھے تو اللہ بزرگ وبرتر پر یہ حق کرم ہیکہ وہ اُسے ایک سال کی حلال روزی عطافرمائے گا۔(بیہقی،شعب الایمان)۔

113/6665 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز تم کسی بدکار پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرنا، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ اپنی موت کے بعد کیا چیز پانے والا ہے، دیکھو! اللہ کے پاس اس کے لئے ایک قاتل ہے جو کبھی نہیں مرے گا یعنی آگ۔(شرح السنہ)۔

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ ﷺ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1﴿قولہ: من جاع الخ (جو شخص بھوکا ہوجائے) بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جو قابل برداشت ہو اور جس کو چھپائے رکھنا جائز ہو، ورنہ علماء نے تو اس بات کی صراحت کی ہیکہ اگر کوئی شخص اپنے کو بھوکا رکھ کر مرجائے اور کسی سے سوال بھی نہ کرے اور کچھ نہ کھائے اگرچہ مردار کا گوشت ہی کیوں نہ ہو تو وہ گنہگار مرے گا۔(مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2/227 بَابُ الْأَمَلِ وَالْحِرْصِ

امید اور حرص کا بیان

114/6666 ﴿ سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط 1 کھینچا اور درمیان میں اس مربع خط سے باہر نکلا ہوا ایک خط کھینچا اور درمیان میں جو خط تھا اس کی طرف چھوٹے چھوٹے خطوط اس طرف سے کھینچے جس کے بیچ میں یہ تھا اور فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اس کو گھیری ہوئی ہے اور یہ نکلی ہوئی لکیر اُس

1 ﴿ قوله: خط النبی ﷺ الخ (نبی اکرم ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا)

خط کا نقشہ یہ ہے

(اطراف سے چوکور لکیر موت ہے اور اس کے اندر کی سیدھی لکیر انسان ہے اور چوکور کے باہر انسان کی لکیر سے لگی ہوئی اور انسان کو لگی لکیریں آفتیں اور حوادث ہیں باہر کی لکیر اس کی امیدیں ہیں)
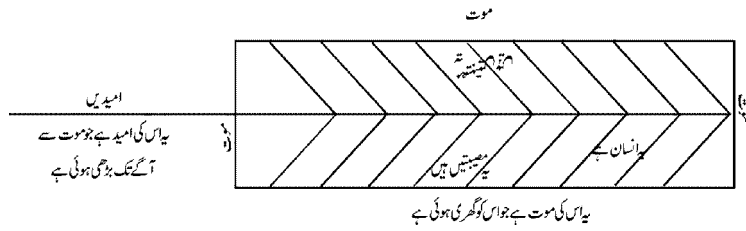
اور یہ ترکیب میں ''هذا الانسان'' مبتدا خبر ہے، یعنی جو درمیان میں ہے انسان ہے، یہ بطور مثال ہے اور یہ اس کی موت ہے یعنی مربع لکیر درمیانی لکیر کو گھیری ہوئی اس کی موت ہے اور چھوٹی لکیریں باری باری آنے والی انسان کی بیماریاں، پریشانیاں اور اس کی موت کے اسباب ہیں اور جو لکیر چودیواری سے نکلی ہے وہ اس کی امید ہے۔ (ماخوذ از شروح بخاری)۔

علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم کہو لکیریں تین ہیں کیونکہ تمام چھوٹی لکیریں ایک کے حکم میں ہیں اور اشارہ کی ہوئی لکیریں چار ہیں، تو میں کہتا ہوں: اندرونی لکیر کے دو اعتبار ہیں، کیونکہ آدھی لکیر اندر ہے اور آدھی لکیر مثلاً باہر ہے، تو لکیر کی اندرونی مقدار بطور فرض انسان ہے اور بیرونی لکیر اس کی امید ہے اور اعراض یعنی انسان کو پیش آنے والی مصیبتیں ہیں اور آپ کا یہ ارشاد کہ تو اگر یہ چوک جائے یعنی اگر یہ مصیبت سے ٹل جائے تو دوسری مصیبت اس کو ڈس لیتی ہے اور اگر یہ اس سے ٹل جائیں یعنی یہ ہلاکت خیز بیماریاں تمام آفتیں اس سے گزر جائیں تو موت اس کو ڈس لیتی ہے یعنی اگر وہ اس دوسری طرح کی موت سے نہ مرے تو فطری موت سے ضرور مریگا، حاصل یہ ہے کہ انسان امید میں منہمک رہتا ہے اور موت اس کو امید سے پہلے پکڑ لیتی ہے۔ (انتہی)۔

کی آرزو 1 ہے اور یہ چھوٹی لکیریں پیش آنے والے حادثات ہیں اگر یہ اس سے چوک جائے تو یہ اس کو ڈس لیگا اور اگر یہ اس سے چوک جائے تو یہ اس کو ڈس لیگا۔(بخاری)۔

115/6667 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے چند خطوط 2 کھینچے اور فرمایا: یہ آرزو ہے اور یہ اس کی موت ہے، وہ اسی حالت میں رہتا ہے کہ اچانک قریب ترین خط اس کے پاس آجاتا ہے۔(بخاری)۔

116/6668 ﴿انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ انسان 3 ہے اور یہ

1﴿قولہ: هذا الذي هو خارج امله (یہ جو نکلی ہوئی لکیر ہے اس کی امید ہے) یہاں امید سے مراد موت کی تیاری اور آخرت کے توشہ سے غافل رہ کر دنیا کے معاملہ میں لمبی آرزوئیں کرنا ہے، اب رہا علم حاصل کرنے اور عمل کرنے میں لمبی امید کرنا تو وہ بالاتفاق قابل تعریف اور پسندیدہ ہے۔(مرقات)۔

2﴿قولہ: خطوطا (چند خطوط) علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم کہو اجمال میں انہوں نے خطوط (جمع کا صیغہ) چند لکیریں کہا اور اس کے بعد تفصیل میں دو لکیروں کو ذکر کیا، تو میں کہوں گا اس میں طویل بات کا اختصار ہے دوسری لکیر انسان ہے اور (چھوٹی) لکیریں آفتیں ہیں اور قریب ترین لکیر سے مراد موت ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ گھیری ہوئی لکیر بیرونی لکیر (امید کی لکیر) سے قریب یہ ہے، شارحین حدیث کہتے ہیں: لمبی امید تمام لوگوں کے لئے مذموم ہے سوائے علماء کے اس لئے کہ اُن کی امیدیں اور اُس کی درازی نہ ہوتی تو وہ تصنیف و تالیف نہ کرتے۔

3﴿قولہ: هذا ابن آدم (یہ انسان ہے) ظاہر ہے کہ یہ معنوی صورت کی طرف حسّی اشارہ ہے اسی طرح آپ کا ارشاد "هذا اجله" بھی ہے اور اس کی تشریح یہ ہیکہ حضور پاک ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اپنے سامنے سطح زمین پر یا فضاء میں لمبائی یا چوڑائی میں اشارہ فرمایا اور فرمایا: یہ انسان ہے پھر آپ نے دست مبارک کو پیچھے کیا اور قریب میں روک دیا اور فرمایا یہ اس کی موت ہے اور اپنے دست مبارک کو رکھ دیا، یہ فرماتے وقت کہ یہ انسان ہے اور یہ اُس کی موت ہے اور اپنی گدی کے پاس سے مراد اس جگہ کے پیچھے رکھا جہاں آپ نے موت کی طرف اشارہ فرمایا، پھر آپ نے دست مبارک کو پھیلایا اس سے مراد اپنی ہتھیلی اور انگلیوں کو کھلا رکھ کر اشارہ کرتے ہوئے اپنے دست مبارک کو پھیلایا، یا پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ" آپ نے اس کی جگہ جس جگہ سے آپ نے موت کی طرف اشارہ کیا، وہاں سے آگے تک پھیلایا پھر فرمایا: وثمّ" "ثاء" کے زبر اور میم کی تشدید سے یعنی" وہاں" اور آپ نے اس کی دوری کی طرف اشارہ فرمایا، امله (اس کی امید) مراد امید کی چیزیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (یہ ارشاد) دراصل سخت غفلت کی نیند سے متنبہ کرنے والا معنوی اشارہ کہ آدمی کی موت اس کی امیدوں سے زیادہ اُس کے قریب ہے اور اُس کی امید اس کی موت سے زیادہ لمبی ہے۔(مرقات)۔

صاحب کوکب دری نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد موت کی ہاتھ سے مثال دی گئی ہے، جو ہاتھ گدی پر رکھا ہوا ہے تو گویا موت آدمی کو ایسا پکڑتی ہے جیسا ہاتھ گدی کو پکڑتا ہے اور انسان کی طرف اشارہ اور وضاحت کی ضرورت نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کا گردن کو پکڑنا اشارہ مرکبہ ہے تو گویا گردن انسان ہے اور اس کو پکڑنے والا ہاتھ اس کی موت ہے تو اس توجیہ کے اعتبار سے انسان کے تمام جسم کے بجائے صرف گردن کو پکڑنے سے خاص کیا گیا باوجود یہ کہ انسان کے اجزاء میں انسانیت کسی ایک جز سے خاص نہیں تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ گردن کو تمام اعضاء کے مقابل زائد خصوصیت حاصل ہے کیونکہ کسی شخص (کی گردن) کو پکڑا جائے تو وہ پکڑنے والے سے چھوٹ نہیں سکتا برخلاف دوسرے اعضاء کو پکڑنے والے کے (وہ چھوٹ جاسکتا ہے) اور اس وجہ سے بھی کہ گردن سے تمام (جسم) تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اور توجیہات بھی ہیں۔

اسکی موت ہےاور آپ نے اپنا دست مبارک اپنی گدی کے پاس رکھا پھر پھیلایا اور فرمایا: وہاں اس کی آرزو ہے۔(ترمذی)۔

117/6669 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک لکڑی اپنے سامنے نصب فرمائی اور ایک لکڑی اس سے دور نصب فرمائی پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ انسان 1 ہے اور یہ موت ہے میں سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا اور یہ اُس کی آرزو ہے اور انسان آرزو کرتے رہتا ہے، اور موت اُس کی آرزو سے پہلے اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔(بغوی، شرح السنہ)۔

118/6670 ﴿سیدنا سفیان ثوری سے روایت ہے انہوں نے کہا: زہد دنیا میں موٹا اور کھردرا کپڑا پہننے سوکھی روٹی کھانے میں نہیں ہے، یقیناً دنیا میں زہد تو آرزوؤں کو کم رکھنے سے ہے۔(بغوی، شرح السنہ)۔

119/6671 ﴿سیدنا زید بن حسین سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا جبکہ آپ سے دریافت کیا گیا تھا دنیا میں زہد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: پاکیزہ کمائی 2 اور مختصر امید۔(بیہقی، شعب الایمان)۔

120/6672 ﴿سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے

---

1 ﴿قولہ: هذا انسان (یہ انسان ہے) پہلی لکڑی انسان کی مثال ہے اور هذا الاجل (یہ موت ہے) یعنی اس کے بازو سے متصل یہ دوسری لکڑی اس کی موت ہے یعنی اُس کی عمر کی انتہاء اور اُس کے عمل کا اختتام ہے اور هذا الامل (یہ امید ہے) یعنی یہ دور، والی لکڑی اُس کی درازامید ہے۔(مرقات)۔

2 ﴿قولہ: طیب الکسب وقصر الامل (پاکیزہ کمائی اور مختصر امید) اگر تم کہو: زہد میں اچھی کمائی کا کیا دخل ہے؟ تو میں کہتا ہوں، یہ ان لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے گمان کیا کہ زہد صرف دنیا کو چھوڑنے کھردرا لباس پہننے اور بے مزہ موٹی غذا کھانے میں ہے یعنی زہد کی حقیقت وہ نہیں جو تمہارا زعم ہے بلکہ حقیقت زہد یہ ہے کہ تم حلال کھاؤ، حلال پہنو، بقدر ضرورت قناعت کرو اور امیدوں کو کم کرو اور اسی معنی میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے، زہد سے مراد حلال کو حرام کرنا نہیں ہے اور نہ مال کو ضائع کرنا ہے لیکن زہد اور دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ تُو اپنی ملکیت سے زیادہ لوگوں کی ملکیت پر بھروسہ نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد سے کہا گیا آپ نے تصوف میں تصنیف کیوں نہیں کی، تو امام محمد نے کہا: میں نے اس کی تصنیف کی ہے تو کہا گیا کونسی کتاب ہے؟ تو آپ نے کہا ''کتاب البیع'' یعنی خرید وفروخت کے احکام کیونکہ جو شخص خرید وفروخت کے صحت وفساد کو نہیں جانتا وہ حرام کھائے گا اور جو حرام کھائے گا اس کا حال کبھی ٹھیک نہیں ہوسکتا۔(مرقات)۔

ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس امت کی پہلی درستگی یقین 1 اور زہد ہے اور اس کا پہلا بگاڑ بخل اوراُمید ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

121/6673 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بوڑھے کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت 2 میں اور لمبی امید میں۔ (متفق علیہ)۔

122/6674 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان ہوتی ہیں: مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (متفق علیہ)۔

123/6675 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر انسان کیلئے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی چاہے گا، اور انسان کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز بھر نہیں سکتی اور جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے 3۔ (متفق علیہ)۔

124/6676 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہیں انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے بعض حصہ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: تم دنیا میں ایسے رہو گو یا تم مسافر یا راہ گزر ہو اور اپنے آپ کو قبور والوں میں شمار کرو۔ (بخاری)۔

125/6677 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اس وقت میں اور میری والدہ کسی چیز کو مٹی سے لیپ رہے تھے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ایک چیز ہے جس کو ہم

1﴿قولہ: الیقین (یقین) اس سے مراد آخرت کے معاملہ کا یقین ہے اور زہد سے مراد دنیا کے معاملہ میں بے رغبتی ہے۔ (مرقات)۔

2﴿قولہ: فی حب الدنیا (دنیا کی محبت میں) اس سے موت کو ناپسند کرنا لازم آتا ہے" وطول الامل" (لمبی امید) یہ عمل میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ (مرقات)۔

3﴿قولہ: ویتوب الله علی من تاب (اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کے معنی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام انسان مال سے محبت کرنے، اور اس کی طلب میں کوشش کرنے کی فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اس سے سیر نہیں ہوتے، سوائے اُن کے جن کو اللہ تعالیٰ نے بچایا اور جن کو اپنے نفس سے اس خصلت کو دور کرنے کی توفیق دی، اور وہ بہت کم لوگ ہیں اور حضور پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عصمت وتوفیق کی جگہ توبہ کو رکھا یہ بتانے کے لئے کہ انسان میں موجود یہ خصلت ناپسندیدہ ہے اور گناہ کے درجہ میں ہے اور اس کو دور کرنا ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ہدایت سے۔ (مرقات)۔

درست کررہے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ کا حکم اس سے بھی 1 جلد آنے والا ہے۔ (احمد، ترمذی)۔

126/6678 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت سے 2 فارغ ہوتے اور مٹی سے تیمّم کر لیتے، تو میں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی آپ کے قریب ہی ہے، آپ فرماتے: کیا معلوم شاید میں اس تک نہ پہنچ سکوں۔ (بغوی: شرح السنہ، ابن جوزی: کتاب الوفاء)۔

127/6679 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال 3 تک ہے اور ان میں کم لوگ ہیں جو اس سے آگے بڑھیں گے 4۔ (ترمذی)۔

128/6680 ﴿ انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہیں، اور ان میں کم لوگ ہیں جو اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

129/6681 ﴿ انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا عذر ختم کر دیتا 5 ہے جس کی موت کو مؤخر کر کے اس کو ساٹھ سال تک پہونچا تا ہے۔ (بخاری)

بَابُ الْأَمَلِ وَالْحِرْصِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴿ قولہ : الامر اسرع من ذلک (اللہ کا حکم یعنی موت اس سے بھی جلدی آسکتی ہے) ظاہر ہے کہ اس کی مرمت ضروری نہیں تھی بلکہ اس کو مضبوط کرنے کی امید سے یا اس کو مزین کرنے کی خواہش سے کیا گیا تھا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: کان یھریق الماء یعنی پانی بہاتے تھے، یہ قضائے حاجت سے کنایہ ہے تو اس کے معنی یہ ہے کہ کبھی آپ حاجت سے فارغ ہوتے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ : من ستین سنة الی سبعین (ساٹھ سے ستر سال تک ہے) یہ اکثریت پر محمول ہے۔ (مرقات)۔

4 ﴿ قولہ : واقلھم من یجوز ذلک (اور ان میں کم لوگ ہیں جو اس کے آگے بڑھیں گے) یعنی ستر سے تجاوز کریں گے اور سو، اور اس کے اوپر تک پہنچیں گے۔ (مرقات)۔

5 ﴿ قولہ : اعذر اللہ (اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عذر کا موقعہ ختم کر دیا) ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے عذر کو دور کر دیا ''بَلَّغَہٗ'' لام کو تشدید کے ساتھ یعنی اس کو ساٹھ سال تک پہونچا یا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عذر پیش کرنے کا کوئی موقع نہیں رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو اتنی دراز مدت تک مہلت دیا اور وہ عبرت حاصل نہیں کیا، اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کیا، اپنے عیوب کی اصلاح نہیں کیا، اور خیر کو شر پر غلبہ نہیں دیا تو اب وہ اُن لوگوں میں ہو جائے گا جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اطاعت و فرمانبر داری کو چھوڑنے اور ضائع کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رکھا کیونکہ نوجوان کہتا ہے، جب بوڑھا ہو جاؤں گا تو توبہ کر لوں گا اور بوڑھا کیا کہے گا۔ (ماخوذ از مرقات ولمعات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

3/228 بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡمَالِ وَالۡعُمۡرِ لِلطَّاعَةِ

اطاعت کے لئے مال اور عمر کا پسندیدہ ہونے کا بیان

130/6682 ﴿سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو جو پرہیزگار، بے نیاز اور پوشیدہ رہنے والا ہے 1 پسند کرتا ہے۔ (مسلم)۔

131/6683 ﴿سیدنا ابوکبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور تم کو ایک حدیث سناتا ہوں اس کو تم یاد رکھو، اب رہی وہ چیزیں جس پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں: (1) صدقہ دینے سے بندہ کا مال کم نہیں ہوتا۔ (2) کسی بندہ پر اس کے کسی حق میں ظلم نہیں کیا گیا اور وہ اس پر صبر کرے مگر اللہ تعالیٰ

---

1 ﴿قولہ : **يحب العبد التقي الغني الخفي** (اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو جو پرہیزگار، بے نیاز اور پوشیدہ رہنے والا ہے پسند کرتا ہے) ''**استحباب للطاعة**'' کے بیان میں اس حدیث شریف کو لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غنی سے دولت کی تونگری یا انسان کو بے نیاز کرنے والی دوسری تمام چیزیں بھی مراد ہیں اور متن حدیث میں غناء کی نسبت سے ''**حفي**'' (ح بغیر نقطہ کے ساتھ) زیادہ مناسب ہے یعنی جو مالدار ہو اور مہرباں ہو جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے یعنی وہ خرچ کرنے والا ہو۔

محدثین کرام نے کہا ہیکہ صحیح روایت خفی (خ کے نقطہ کے ساتھ) ہی ہے۔ اس سے مراد ''**المعتزل للعبادة**''، یعنی جو عبادت کے لئے لوگوں سے دور رہنے والا اور اس لفظ کو قلب کی بے نیازی کے لئے زیادہ مناسبت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ غنی سے شکر گزار غنی مراد ہے اور کبھی اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ فقیر صابر سے شکر گزار تونگر افضل ہے لیکن معتمد علیہ بات اس کے برخلاف ہے (یعنی فقیر صابر افضل ہے) اس کا بیان اور اس کی دلیل گزر چکی ہے، اور لفظ خفی (نقطہ والے خ کے ساتھ) یعنی پوشیدہ رہنے والا، اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو اختلاط کے مقابلہ میں گوشہ نشینی کو افضل قرار دیتے ہیں اور جو حضرات اختلاط کو افضل قرار دیتے ہیں وہ اسکی تاویل میں کہتے ہیں کہ گوشہ نشینی کی افضلیت فتنہ کے وقت میں ہے میں کہتا ہوں: یا اسکو غلط لوگوں سے اختلاط و میل جول پر محمول کیا جائے گا۔ (ماخوذ از لمعات، مرقات)۔

اس کی وجہ سے اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔(3) اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ 1 نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس پر تنگدستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

رہی جو حدیث میں بیان کروں گا اور تم اس کو یاد رکھو! وہ یہ ہے آپ نے فرمایا: اس کے سوا نہیں دنیا تو چار قسم کے افراد کے لئے ہے۔(1) ایک وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم دیا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور رشتہ داری کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور اللہ کے لئے اس کے حق کے مطابق اس میں کام کرتا ہے تو یہ شخص سب سے بڑے مرتبہ والا ہے۔(2) ایک وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا اور مال نہیں دیا اور وہ سچی نیت والا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے لئے بھی مال ہوتا تو میں فلاں کے جیسا عمل کرتا تو ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔(3) اور ایک وہ بندہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مال دیا علم نہیں دیا تو وہ علم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں غلط سلط کام کرتا ہے اس میں اپنے رب سے ڈرتا بھی نہیں ہے، رشتہ داری کے ساتھ حسن سلوک بھی نہیں کرتا اور اس میں حق کے مطابق کام نہیں کرتا تو یہ سب سے زیادہ خراب درجے کا ہے۔(4) اور ایک وہ بندہ جس کو اللہ نے نہ مال دیا نہ علم دیا اور وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے لئے مال ہوتا تو میں فلاں شخص کے عمل کی طرح 2 عمل کرتا تو وہ اپنی نیت کے ساتھ ہوگا اور ان دونوں کا گناہ برابر 3 ہے۔(ترمذی)۔

اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن وصحیح کہا ہے۔

1﴾قولہ : باب مسئلة (مانگنے کا دروازہ) یعنی لوگوں سے مانگنا اور سوال کرنا، کسی اور حاجت وضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ مالدار بننے اور مال زیادہ کرنے کے لئے ہو۔(مرقات)۔

2﴾قولہ: لعملت فيه بعمل فلان (تو میں فلاں شخص کے عمل کی طرح عمل کرتا) یعنی برے لوگوں میں سے فلاں کی طرح۔(مرقات)۔

3﴾قولہ: وَوِزرهما سواء (اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے) علامہ ابن ملک رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث اُس حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے جس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کے دلوں میں آنے والے وسوسے جب تک اس پر عمل نہ کیا گیا ہو معاف کر دیا اس لئے کہ جس پر گرفت ہے وہ زبان سے بولی ہوئی بات ہوتی ہے اور جس کو معاف کر دیا گیا ہے وہ نفس میں آنے والی بات ہے، انتہی۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

132/6684﴾ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم ایک مجلس میں تھے پس رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے اور آپ کے سر پر پانی کا اثر تھا تو ہم عرض کئے: یا رسول اللہ! ہم آپ کو بہت خوش دل دیکھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! راوی نے کہا: پھر قوم مالداری کا ذکر کرنے میں لگ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مالداری میں کوئی حرج نہیں ہے اس شخص کے لئے جو اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتا ہے اور تندرستی اس شخص کے لئے جو پرہیزگاری کو اختیار کرے مالداری سے بہتر ہے اور دل کی خوشی نعمتوں میں سے ہے۔(احمد)۔

133/6685﴾ سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: گزشتہ زمانہ میں مال ناپسند تھا لیکن آج وہ مومن کی ڈھال ہے اور فرمایا: اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ لوگ ہم کو دستی بنا لیتے اور فرمایا: جس شخص کے ہاتھ میں اس مال میں سے کچھ ہو تو اس کو ٹھیک رکھے، کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے اگر کوئی محتاج ہو جائے تو پہلی چیز جس کو وہ خرچ کرے گا اس کا دین ہوگا اور فرمایا: حلال میں اسراف کا احتمال نہیں ہوتا۔(امام بغوی: شرح السنہ)۔

134/6686﴾ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ! کون سا شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص جس کی عمر طویل ہو اور عمل اسکا اچھا ہو تو اس نے کہا: کونسا آدمی برا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل اس کا برا ہو۔(احمد، ترمذی، دارمی)۔

135/6687﴾ سیدنا عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے دو اصحاب کے درمیان بھائی چارہ کرایا، تو ان میں ایک صاحب اللہ کے راستہ میں شہید کئے گئے

ماقبل حاشیہ۔۔۔۔اور اس میں اعتماد کی بات وہ ہے جس کو علماء محققین نے کہا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ یہ شخص اس کو اپنے نفس میں جاگزیں نہیں کیا اور اس کا دل اس کام کو کرنے کا فیصلہ نہیں کیا ہو اور اگر وہ پختہ ارادہ کر لیا اور فیصلہ کر لیا تو ایک گناہ لکھ دیا جائے گا اگرچیکہ اس پر عمل نہ کرے اور اس کی بات بھی نہ کیا ہو۔اور اس کی بحث گزر چکی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات)۔

دوسرے صاحب ان سے ایک جمعہ کے بعد یا اس کے قریب انتقال کر گئے ،لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ تو انہوں نے کہا: ہم نے اللہ سے دعا کی کہ وہ ان کو بخش دے، ان پر رحم فرمائے اور ان کو ان کے ساتھی کے ساتھ ملا دے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو شہادت پانے والے کی نمازوں کے بعد والی ان کی نمازیں اور اس کے عمل کے بعد کا ان کا عمل کہاں گیا؟ یا آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے روزوں کے بعد والے اس کے روزے کہاں گئے؟ کیونکہ ان دونوں کے درمیان اس سے بھی زیادہ [1] فاصلہ ہے جو زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

136/6688 ﴿ سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کہ بنو عذرہ کے تین آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے کون اُن کی ذمہ داری قبول کرے گا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''میں'' پس وہ لوگ انہی کے پاس رہے، نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا تو ان میں سے ایک صاحب اس میں چلے اور شہید ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا تو اس میں

---

1 ﴿ قولہ : لما بینھما (کیونکہ ان دونوں کے درمیان) ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ زمین وآسمان کے درمیان دوری سے بھی زیادہ اور بڑا ہے، اس میں یہ اشکال ہے کہ ایک ہفتہ میں بغیر شہادت کے ان کا عمل اپنے ساتھی کی شہادت کے ساتھ کے عمل سے فضیلت والا کیسا ہوگا؟ کیونکہ ثواب کے اعتبار سے کوئی عمل اس شہادت سے زیادہ نہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے اور اس کے دین کو غلبہ دینے کے لئے ہو خصوصاً ابتدائے اسلام اور مددگاروں کی کمی کے وقت اس کا جواب دیا گیا کہ یہ صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو ان کو ان کی نیت کا بدلہ دیا گیا، اور یہ ایک احتمال کی بات ہے اور حدیث شریف میں ذکر نہیں کی گئی ہے اللہ بہتر جاننے والا ہے باوجود یہ کہ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ آنے والی حدیث شریف کے ظاہری الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے اور یہ جواب بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ ان صاحب کا عمل بغیر شہادت کے بھی ان کے اخلاص، عقل اور معرفت کے سبب ساتھی کی شہادت کے ساتھ عمل کے برابر ہے، پھر انہوں نے اس کے بعد جو زیادہ عمل کیا تو اس سے وہ بڑھ گئے، کیونکہ شہید ہونے والا ہر شخص مطلق دوسروں سے زیادہ فضیلت والا نہیں ہوتا بلکہ کبھی دوسرے ان سے زیادہ فضیلت والے ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال کافی ہے۔ (لمعات)۔

دوسرے صاحب چلے اور شہید ہوگئے پھر تیسرے صاحب اپنے بستر پر وفات پائے، راوی کہتے ہیں حضرت طلحہ نے فرمایا: میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر انتقال کرنے والے صاحب کو ان سب کے سامنے دیکھا، بعد میں شہید ہونے والے صاحب کو ان کے قریب اور ان میں کے پہلے صاحب کو ان کے قریب دیکھا تو میرے دل میں اُس سے متعلق کچھ خیال آیا تو میں نے اس کو نبی پاک ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی شخص اس مومن سے زیادہ فضیلت والا نہیں جس کو اسلام میں اُس کی تسبیح تکبیر اور تہلیل کی وجہ سے بڑی عمر دی جائے۔(احمد)۔

137/6689 ﴾سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک نداد ینے والا ندا دے گا ساٹھ (60) سال والے لوگ کہاں ہیں؟ اور یہ وہ عمر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرلے اور تمہارے پاس آگاہ کرنے والا آئے۔(بیہقی، شعب الایمان)۔

138/6690 ﴾سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب لے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے لگادے اور اللہ پر آرزوئیں رکھے۔[1] (ترمذی، ابن ماجہ)۔

139/6691 ﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب

1﴾قولہ : ولعاجز الخ (عاجز) علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عاجز وہ شخص ہے جس پر اس کا نفس غالب آجائے اور وہ کام کرے جو اس کا نفس حکم دیتا ہے تو وہ اپنے نفس کے سامنے عاجز ہوگیا اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے کردیا اور نفس کو جو وہ چاہا دے دیا، یہاں ''عاجز'' کو کیس کا مقابل لایا گیا ہے، اور کیس (عقلمند) کا حقیقی مقابل سفیہ الرای بیوقوف ہے اور عاجز کا حقیقی مقابل قادر (قدرت والا) ہے، اس میں یعنی کیس کا مقابل عاجز میں اس بات کا اعلان ہے کیس عقل مند ہی قدرت والا ہے اور جو عاجز ہے اور وہی بیوقوف ہے۔

اور اللہ پر آرزوئیں رکھے یعنی گناہ کرے، اور توبہ واستغفار کے بغیر جنت کی تمنا رکھے۔(مرقات)۔

اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے تو عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کیسے کام 1 لیتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کو اس کے انتقال سے پہلے نیک کام کی توفیق دیتا ہے۔ (ترمذی)۔

140/6692 ﴿ سیدنا محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی بندہ جس دن پیدا ہوا ہے اس وقت سے بوڑھا ہو کر انتقال کرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے چہرہ کے بل گر پڑے تو بھی اس دن اس (عبادت) کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کریگا کہ اس کو دنیا میں لوٹایا جائے تا کہ اجر وثواب اور زیادہ کرے۔ (احمد)۔

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡمَالِ وَالۡعُمُرِ لِلطَّاعَةِ ختم ہوا۔

❁ ❁ ❁

1 ﴿ قوله : وكيف يستعمله يا رسول الله (یارسول اللہ! وہ کیسے کام لیتا ہے) یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی اس سے کام لیتا ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

4/229 بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکل اور صبر کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا فرمان ہے:﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾۔اور جوشخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہے۔(65،سورۃ الطلاق،آیت نمبر:3)۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴾۔بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(3،سورۃ آل عمران،آیت نمبر:159)۔اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾۔اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا نہیں ہے مگر اللہ کی مدد سے۔(16،سورۃ النحل،آیت نمبر:127)۔اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾۔بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(2،سورۃ البقرۃ،آیت نمبر:153)۔

141/6693 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں 1 جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں 2 کرتے،فال نہیں نکالتے اور اپنے رب پر ہی بھروسہ 3 کرتے ہیں۔(متفق علیہ)۔

---

1 ﴿قولہ : یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب (میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے) یہ ان کی مستقل تعداد ہے اس میں ان کے متبعین کا شمار نہیں ہے اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ ان میں کے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔(مرقات)۔

علامہ کرمانی نے فرمایا: اگر تم یہ کہو کہ وہ اس عدد کے ساتھ خاص نہیں ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ اللہ ہی اس تعداد کو زیادہ جانتا ہے؛ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ لفظ ''سبعین'' سے کثیر تعداد مراد ہو۔

2 ﴿قولہ : لا یسترقون (وہ منتر نہیں کرتے) علام ابوالحسن قابسی نے کہا ہے:''استرقاء'' سے مراد وہ تعویذ یا منتر ہے جسے وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔اب رہا کتاب اللہ کے ذریعہ تعویذ لینا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے کیا ہے اور اس کے کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ توکل سے خارج کرنے والا نہیں ہے۔قولہ: لا یتطیرون (وہ بدشگونی نہیں لیتے) یعنی پرندوں وغیرہ سے بدشگونی نہیں لیتے جیسا کہ اسلام لانے سے پہلے ان کی عادت تھی ''طیرہ'' شر کا شگون ہے اور ''فال'' خیر کا شگون ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام فال (خیر کے شگون) کو پسند فرماتے تھے۔

قولہ: لایکتوون (نہ وہ داغ لیتے ہیں) یعنی وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے ہیں کہ داغ سے شفا ہوتی ہے جیسا کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا اور توکل مسببات کو اسباب پر ترتیب دے کر معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنے کا نام ہے۔(عمدۃ القاری)۔

3 ﴿قولہ : وعلی ربهم یتوکلون (وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں) صاحب مرقات نے فرمایا:۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔

142/6694 ؓانہی سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمائے: میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں، پس ایک نبی گزرنے لگے، تو ان کے ساتھ ایک ہی شخص تھا اور ایک نبی جن کے ساتھ دو شخص تھے اور ایک نبی ان کے ساتھ ایک جماعت اور ایک نبی ان کے ساتھ ایک شخص بھی نہیں تھا اور میں ایک اس قدر بڑی جماعت کو دیکھا جو فضا کے کنارے کو بھر دی تھی تو میں امید1 کیا کہ وہ میری امت ہوگی تو کہا گیا یہ موسی علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں پھر مجھ سے کہا گیا دیکھئے! تو میں اس قدر بڑی جماعت کو دیکھا جو فضا کے کناروں کو بھر دی ہے پھر مجھ سے کہا گیا ادھر اور ادھر دیکھئے! تو میں اس قدر بڑی جماعت دیکھا جو فضاء کے کناروں کو بھر دی تھی تو کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ان کے سامنے ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فال نہیں2 نکالتے، منتر نہیں کرتے، داغ نہیں لیتے اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں تو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا

۔۔ماقبی حاشیہ۔۔کسی پر توکل کرنا یہ ہے کہ آدمی کسی کو اپنا وکیل بنالے جو اس کے کام انجام دینے والا ہو اور جو اس کے اندازہ کے مطابق اس کی حالت کی درستگی کا کفیل ہو، علامہ ابن ملک نے کہا ہے: توکل سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ یقین رکھے کہ اللہ نے جو کچھ اس کیلئے نفع وضرر سے لکھا ہے اس کے سوا اس کو کچھ نہیں پہنچے گا۔

1ؓقولہ : فرجوت ان یکون امتی (تو میں امید کیا کہ وہ میری امت ہو) علامہ اسماعیلی نے اشکال ظاہر کیا کہ کیا حضور ﷺ اپنی امت کو نہیں پہچانے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو اپنی امت سمجھے، جبکہ حدیثِ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ وضو کے اثر سے امت کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں روشن ہوں گے اور خود اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ حضور ﷺ نے جن لوگوں کو افق میں دیکھا ان سے حضور ﷺ نے اشخاص کو ملاحظہ نہیں فرمایا بلکہ صرف کثرت تعداد کو ملاحظہ فرمایا، اب رہا ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ اس وقت ہے جب لوگ حضور ﷺ کے قریب سامنے ہوں۔(فتح الباری)۔

2ؓقولہ : الذین لا یتطیرون (جو بدفالی نہیں لیتے) یعنی وہ پرندوں وغیرہ سے بدشگونی نہیں لیتے جیسا کہ اسلام سے پہلے بدشگونی لینے کی ان کی عادت تھی "طیرۃ" شر میں ہوتا ہے اور "فال" خیر میں ہوتا ہے، حضور ﷺ فال پسند فرماتے تھے۔(کرمانی)۔

ولا یسترقون (وہ رقیہ ومنتر نہیں کرتے) یعنی قرآن اور حدیث کے علاوہ دوسری شئی سے تعویذ نہیں لیتے، اور بعض نے بذات خود تعویذ کرنے اور دوسروں سے تعویذ کرانے میں فرق کیا ہے، اور یہ کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اپنے لئے تعویذ کرتے تھے اور دوسرے سے تعویذ نہیں کرائے اگرچیکہ دوسروں نے اس کو کیا ہے تو یہ دوسرا عمل توکل کے منافی ہے اور پہلا عمل توکل کے منافی نہیں ہے؛ کیونکہ پہلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرنا ہے اور دوسرے میں غیر سے التجاء ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو تعویذ کیں تھیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے تعویذ نہیں۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

فرمائیں کہ وہ مجھے ان میں سے کردے تو آپ نے فرمایا: ائے اللہ! تو ان کو اُن میں سے کردے، پھر ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کئے: آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے ان میں سے کردے، آپ نے فرمایا: اس دعا میں عکاشہ تم پر 1 سبقت لے گئے۔ (متفق علیہ)۔

143/6695 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور جب ان کی محتاجی کو دیکھا تو جنگل کی طرف چلا گیا، جب اس کی بیوی یہ

۔۔ مابقی ۔۔ کراتے تھے۔ (الخیر الجاری) صاحب مجمع نے کہا ہے کہ رقی (تعویذ کرنے) کا ذکر تکرار کے ساتھ آیا ہے اور آخر میں لایسترقون (تعویذ کرانا) راء کے جزم اور قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے اور احادیث دونوں قسموں کے بارے میں کثرت سے ہیں، ان میں مطابقت اس طور پر ہے کہ جو تعویذ غیر عربی زبان میں یا کلام اللہ کے سوا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات (جو نازل کردہ کتابوں میں بیان کئے گئے) کے سوا ہو یا یہ اعتقاد رکھنا کہ تعویذ قطعی طور پر فائدہ پہنچاتی ہے اور اسی پر بھروسہ کرنا تو یہ مکروہ ہے اور حضور ﷺ کے ارشاد ماتوکل من استرقی (جو تعویذ کرایا وہ توکل نہیں کیا) سے یہی مراد ہے اور اس کے سوا جو تعویذ ہے وہ مکروہ نہیں ہے۔

ولا یکتوون (وہ داغ نہیں لیتے) علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ اور دوسروں کو داغ دیا ہے اور جنت میں جانے والوں میں سب سے پہلے ہیں، تو میں کہتا ہوں اس کی غرض یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے ہیں کہ شفا داغ سے ہوتی ہے، جیسا کہ کفار کا اعتقاد ہے اور توکل مسببات کو اسباب پر ترتیب دینے میں معاملہ کو اللہ کے حوالے کرنا ہے اور کہا گیا ہے کہ توکل اس چیز میں کوشش کا ترک کرنا ہے جس میں طاقت بشری کی گنجائش نہیں ہے تو آدمی سبب کو اختیار کرتا ہے اور وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اس سے مسبب وجود میں آتا ہے بلکہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس پر مسبب کی ترتیب اس کا وجود اللہ کی خلق اور ایجاد پیدا کرنے سے ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: سواری کو باندھ اور توکل کر۔ جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دو زرہ پہنے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام خلائق میں توکل کے ایک ایسے مقام پر ہیں کہ وہاں تک مخلوق میں کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ صاحب مجمع نے کہا ہے اب رہی حدیث ''لا یسترقون ولا یکتوون'' تو یہ ان اولیاء کرام کی صفت ہے جو اسباب سے دور رہتے ہیں اور علائق میں کسی کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں یہ خواص کا درجہ ہے اور عوام کے لئے علاج ومعالجہ کی اجازت ہے اور جو مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اللہ کی جناب میں دعاء کرتے ہوئے راحت کا انتظار کرتا ہے تو وہ خواص میں سے ہے اور جو صبر نہ کرے تو اس کیلئے تعویذ اور علاج ومعالجہ کی اجازت ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آنحضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا تمام مال قبول فرمایا اور ان کے علاوہ دوسرے سے ایک کبوتر کے انڈے کے مثل سونا لینے سے انکار فرمایا، اب رہا حضور ﷺ کا فعل مبارک تو وہ بیان جواز کے لئے ہے۔

1 ﴿قولہ : سبقک بھا عکاشۃ (عکاشہ تم پر اس دعا میں سبقت لے گئے) علامہ ابن ملک رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس مجلس میں حضور ﷺ کو کسی ایک کیلئے دعا کی اجازت دی گئی تھی اور اس میں نیک کاموں کی طرف صالحین سے دعاء کرانے میں سبقت کرنے کی ترغیب ہے؛ کیونکہ دیر کرنے میں آفتیں ہیں۔ (مرقات)

دیکھی تو چکی کی طرف اٹھی 1 اوراس کورکھی اورتنور کی طرف گئی اوراس کوسلگائی پھر کہی: اے اللہ! تو ہم کورزق عطا کرتو وہ دیکھی کہ چکی کے نیچے کے کپڑے 2 کا گھیرا بھر گیا ہے،اورراوی نے کہا: وہ تنور کی طرف گئی تواس کو بھرا ہوا پائی، راوی نے کہا: شوہر واپس آیا اور بولا: کیا تم نے میرے بعد کسی چیز کو پایا اس کی بیوی نے کہا: ہاں ہمارے پروردگار کی طرف سے اوروہ شخص چکّی کی طرف اٹھا اوراس نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! اگروہ شخص اس کو نہ اٹھاتا تو وہ ہمیشہ قیامت کے دن تک مسلسل پھرتی رہتی تھی۔(احمد)۔

145/6696 ﴿ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہوں: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کروگے جس طرح اس کے توکل کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح بھوکے 3 پیٹ نکلتے ہیں اورشام میں پیٹ بھرے ہوئے آتے ہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

---

1 ﴿ قوله : قامت الی الرحی الخ (وہ چکی کی طرف اٹھی) اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بندہ (جب تک وقت ہے اوراس کے حالات کا تقاضا کرتی ہے) طلب حلال میں کوشش کرتا رہے، پھر اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں ملک عظمت وشان والے شہنشاہ حقیقی سے دعاء کرکے مدد چاہے مثلاً اللھم ارزقنا۔(مرقات)۔

2 ﴿ قوله : فاذا الجفنة (چکی کے نیچے کا کپڑا) کے معنی پیالہ کے ہے جیسا کہ قاموس میں ہے، یا اس کے معنی بڑا پیالہ ہے جیسا کہ خلاصۃ اللغت میں ہے یہاں پروہ چیز مراد ہے جو چکی کے نیچے رکھی جاتی ہے تاکہ اس میں آٹا جمع ہوجائے۔

3 ﴿ قوله : تغدو (وہ صبح نکلتے ہیں) شیخ ابوحامد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ توکل کے معنی جوارح سے کسب کو چھوڑنا اورقلب سے تدبیر کو ترک کرنا ہے اور پھینکی ہوئی کپڑے کی دھجی، یا سیخ پر رکھے ہوئے گوشت کی طرح زمین پر پڑے رہنا ہے تو یہ جاہلوں کا خیال ہے اور یہ شریعت میں حرام ہے جبکہ شرع شریف نے متوکلین کی تعریف وتوصیف کی ہے تو دین میں سربلندی کا حصول ان چیزوں کے ذریعہ کیسے ہوسکتا ہے جو بجائے خود دین میں ممنوع وناجائز ہیں، ہم اس معاملہ میں حق پر سے پردہ ہٹاتے ہیں اور کہتے ہیں اسکے سوا نہیں کہ توکل کا اثر بندہ کی اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر نقل وحرکت اوراسکی سعی وکوشش میں ظاہر ہوتا ہے، ابوالقاسم القشیری نے کہا ہے: جان لو کہ توکل کا محل قلب ہے، اب رہی ظاہر بدن سے حرکت تو یہ توکل بالقلب کے منافی نہیں ہے، بندے کے اس اعتقاد کے بعد کہ بندے کا رزق اللہ کی جانب سے ہے، پس اگر کوئی مشکل آن پڑی ہے تو بھی وہ اسی کی تقدیر سے ہے اوراگر کوئی آسانی پیدا ہوگئی ہے تو اس کے آسان کرنے سے ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد "تغدو" میں اشارہ ہے کہ اچھی طرح سے سعی کرنا مَلِکِ متعال (خدائے تعالیٰ) پر اعتماد کے منافی نہیں ہے، اور حدیث شریف میں بھی تنبیہ ہے اس بات پر کہ معیشت کے لئے کسب کرنا رازق نہیں ہے بلکہ رازق تو اللہ تعالیٰ ہے اور توکل کسب سے روکنے کے لئے نہیں ہے؛ کیونکہ توکل کا محل قلب ہے جبکہ اعضاء وجوارح سے کسب کرنا اس کے منافی نہیں ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

145/6697 ﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے رب بزرگ و برتر کا ارشاد ہے: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کے لئے رات میں سیرابی کی بارش برساؤں گا، دن میں ان پر سورج نکالوں گا اور ان کو کڑک بجلی کی آواز بھی نہیں سناؤں گا۔(احمد)۔

146/6698 ﴾سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس کو اختیار کریں گے تو وہ ان کے لئے کافی ہوجائیگی۔ ''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ''(65،سورۃ الطلاق،آیت نمبر:2/3) جوشخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے راستہ بنادیتا ہے اور اس کو روزی ایسی جگہ سے دیتا ہے جس کا وہ گمان نہیں کرسکتا۔(احمد،ابن ماجہ،دارمی)۔

147/6699 ﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دوسرا کسب معاش کرتا تھا، تو کسب کرنے والے نے اپنے بھائی کی نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: شاید تجھ کو اسی کی وجہ سے رزق دیا جارہا ہو۔(ترمذی)۔

اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

148/6700 ﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! نہیں ہے ایسی کوئی چیز جو تم کو جنت سے قریب لے جائے اور دوزخ سے دور کردے مگر میں تم کو اس کا حکم دے چکا اور نہیں ہے ایسی کوئی چیز جو تم کو دوزخ کے قریب لے جاتی ہے اور جنت سے دور کرتی ہے مگر میں تم کو اس سے منع کرچکا ہوں اور یہ کہ روح الامین اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے۔ یاد رکھو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور

رزق کو حاصل کرنے میں میانہ [1] روی کو اختیار کرو اور رزق میں تاخیر کا ہونا تم کو اس بات پر نہ اکسائے کہ تم اس کو اللہ کی نافرمانیوں سے حاصل کرو؛ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو اس کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل [2] کیا جاتا ہے۔ (امام بغوی: شرح السنہ، بیہقی: شعب الایمان)۔

امام بیہقی کی روایت میں وان روح القدس کا ذکر نہیں ہے۔

149/6701 ﴿ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رزق انسان کو اس طرح تلاش کرتا ہے، جس طرح اس کی موت اس کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ (ابونعیم: حلیہ)۔

150/6702 ﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پڑھایا "اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ" میں ہی روزی دینے والا، قوت والا اور مضبوط ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

151/6703 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت [3] ہے انہوں نے کہا:

---

[1] ﴿ قوله : واجملوا فی الطلب (اور رزق کو حاصل کرنے میں اعتدال اختیار کرو) اجمل فی الطلب کا مفہوم طلب میں میانہ روی اختیار کیا اور زیادتی نہ کیا اور وہ مشروع طریقہ پر اور آداب دعا کے حقوق میں کوتاہی کے بغیر ہو جیسے حرص و بے چینی نہ ہو۔ (لمعات)۔

[2] ﴿ قوله : لا یدرک ما عند الله الا بطاعة (جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو اس کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے) اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ رزق مقدار اور مقسوم ہے بندہ تک اس کا پہنچنا یقینی ہے لیکن بندہ جب اسے جائز طریقے سے طلب کرتا ہے تو وہ حلال کہلاتا ہے اور جب ناجائز طریقے سے اسے طلب کرتا ہے تو وہ حرام ہے، پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد "ما عند الله" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رزق تمام کا تمام اللہ کے پاس سے ہے چاہے وہ حلال ہو یا حرام، تو اس میں اہل سنت کی واضح دلیل ہے کہ حلال وحرام دونوں رزق کہلاتے ہیں اور تمام رزق اللہ کی جانب سے ہے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

[3] ﴿ قوله : عن ابن عباس الخ (سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے.......) قطب ربانی غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فتوحات الغیب میں فرماتے ہیں کہ ہر مومن اس حدیث شریف کو اپنے قلب کا اور اپنے ظاہر و باطن کا اور اپنی بات چیت کا آئینہ بنالے، یہاں تک کہ اس حدیث شریف سے اپنے جملہ حرکات وسکنات میں معمول بنالے تو وہ دنیا وآخرت میں سلامت رہتا ہے اور اللہ کی رحمت کے صدقہ ان میں باعزت رہتا ہے۔ (مرقات)۔

میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! تم اللہ کے احکام کی حفاظت 1 کرو، اللہ تمہاری حفاظت 2 کریگا، تم اللہ کا مراقبہ کرو، تو اللہ کو تم اپنے سامنے پاؤ گے اور جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو، جب تم مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو اور تم یقین رکھو اس بات کا کہ اگر ساری امت اس بات پر اتفاق کرے کہ تم کو کچھ فائدہ پہنچائے تو وہ تم کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاسکتی، مگر اس چیز کا جس کو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اس بات پر اتفاق کرے کہ تم کو کچھ نقصان پہنچائے تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچاسکتی مگر اس چیز کا جس کو اللہ نے تمہارے اوپر لکھ دیا ہے قلم اٹھالئے گئے ہیں اور دفتر خشک ہو چکے ہیں۔ (احمد، ترمذی)۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے جیسا کہ امام نووی نے کہا ہے۔

152/6704 ﴿ سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

1 ﴿ قولہ : احفظ اللہ یعنی اس کے اوامر ونواہی کا پاس ولحاظ رکھ اور حضور ﷺ کا ارشاد یحفظک یعنی تجھ کو بھرپور بدلہ دیتے ہوئے دنیا میں آفتوں اور تکالیف سے اور آخرت میں قسم قسم کی سزاؤں اور مشکلات سے تیری حفاظت کرے گا کیونکہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔ قولہ احفظ اللہ یعنی دوام ذکر، تمام فکر اور قیام شکر کے ذریعہ اس کے حقوق کی حفاظت کر قولہ تجاھک تاء کے ضمہ ساتھ یعنی تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور معنی یہ ہیں کہ تم اس کو اس وقت ایسے پاؤ گے گویا کہ وہ تمہارے سامنے موجود وجلوہ گر ہے اور تم اپنے احسان وایقان کمال ایمان کے مقام پر پہنچ کر اس کا مشاہدہ کررہے ہو اس طور پر کہ اس کے ماسوا ہر چیز کے مشاہدہ سے انقطاع کرکے بالکلیہ اسی میں فنا ہوکر گویا تم اسی کو دیکھ رہے ہو۔

2 ﴿ قولہ: فاسئل اللّٰہ (اللہ سے مانگ) کیونکہ عطاء کے خزانے اسی کے پاس ہیں اور بخشش وفضائل کے کنجیاں سب کے اسی کے ہاتھ میں ہیں اور کسی دوسرے سے سوال مت کر؛ کیونکہ کوئی بھی دوسرا دینے، روکنے، تکلیف دور کرنے اور فائدہ پہونچانے پر قدرت نہیں رکھتا؛ کیونکہ مخلوق خود اپنے نفس کے لئے نفع وضرر کی مالک نہیں اور موت وحیات کی بھی مالک نہیں۔ بعض اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں ہے میرے عزت وجلال کی قسم! جو شخص میرے غیر سے امید لگائے رکھتا ہے تو میں ضرور اس کو کاٹ دوں گا اور لوگوں کے پاس ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اپنے قرب سے اس کو ہٹادوں گا اور اپنے وصال سے اس کو دور کردوں گا اور اس کو ضرور حیران بناکر فکروں میں ڈال دوں گا وہ سختیوں میں میرے غیر سے امید لگائے رکھتا ہے، سختیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میں ہی حی وقیوم ہوں اور وہ فکر کے ذریعہ میرے غیر کے دروازوں کو کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ دروازوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور دروازے سب بند ہیں اور میرا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہے جو مجھ سے دعا کرتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

فرمایا: آدمی کی نیک بختی سے ہے اس کا اس بات پر راضی رہنا کہ جس کا اللہ نے اس کے لئے فیصلہ کردیا اور آدمی کی بدبختی سے ہے اس کا اللہ سے خیر طلب کرنے کو چھوڑ دینا اور انسان کی بدبختی سے ہے اس کا اس بات سے ناراض ہونا جس کا اللہ نے اس کے لئے فیصلہ کردیا ہے۔ (احمد، ترمذی)۔

153/6705 ﴾ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے دل کی ہر وادی میں ایک گھاٹی ہے اور جو شخص ساری وادیوں میں اپنا دل لگا دیا تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتا کس وادی میں وہ ہلاک ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام گھاٹیوں سے بچائے گا۔ (ابن ماجہ)۔

154/6706 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہوئے، تو ایک ایسی وادی میں جس میں کانٹوں کے درخت بہت تھے قیلولہ کا وقت آ گیا اور رسول اللہ ﷺ اتر گئے اور لوگ درختوں سے سایہ لینے کے لئے الگ الگ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اس سے اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم ایک نیند سوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو آواز دینے لگے اور آپ کے پاس ایک دیہاتی تھا اور آپ نے فرمایا: اس نے میرے اوپر تلوار سونت لیا اور میں سو رہا تھا پس میں اٹھ گیا اور وہ تلوار اس کے ہاتھ میں برہنہ تھی اور کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا تو میں نے تین مرتبہ کہا: ''اللہ'' اور آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا اور وہ بیٹھ گیا۔ (متفق علیہ)۔

155/6707 ﴾ اور صحیح ابوبکر اسماعیلی کی روایت میں یہ ہیکہ اس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ، تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو لے لیا اور فرمایا: تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے کہا: آپ بہترین

مواخذہ 1 کرنے والے بن جایئے۔تو آپ نے فرمایا: تو گواہی دیتا ہے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا: نہیں اور لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں اس بات کا کہ نہ آپ سے لڑوں گا اور نہ ایسی قوم کے ساتھ رہوں گا جو آپ سے لڑتی ہے تو آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا: میں تمہارے پاس سارے انسانوں کی بہترین ہستی کے پاس سے آرہا ہوں۔(کتاب الحمیدی، ریاض نووی)۔

156/6708 ﴾سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: دنیا میں زہد حلال کو حرام کرلینے اور مال کو ضائع کردینے سے نہیں ہے لیکن زہد دنیا میں یہ ہے کہ تم اللہ کے پاس جو ہے اس کے مقابلہ میں اپنے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس پر بھروسہ مت کرو اور تم مصیبت کے ثواب میں زیادہ رغبت رکھنے والے ہوجاؤ جب وہ تم پر آجائے اگر وہ تمہارے پر باقی رکھی جائے تو اس کے ثواب میں راغب رہو۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

157/6709 ﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور مسلمان بہتر ہے اور زیادہ پسند ہے اللہ کو اس مسلمان سے جو کمزور ہے اور ہر مسلمان میں بھلائی ہے 2، تم حرص کرو اس چیز کی جو تم کو نفع دے، اللہ سے مدد مانگو تھکو مت، اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ مت کہو کہ اگر میں وہ کرتا تو ایسا ایسا ہوتا لیکن کہو اللہ نے مقدر کیا تھا اور وہ جو

---

1 ﴾قوله : کن خیر آخذ (آپ بہترین مواخذہ فرمایئے) یہاں آخذ کے معنی مؤاخذہ کے ہیں۔(مرقات)۔

2 ﴾قوله: وفی کل خیر (ہر مسلمان میں بھلائی ہے) یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک میں اصل خیر موجود ہے۔(مرقات)۔

3 ﴾قوله: فان لو تفتح عمل الخ (اگر، مگر کا لفظ شیطان کے عمل کو کھولتا ہے) یعنی اگر مگر یہ تقدیر کے خلاف بحث کا دروازہ کھولتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اگر مگر کے ذریعہ تقدیر کے خلاف بحث کرتا ہے اور طاقت وقوت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے اور اس کا اعتقاد بھی کرلیتا ہے، ورنہ کلمہ ''لو'' (اگر) کا استعمال رسول اللہ ﷺ سے حج کے موقعہ پر ہوا ہے آپ نے فرمایا: لو استقبلت من امری ما استدبرت (اس معاملہ میں جو چیز بعد میں ظاہر ہوتی وہ میرے سامنے اگر پہلے آتی) اور حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں مسرت پیدا کرنے کے لئے ہے۔(لمعات)۔

چاہا کیا؛ کیونکہ اگر،مگر کا لفظ شیطان 3 کے عمل کو کھولتا ہے۔(مسلم)۔

158/6710 ﴿سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا معاملہ تعجب کا ہے، اس کا سارا معاملہ اس کے 1 لئے خیر ہے اور ایسا مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو خوشی ملتی ہے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہونچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔(مسلم)۔

159/6711 ﴿سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ نبیوں میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرمارہے 2 تھے جن کو ان کی قوم نے مارا اور خون آلود کردیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے تھے اے اللہ! تو میری قوم کی مغفرت کردے کیونکہ وہ نہیں جانتے ہیں۔(متفق علیہ)۔

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ ختم ہوا

❀ ❀ ❀

---

1 ﴿قولہ : واصابتہ ضراء صبر (اور اگر اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور صبر کے چند درجے ہیں) (1) نفس کو منع کردہ چیزوں سے روکنا۔(2) اور اس کو خواہشات ولہو ولعب سے روکنا۔(3) عبادت کی ادائیگی میں مشقت برداشت کرنے اس کو خوگر بنایا (4) مصیبتوں اور بلاؤں کے وقت کڑوے گھونٹ پینے کا عادی بنانا۔(مرقات)۔

2 ﴿قولہ : یحکی نبیا۔شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس نبی کے تعین پر مجھے کوئی صراحت نہیں ملی، اس میں احتمال ہیکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ذات اقدس کریمہ مراد ہو آپ نے اس میں ابہام (پوشیدہ) رکھ کر بیان فرمایا ہے۔(لمعات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

5/230 بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

ریاکاری اور شہرت کا بیان

160/6712 ﴾ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی جانب گئے، تو انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس کے پاس بیٹھے روتے ہوئے پایا، تو انہوں نے کہا: کیا چیز تمہیں رلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: ایک چیز مجھے رلا رہی ہے، جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تھوڑی سی 1 ریاکاری (بھی) شرک 2 ہے اور جو کوئی اللہ کے کسی ولی سے دشمنی کرے تو اس نے اللہ سے اعلان 3 جنگ کیا، بے شک اللہ ایسے نیک پرہیز گار

---

1 ﴾ قولہ : ان یسیر الریاء شرک (تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے) دین میں قوی حضرات ہی اُس سے بہت کم محفوظ رہتے ہیں تو کمزوروں کا کیسا ہوگا! پس وہ رونے کے منجملہ اسباب میں سے ہے اور اس کا ایک دوسرا سبب اولیاء اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے اور ان میں کے اکثر پوشیدہ ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: ''میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں، اُنہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا'' اور انسان دوست واحباب کے ساتھ اُس بدزبانی سے محفوظ نہیں رہتا ہے جو معصیت کی طرف لے جاتی ہے گویا آنحضرت کے ارشاد ''من عادیٰ الخ'' (جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے) سے یہی معنی مراد ہے۔

2 ﴾ قولہ : الریاء (ریاکاری) تحقیق یہ ہے کہ ریاء ''روئیت'' سے مشتق ہے، پس وہ ایسا عمل ہے جو اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ اسکو دیکھیں اور اس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دیکھنے پر اکتفاء نہیں کیا جاتا اور ''سمعة'' ضمہ کے ساتھ سَمِعَ سے مشتق ہے، پس وہ ایسا عمل ہے جو کیا جاتا یا کہا جاتا ہوتا کہ لوگ سنیں اور اُس میں اللہ تعالیٰ کے سننے پر اکتفاء نہیں کیا جائے، پھر اُن دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور کبھی دونوں کی تاکید کیلئے یا تفصیل دونوں معنی کی حقیقت مراد لینے کیلئے لایا جاتا ہے، اور نجات کے ارادہ سے اللہ تعالیٰ کیلئے عمل میں اخلاص پیدا کرنا ان دونوں کی ضد ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴾ قولہ : ولیا (دوست) ولی کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ متکلمین نے کہا: ولی وہ شخص ہے جو دلیل پر مبنی صحیح عقیدہ اور اسی طرح اعمالِ شرعیہ پر کاربند ہو اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جسے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر علماء اولیاء نہ ہوں تو اللہ کا کوئی ولی ہی نہیں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس پر بعض مغیبات کا انکشاف ہوجائے مگر اُسے لوگوں کی اصلاح کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اور پوشیدہ رہنے والے لوگوں سے محبت کرتا ہے کہ جب وہ غائب ہوں تو وہ ڈھونڈے نہیں جاتے، اور اگر وہ حاضر رہیں تو بلائے نہیں جاتے اور اُنہیں قریب نہیں کیا جاتا، اُنکے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر تاریک زمین 1 سے نکلتے ہیں۔ (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)۔

161/6713 ﴾ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ روئے تو اُن سے کہا گیا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ اُنہوں نے کہا: ایک چیز مجھے یاد آئی جسکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا تھا، پس اُس نے مجھے رُلایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں اپنی امت پر شرک اور پوشیدہ شہوت کا اندیشہ کرتا ہوں، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کریگی؟ آنحضرت نے فرمایا: ہاں، یاد رکھو کہ وہ لوگ نہ سورج کی پرستش کرینگے نہ چاند کی، نہ پتھر کی اور نہ بُت کی، مگر وہ اپنے اعمال سے ریاکاری کرینگے، اور پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ اُن میں کا کوئی شخص

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اور یہ دونوں قابل غور ہیں؛ کیونکہ اکثر اولیاء خصوصاً سلفِ صالحین پر کرامت اور کشف حال کا ظہور نہیں ہوا، برخلاف بعض خلف متأخرین بزرگوں کے، لھذا اس کے معنی میں فہم سے قریب ترین بات وہ ہے جس کو امام قشیری علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ "ولی" بر وزن "فعیل" یا تو مفعول کے معنی میں ہے، یعنی وہ شخص جس کی مسلسل حفاظت ونگہداشت کا اللہ نے ذمہ لیا ہے، یا فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جو اللہ کی عبادت وطاعت کی ذمہ داری لیا ہو اور کسی معصیت کی خلل اندازی کے بغیر اس پر مسلسل کاربندر ہے اور یہ دونوں کے دونوں وصف ولایت میں شرط ہیں۔ انتھی کلامہ۔

اور اس میں اس بات کی آگاہی ہے کہ لفظِ "اَوْ" بیان نوعیت کیلئے ہے اور معنی اول میں "مجذوب سالک" کی جانب اشارہ ہے، جس کو "مراد" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور معنیٔ ثانی میں "سالکِ مجذوب" کی طرف اشارہ ہے جسکو مرید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ترجمہ (اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اسکی طرف رجوع کرے اسے اپنے تک رسائی دیتا ہے) میں دونوں کی طرف اشارہ کیا۔ (مرقات)۔

1 ﴾ قولہ : من کل غبراء مظلمة (ہر تاریک زمین سے) یعنی ہر مشکل مسئلہ کی ذمہ داری یا ہر پیچیدہ آزمائش سے، اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں ان کے مکانات کی حقارت سے کنایہ ہے اور اس بات کا کنایہ ہیکہ روشنی اور صفائی کے آلات کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ تاریک اور غبار آلود ہوں گے۔ (مرقات)۔

روزہ رکھ کر صبح کرے گا ، پھر اُس کی نفسانی خواہشات میں سے کوئی خواہش اُس کے سامنے 1 آئیگی تو وہ اپنے روزہ کو ترک کرے گا۔(احمد،شعب الایمان)۔

162/6714 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کررہے تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ 2 بتلاؤں جو میرے نزدیک تم پر کانے دجّال سے زیادہ خوفناک ہے؟ تو ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پوشیدہ طور پر شرک کرنا (اس طرح سے) کہ آدمی کھڑا ہوکر نماز پڑھے، پھر کسی آدمی کے دیکھنے کو دیکھ لینے کی وجہ سے اپنی نماز کو طویل کرے۔(ابن ماجہ)۔

163/6715 سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں کا میں تم پر اندیشہ کرتا ہوں اُن میں سب سے زیادہ خوفناک چیز شرکِ اصغر ہے،انہوں (صحابہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء۔

---

1 **قولہ فتعرض لہ شھوۃ من شھواتہ** (خواہشات میں سے کوئی خواہش اس کے سامنے آئیگی) یعنی جیسے کھانا، جماع کرنا اوران کے علاوہ، اس کو علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا اور زیادہ واضح بات یہ ہیکہ پوشیدہ شہوت سے مراد اس کی خواہشات میں سے خاص اور نادرالوجود خواہش ہو جو اس کے تمام اوقات میں نہیں پائی جاتی تو وہ طبعًا اس کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور شریعت کی خلاف ورزی کا لحاظ نہیں کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَا تُبۡطِلُوۡٓا اَعۡمَالَکُمۡ '' تم اپنے اعمال کو ضائع مت کرو اور نفل کام شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور آپ کا فرمان ''تو وہ روزہ چھوڑ دیتا ہے'' یعنی روزہ چھوڑنا کسی ایسی ضرورت کے بغیر جو اس کی داعی ہو اس پر حرام ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یعنی جب آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں میں سے کسی اطاعت میں رہے اور اس کے نفس کی خواہشوں میں سے کوئی خواہش اُس کے درپیش ہوجائے تو وہ نفس کے میلان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ترجیح دیتا ہے۔خواہش نفس کی اتباع کرتا ہے تو یہ چیز اس کو ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔(مرقات)۔

2 **قولہ : ألا اخبرکم** (کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتلاؤں) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لفظ ''الا'' متنبہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ لائے نافیہ ہے جس پر ہمزۂ استفہام داخل ہوا ہے یعنی اس قرینہ کی وجہ سے کہ (صحابہ کرام) کے جواب میں لفظ ''بلیٰ'' آیا ہے اور معنی یہ ہے ''کیا میں تم کو نہ بتلاؤں''۔(مرقات)۔

164/6716 ﴾ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں یہ زیادہ کیا ہیکہ : جس دن بندوں کو انکے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیگا: جاؤتم اُن لوگوں کے پاس جن کے لئے تم دنیا میں دکھاوا کرتے تھے، پس تم دیکھو کہ آیا تمہیں اُن کے ہاں کوئی جزاء یا نیکی ملتی ہے۔ (شعب الایمان)۔

165/6717 ﴾ سیدنا ابوسعد بن ابی فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کریگا اس دن جس میں کوئی شبہ نہیں تو ایک ندا دینے والا ندا دیگا جو شخص کسی ایسے عمل میں کسی کو شریک کرے جس کو اللہ کے لئے کرنا چاہئے تو اس کا ثواب غیر اللہ سے طلب کرے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے شرکاء میں شرک سے بالکل بے نیاز ہے۔ (احمد)۔

166/6718 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سب شریکوں سے زیادہ شرک [1] سے بے نیاز ہوں جس نے کوئی ایسا عمل کرے

---

[1] ﴾ **قوله : قال الله تعالى انا اغنى الشركاء عن الشريك** (میں سب شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں) امام حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ ریا کاری کے درجات کی چار قسمیں ہیں: (1) پہلی قسم جو سب سے زیادہ سخت اور بری ہے وہ یہ کہ ثواب کی نیت بالکل نہ ہو مثلاً کوئی شخص لوگوں کے سامنے تو نماز پڑھتا ہے اور اگر وہ تنہا ہوتا تو نہ پڑھتا بلکہ بعض دفعہ وہ بغیر طہارت کے بھی لوگوں کے ساتھ پڑھ لیتا ہے تو ایسے شخص نے اپنا مقصود صرف ریا کاری بنالیا ہے تو اس شخص پر اللہ کی ناراضگی ہے۔

(2) دوسرا درجہ یہ ہیکہ اسکا ارادہ ثواب کا بھی ہو لیکن وہ ارادہ ضعیف ہو کہ اگر وہ تنہائی میں ہوتا تو وہ ہرگز یہ عمل نہ کرتا اور نہ یہ ارادہ اس کو اس عمل پر آمادہ کرتا، پس اس قسم کے ثواب کا ارادہ اس سے اللہ کی ناراضگی کو ختم نہیں کرتا۔

(3) ثواب اور ریا کاری کا ارادہ دونوں برابر ہوں اس طرح سے دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو دوسرا اس کو کام پر آمادہ نہ کرے اور جب وہ دونوں جمع ہو جائیں تو کام کی رغبت پیدا ہو جائے۔

(4) چوتھا درجہ یہ ہیکہ اس کے نیک عمل سے لوگوں کی واقفیت اس کے کام میں نشاط کے لئے ترجیح اور تقویت پیدا کرتا ہے اور اگر لوگوں کو اطلاع نہ بھی ہو تو عبادت کو نہیں چھوڑتا اور اگر صرف ریا کاری کا ارادہ ہو تو وہ اس کام کے لئے آگے نہ بڑھتا اس کے بارے میں ہم جو سمجھتے ہیں وہ اور ہے حقیقی علم تو اللہ کے پاس ہے کہ اس کا اصل ثواب ضائع نہیں ہوگا، لیکن اس میں کمی ہوسکتی ہے یا ریا کاری کے ارادہ کے بقدر اس کو سزا دی جائے گی اور ثواب کی نیت کے بقدر ثواب ملے گا، اب رہا آپ کی حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ "**انا اغنى الشركاء**" (میں سب شریکوں سے بے نیاز ہوں) پس یہ ایسی صورت پر محمول ہے جب کہ ثواب کا اور ریا کاری کا ارادہ دونوں برابر ہوں یا ریا کاری کا ارادہ غالب ہو۔ (مرقات)۔

جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک 1 کیا میں اس کو اور اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا، اور ایک روایت میں ہے میں اس سے بری ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے کیا۔ (مسلم)۔

167/6719 ﴿سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ریا کاری کرتے ہوئے نماز پڑھا اس نے شرک کیا اور جو دکھاوا کرتے ہوئے روزہ رکھا یقیناً اس نے شرک کیا اور جو ریا کاری کرتے ہوئے صدقہ وخیرات کیا یقیناً اس نے شرک کیا۔ (احمد)۔

168/6720 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب علانیہ نماز پڑھتا ہے تو بھی اچھی طرح پڑھتا ہے اور پوشیدہ نماز ادا کرتا ہے تو بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حقیقت میں میرا بندہ ہے۔ (ابن ماجہ)۔

169/6721 ﴿سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شہرت 2 چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی یہ بات سنا دیتا ہے اور جو شخص دکھاوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا دکھاوا کرا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

---

1 ﴿قولہ: اشرک فیہ معی غیری یعنی مخلوقات میں سے کسی کو میرے ساتھ شریک کرے۔ اب رہا اس میں جنت اور اس کے متعلقات کا قصد ونیت تو اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا؛ کیونکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پسندیدہ اور خوشنودی کی چیزوں میں سے ہے اگرچیکہ کمال درجہ کا مرتبہ تو یہ ہیکہ اس کی عبادت نہ جنت کی طمع میں کرے نہ مارِ دوزخ کے خوف سے کرے اور بعض عارفین کے پاس اس کو کفر میں شمار کیا گیا ہے، لیکن اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ یہ شخص اگر جنت ودوزخ نہ ہوتے تو عبادت نہیں کرتا تھا تو ایسی صورت میں کافر ہوجائیگا؛ کیونکہ ذات خداوندی ہر حالت میں عبادت کی مستحق ہے اور اسی لئے حضرت صہیب رومی کی تعریف کی گئی ان کے حق میں روایت ہے کہ صہیب کتنے اچھے بندے ہیں اگر ان کو اللہ سے ڈرایا نہ جاتا تو تو بھی وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ (مرقات)۔

2 ﴿قولہ: من سمع الخ (جو شخص شہرت چاہتا ہے) حضرت شیخ ابو حامد نے فرمایا: ریاء کا لفظ ''رویت'' سے مشتق ہے اور سمعہ کا لفظ ''سماع'' سے مشتق ہے اور اصل ریاء یہ ہیکہ آدمی کی یہ خواہش کہ لوگوں کو اپنے اچھے کام دکھا کر ان کے دلوں میں مرتبہ اور قدر حاصل کرے، ریا کاری کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعہ اپنی عبادت لوگوں کو دکھانا، مُرَائی عابد ہوتا ہے اور مُرَائی لہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے لئے وہ ریا کاری کرتا ہے اور مُرَائی بہ وہ خصال حمیدہ یا اچھے کام جو دکھانے کے لئے کرتا ہے اور ریاء اس کا وہ ارادہ اور نیت ہے جو اپنے اچھے کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرے۔ (مرقات)۔

170/6722 ﷺسیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنا عمل لوگوں کو سنائے اللہ تعالیٰ اس کا عمل اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دیتا ہے اور اس کو حقیر و ذلیل کرتا ہے۔(بیہقی،شعب الایمان)۔

171/6723 ﷺسیدنا ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت صفوان اور اُن کے شاگردوں کو دیکھا جبکہ حضرت جندب اُن کو وصیت کررہے تھے تو ان لوگوں نے کہا: کیا آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا: جو شخص شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مشہور کردے گا اور جو شخص مشقت میں ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر مشقت ڈالے گا، انہوں نے کہا: ہمیں وصیت فرمایئے، تو حضرت جندب نے فرمایا کہ انسان کا سب سے پہلے بدبودار ہونے والا حصہ اُس کا پیٹ ہے تو جو شخص استطاعت رکھتا ہو پاکیزہ چیز کے سوا نہ کھائے تو چاہئے کہ وہ ایسا ہی کرے، اور جو شخص استطاعت رکھتا ہو کہ اُس کے درمیان اور جنت کے درمیان مٹھی بھر خون بھی حائل نہ ہو جس کو بہائے تو وہ ضرور ایسا کرے۔

172/6724 ﷺسیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نیت آخرت کو طلب کرنا ہو اللہ تعالیٰ اس کی غنی و بے نیازی اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اُس کیلئے اُسکے متفرق امور کو جمع کرتا ہے اور دنیا اُسکے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس کی نیت دنیا طلب کرنا ہو اللہ تعالیٰ تنگدستی اُسکے آنکھوں کے سامنے کردیتا ہے اور اس پر اُسکے معاملہ کو پراگندہ کرتا ہے اور دنیا سے اسکے پاس اتنا ہی آتا ہے جتنا اُسکے لئے لکھ دیا گیا۔

ترمذی، احمد اور دارمی نے سیدنا ابان سے وہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

173/6725 ﷺسیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

نے ارشادفرمایا: آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جوظاہر میں بھائی اور باطن میں دشمن ہونگے،تو عرض کیا گیایارسول اللہ! وہ کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ بعض لوگوں کا بعض[1] سے رغبت اور بعض کابعض سے ڈرنے کی وجہ سے۔(احمد)۔

174/6726 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: آخری زمانہ میں ایسےلوگ ہونگے جو دنیا کو دین سے دھوکہ دینگے، وہ لوگوں کی خاطر نرمی کے لئے بھیڑ کے کھال پہنیں گے،ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہونگی اورانکے دل بھیڑیوں کے دل ہونگے،اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا وہ مجھ سے دھوکہ کھارہے ہیں یا مجھ پر جرأت وجسارت کررہے ہیں،تومیں میری اپنی قسم ہے کہ ضرور اُنہیں میں سے اُن پر ایک فتنہ بھیجوں گا۔جوان میں بردبارکوبھی حیران بناکرچھوڑے گا۔(ترمذی)۔

175/6727 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشادفرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشادفرمایا: میں نے ایسی مخلوق پیدا کی ہےجن کی زبانیں شکر سے زیادہ شریں اوران کے دل ایلوے سےزیادہ کڑوے ہیں،تومیری اپنی قسم میں ان پرایک ایسا فتنہ مسلط کروں گا جواُن میں بردبارکوحیران بناکرچھوڑدے گا،تووہ مجھ سے دھوکہ کھارہے ہیں یا مجھ پر جرأت کررہے ہیں۔(ترمذی)۔

176/6728 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اورتمہارے اموال کونہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دل اورتمہارے اعمال کودیکھتا ہے۔(مسلم)۔

---

[1] ﴿قولہ: برغبة بعضهم الى بعض الخ (بعض کی بعض سے رغبت کی وجہ سے) خلاصہ یہ ہے کہ ایسے لوگ نہ اللہ کے لئے محبت کرنے والے ہیں نہ اللہ کے لئے دشمنی کرنے والے ہیں بلکہ ان کے کاموں کے اغراض برے اوران کے مقاصد غلط ہیں وہ اپنے اغراض کی بناء پر کبھی کسی قوم سے رغبت کرتے اوران سے اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اورکسی دوسری وجوہات سے کبھی کسی قوم کوناپسند کرتے ہیں اوردشمنی کا اظہار کرتے ہیں مختصر یہ کہ مخلوق سے ان کی دوستی اوردشمنی کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیونکہ یہ دونوں چیزیں ان کی خواہش پر مبنی ہوتی ہیں۔(مرقات)۔

177/6729 ﴾ سیدنا مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حکیم آدمی کے تمام کلام کو قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کا ارادہ اور اس کی خواہش کو قبول کرتا 1 ہوں تو اگر اس کا ارادہ اور اس کی خواہش اطاعت وفرمانبرداری میں ہو تو میں اُس کی خاموشی کو میری حمد بنادیتا ہوں اور وقار بنادیتا ہوں اگر چہ وہ کوئی بات نہ کرے۔ (دارمی)۔

178/6730 ﴾ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: میں اس امت پر ہر ایسے منافق سے خوف کرتا ہوں جو بات حکمت کی کریگا اور کام ظلم کے کرے گا۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

179/6731 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کی پھرتی 2 ہے اور ہر پھرتی کی سستی ہے، تو اگر پھرتی والا درست کام کرے اور میانہ روی اختیار کرے تو تم اس کی کامیابی کی امید رکھو اور اگر انگلیوں سے اسکی طرف اشارہ کیا جائے تو تم اس کو شمار مت کرو۔ (ترمذی)۔

180/6732 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے

---

1 ﴾ قولہ: اتقبل همه (میں اس کے ارادہ کو قبول کرتا ہوں) یعنی اُسکی نیت، اگر وہ خیالات کے ابتدائی درجے میں ہو، وھواہ (اور اسکی خواہش کو) یعنی اسکا ارادہ جو انتہائی درجوں میں ہو کیونکہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ: ان لکل شئی شرة الخ (بیشک ہر چیز کی پھرتی ہے) اسکی وضاحت یہ ہے کہ انسان ابتداء میں بہت حرص اور بڑے مبالغہ کے ساتھ بہت سی چیزوں میں مشغول ہو جاتا ہے، پھر اس پھرتی ونشاط کے پیچھے سستی وکمزوری آتی ہے تو اگر وہ میانہ رَوْ اور افراط وتفریط کے دونوں جانب سے بچنے والا ہو اور سیدھے راستہ پر چلنے والا ہو تو اس میں اُس کے کاملین وکامیاب لوگوں میں ہونے کی امید ہے اور اگر وہ افراط وزیادتی کے راستہ پر چلا یہاں تک کہ انگلیوں سے اُس کی طرف اشارہ کیا جائے تو تم اُس کی طرف متوجہ مت ہونا اور اس پر بھروسہ بھی مت کرو؛ کیونکہ وہ بعض دفعہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاتا ہے لیکن تم یہ بھی یقین مت کرلو کہ وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ہے اور نہ اُس کو اُن میں شمار کرو لیکن تم اُس کی کامیابی کی ایسی اُمید مت رکھو جیسا تم نے میانہ رَو کی امید کی ہے۔ (مرقات)۔

روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: آدمی کو شر کے [1] لئے کافی ہے کہ دین میں یا دنیا میں انگلیوں سے اسکی طرف اشارہ کیا جائے سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ (بیہقی،شعب الایمان)۔

181/6733 ﴿سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو اچھا عمل کرتا [2] ہے اور لوگ اس عمل پر اسکی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے لوگ اس عمل کی وجہ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مؤمن کے لئے فوری خوشخبری ہے۔ (مسلم)۔

---

[1] ﴿قولہ: بحسب امرئ من الشر ان یشار الیه بالا صابع الخ (آدمی کو شر کے لئے کافی ہے کہ (دین و دنیا میں) انگلیوں سے اُسکی طرف اشارہ کیا جائے) اُسکی توضیح یہ ہے جسکو علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے خوبصورت عبارت مزین اشارہ کے ساتھ ذکر کیا اور فرمایا اور اس طرح کہا اور حال بیان کیا یعنی لوگوں کے دلوں میں ریاست وحکومت اور جاہ وحشمت کی محبت یہ نفس کی خطرناک چال اور اسکے مکر وفریب کے جال وتدبیروں میں سے ہے جس سے علماء عبادت گذار اور آخرت کے راستہ پر چلنے کیلئے جانفشانیاں اور کوشش کرنے والے زاہد حضرات آزمائے جاتے ہیں؛ کیونکہ وہ لوگ جب اپنے نفوس پر قابو پاتے ہیں ،انکو خواہشات سے روکتے ہیں، شبہات سے بھی انکی حفاظت کرتے ہیں اور قہر وغلبہ سے انکو مختلف عبادتوں میں مشغول کرتے ہیں تو ان کا نفس اعضاو جوارح سے ہونے والی ظاہری معصیتوں میں خواہش سے عاجز آجاتی ہیں اور نیکی کا مظاہرہ کرنے اور علم وعمل کا مظاہرہ کرنے راحت کی خواہش کرتے ہیں اور مخلوق کے پاس قبولیت کی لذت سے مجاہدہ کی مشقت چھوڑ دیتے ہیں اور خالق کے مطلع ہونے پر اکتفا نہیں کرتے ،لوگوں کی تعریف وتوصیف پر خوش ہوتے ہیں، اللہ وحدہ کی تعریف پر قناعت نہیں کرتے ،اور وہ لوگوں کی تعریف کو اور لوگوں کا اسکو دیکھ کر برکت حاصل کرنے ،اسکی خدمت کرنے ،اسکی عزت کرنے اور محفلوں میں اسکو آگے بڑھانے سے تبرک سمجھنے کو پسند کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہے اور نفس اس میں بڑی لذت اور سب سے زیادہ لذت دار شہوت پاتا ہے جب کہ وہ گمان کرتا ہیکہ اسکی زندگی اسکی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں حالانکہ اسکی زندگی تو صرف ان پوشیدہ خواہشات سے ہے جن کا ادراک صرف پرکھنے والی عقلوں کے سوا کوئی نہیں کرسکتا، اسکا نام اللہ تعالیٰ کے پاس منافقوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اسکے مقرب بندوں میں سے ہے اور یہ اسکے نفس کا دھوکہ ومکر ہے جس سے مخلصین میں سے صدیقین ہی محفوظ رہتے ہیں، اسی لئے کہا گیا صدیقین کے ذہنوں سے سب سے آخر میں جو چیز نکلتی ہے وہ ریاست کی محبت ہے اور شیطانوں کا سب سے بڑا جال ہے اسی لئے قابل تعریف وہی ہے جو پوشیدہ صاف دل ہے سوائے ان حضرات کے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی اشاعت کی وجہ سے ان کی جانب سے کسی تکلف کے بغیر ہی مشہور ومعروف کردیا جیسے انبیاء ومرسلین، خلفاء راشدین، علماء محققین اور سلف صالحین اور تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ (مرقات)۔

[2] ﴿قولہ: من الخیر خیر عمل کا بیان ہے اور یہ معلوم ہے (یعنی عمل) کہ ریا کاری کے لئے کئے ہوئے عمل میں کوئی خیر نہیں اس لئے اسکا عمل خالص ہونا چاہئے اور علامہ مظہر نے کہا: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسے شخص کی حالت بتلائی جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیک عمل کرتا ہے وہ لوگوں کے لئے نہیں کرتا مگر لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں تو کیا اس کا ثواب ختم ہوجائیگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن کی فوری خوشخبری ہے، یعنی وہ اپنے عمل میں ریا کار نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کی وجہ سے دو ثواب دے گا، دنیا میں وہ اس طرح کہ لوگ اُسکی تعریف کریں گے اور آخرت میں جو اللہ نے اس کے لئے تیار رکھا ہے۔ (مرقات)۔

182/6734 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس اثنا میں کہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلے پر تھا اچانک ایک صاحب میرے پاس آئے تو جس حالت میں اس نے مجھ کو دیکھا یہ حالت 1 مجھے پسند آئی، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، اے ابو ہریرہ! تمہارے لئے دو اجر ہیں پوشیدہ عبادت کا ثواب اور علانیہ کا ثواب۔ (ترمذی)۔

193/6735 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص کسی چٹان میں کوئی عمل کیا جس کا نہ دروازہ ہو نہ سوراخ ہو، تو اس کا عمل لوگوں 2 تک آجائے گا، وہ جو بھی عمل ہو۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

194/6736 ﴿سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی شخص کی کوئی بھی سیرت ہو اچھی ہو یا بری ہو اللہ تعالیٰ اسکی ایک رداء (علامت) ظاہر کردیتا 3 ہے جس کی وجہ وہ شخص پہچانا جاتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴿قوله: فاعجبنی الحال الخ (تو یہ حالت مجھ کو پسند آئی) یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو یہ حالت کا پسند آنا فطری اور مطابق شریعت ہے، مومن کو یہ بات پسند آتی ہے کہ کوئی اس کو اچھی حالت میں دیکھے اور وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی اس کو بری حالت میں دیکھے، قطع نظر اس بات کے اس میں ریاکاری یا شہرت ہوتی ہے، پس یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے قبیل سے ہے جسکو امام طبرانی نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے "من سرته حسنة وساءته سيئة فهو مومن" جس شخص کو کوئی نیکی خوش کرتی ہے اور کوئی برائی اسکو بری لگتی ہے تو وہ مسلمان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا، هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ"، پس مسلمان اعمال خیر کی توفیق سے خوش ہوتا ہے جس طرح غیر مسلم مال کی زیادتی سے خوش ہوتا ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿قوله: كائنا (آجائیگا) یعنی وہ منجملہ اعمال کے کچھ بھی ہو اور لفظ "كائنا" کو زبر ہے حال ہونے کی بناء پر ہے یعنی وہ کام کسی بھی قسم کا ہو خواہ اچھا ہو یا برا ہو، اقوال میں سے ہو یا افعال میں سے ہو، خواہ وہ اس کام کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا ہو یا اس کا ارادہ نہ کیا ہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ" اور اللہ نکالنے والا ہے اس کو جو تم چھپاتے ہو۔ (مرقات)۔

3 ﴿قوله: رداء (خاص قسم کی چادر) اس سے مراد شکل وصورت کے اندر کوئی علامت۔ اور آپ کا ارشاد "يعرف به" سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے جس طرح "رداء" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑی شخصیتوں میں سے ہے یا یہ کہ دوسرے جن پر رداء نہیں وہ اعوان وخدام میں سے ہیں۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

6/231 بَابُ الۡبُکَاءِ وَالۡخَوۡفِ

رونے اور ڈرنے کا بیان

185/6737 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں، تو زیادہ [1] روتے اور کم ہنستے۔ (بخاری)۔

186/6738 ﴿سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چر چرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چر چرائے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس میں چار انگشت برابر جگہ نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک فرشتہ سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھا ہوا ہے بخدا! اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے، اور بستروں پر بیویوں سے لذت حاصل نہ کرتے، اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگل و بیابان کی طرف نکل جاتے۔ حضرت ابوذر نے کہا: ائے کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

187/6739 ﴿سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے باہر تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو ملاحظہ فرمایا گویا وہ ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

1﴿ قوله: لبكيتم كثيرا ولضحكتم قليلا (ضرور زیادہ روتے اور کم ہنستے) کیونکہ رونا اس زندہ دل کے درخت حیات کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور اس کی عظمت و بڑائی اور ہیبت وجلال کے شعور واحساس سے زندہ ہے۔

اور ہنسی ان چیزوں سے غافل قلب کا نتیجہ ہے، درحقیقت اس ارشاد سے مخلوق کو زندہ قلب کی تلاش وجستجو اور قلب غافل سے پناہ مانگنے پر ابھارنا ہے۔ (مرقات)۔

نے ارشاد فرمایا: اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت 1؎ سے یاد کرتے تو وہ تم کو اس چیز سے روک دیتی جو میں دیکھ رہا ہوں، یعنی موت کو پس لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو! کیونکہ قبر پر کوئی دن نہیں گذرتا مگر وہ کلام کرتی ہے اور کہتی ہے میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں اور جب بندۂ مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے مرحبا خوش آمدید، سنو! جو لوگ میری پشت پر چلتے ہیں ان میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو آج جبکہ میں تم پر حاکم بنائی گئی ہوں اور تم میرے پاس لوٹ آئے ہو تو تم اپنے ساتھ میرے سلوک کو دیکھ لوگے، آپ نے فرمایا: پس وہ اس کیلئے حد نظر کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کیلئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے 2؎ تو قبر اس سے کہتی ہے: نہ تجھے مرحبا اور نہ خوش آمدید، سن لے! تو میری پشت پر چلنے والوں میں میرے پاس سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ تھا، آج جبکہ میں تجھ پر حاکم مقرر کی گئی ہوں اور تو میری طرف لوٹ آیا ہے پس اپنے ساتھ میرے برتاؤ کو تُو دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: وہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے

1؎ **قوله: الموت** (موت) لفظ ''موت'' زیر سے پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ **هاذم اللذات** کی تفسیر ہوگی یا اس سے بدل ہوگا جیسا کہ اسکے بعد والے جملہ میں آرہا ہے یا ''اعنی'' (میرے معنیٰ کے مطابق) پوشیدہ ماننے کی صورت میں نصب کے ساتھ پڑھا جائیگا، لفظ موت سے پہلے لفظ **هو** مقدر ماننے کی صورت میں رفع بھی پڑھا جائیگا۔ (مرقات)۔

2؎ **قوله: العبد الفاجر** (بدکار بندہ) یعنی فسق و فجور کرنے والا اس سے سب سے بڑا فاسق بندہ مراد ہے اور وہ کافر ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بالمقابل اس سے پہلے **العبد المومن** (بندۂ مومن) کا ذکر آیا ہے اور اسکے بعد یہ آرہا ہے کہ قبر اس سے کہے گی کہ وہ اسکی پشت پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اَفَمَنۡ کَانَ مُؤۡمِنًا کَمَنۡ کَانَ فَاسِقًا'' بھلا جو مومن ہو کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟ (32 السجدہ، آیت: 18)

اور آپ کا ارشاد **او الكافر** (یا کافر) یہ شک راوی کے بطور ہے، نوعیت بیان کرنے کے لئے نہیں دنیا و آخرت کے متعلق دونوں فریق کا حکم بیان کرنا اور گنہگار مومن کی حالت سے سکوت اختیار کرنا کتاب و سنت مبارکہ کا طریقہ رہا ہے یا تو اس کی پردہ پوشی کرنے کے لئے ہے یا اس لئے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان رہے دو درجوں کے درمیان کوئی تیسرا درجہ ثابت کرنے کیلئے نہیں ہے جیسا کہ فرقہ معتزلہ کا وہم و خیال ہے۔ (مرقات)۔

میں گھس جاتی ہیں راوی نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں 1 سے اشارہ فرمایا، تو بعض کو بعض کے اندر 2 داخل کردیا، فرمایا: اس کیلئے ستر اژدھے مقرر کردئے جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی زمین میں پھونک مارے تو وہ رہتی دنیا تک کوئی چیز نہ اُگائے وہ اسے ڈستے اور نوچتے ہیں یہاں تک کہ اسے حساب کیلئے لیجایا 3 جائے گا۔ راوی کہتے ہیں: اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی)۔

188/6740 ﴿ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب دو تہائی رات 4 گذر گئی تو نبی اکرم ﷺ اٹھے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، دہلا دینے والی آپہنچی اس کے پیچھے آنے والی آرہی ہے، موت اپنے تمام مصائب کے ساتھ آپہنچی، موت اپنے تمام مصائب کے ساتھ آپہنچی۔ (ترمذی)۔

---

1 ﴿ قولہ : وقال رسول اللہ ﷺ باصابعه، یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ : فادخل بعضها فی جوف بعض ، تو بعض کو بعض کے اندر داخل کردیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قبر کا تنگ ہونا اور پسلیوں کا آپس میں ایک دوسرے میں گھس جانا حقیقی طور پر ہے تنگی حال سے مجاز کے طور پر نہیں، اور یہ معنی بھی نہیں کہ پسلیوں کا مل جانا کمال درجہ کی تنگی حال بتلانے کے لئے بطور مبالغہ ہے، جیسا کہ بعض ارباب نقصان کو وہم ہوگیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے عذاب قبر کو روحانی کیفیت قرار دیا ہے، نہ کہ جسمانی، اور درست بات یہ ہے کہ آخرت کا عذاب اور اس کی نعمتیں (جسم وروح) دونوں سے متعلق ہوں گی۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ: حتی یفضی به الی الحساب (یہاں تک کہ اسے حساب کیلئے لے جایا جائے گا) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر سے حساب لیا جائے گا برخلاف ان بعض لوگوں کے جو گمان کرتے ہیں کہ کافر بغیر حساب وکتاب کے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ (دونوں میں تطبیق کیلئے) مگر یہ کہا جائے کہ حساب سے مراد بدلہ ہے، اور آیات کے ظاہری الفاظ حساب لئے جانے کے بارے میں واضح ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد :وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ(7، اعراف، آیت:9) اور جن کے (نیک اعمال کے) وزن اور ہلکے ہوں گے۔ ہاں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض نافرمان وسرکش بغیر حساب وکتاب کے دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، جیسا کہ صبر وتوکل میں کمال درجہ پر فائز بعض مومنین بغیر حساب وکتاب کے داخل ہوں گے جیسا کہ سابق میں گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (مرقات)۔

4 ﴿ قولہ: اذا ذهب ثلثا اللیل قام الخ (جب دو تہائی رات گذر جاتی تو حضرت نبی اکرم ﷺ اٹھے ......) اوقات نماز یاد دلانے والے مؤذن حضرات کا طریقہ اسی سے اخذ کردہ ہے اور ان کا اس کیلئے رات کا دو تہائی حصہ گذرنے سے پہلے اٹھنا مناسب نہیں ہے اور اس میں رات کے اخیر ثلث میں قیام کرنا نہایت ہی مستحب وپسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (مرقات)۔

189/6741 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ بزرگ و برتر فرمائے گا، اس شخص کو دوزخ سے نکالو جس نے مجھ کو کسی دن یاد کیا یا کسی مقام پر مجھ سے خوف کیا۔ (ترمذی، بیہقی، البعث والنشور)۔

190/6742 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے دوزخ کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سورہا ہو اور نہ جنت کی طرح جس کا طلبگار سورہا ہو۔ (ترمذی)۔

190/6743 ﴿انہی سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خوف 1 کرتا ہے رات کے اخیر حصہ میں سفر شروع کرتا ہے اور جو رات کے اخیر حصہ میں سفر کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، سنو! اللہ کا سودا مہنگا ہے، سنو! اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)۔

191/6744 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا ”وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ 2“ (23۔سورۃ المومنون، آیت نمبر:60) اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیں حال یہ کہ ان کے دل اس بات سے ڈرتے ہیں، کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے

1﴿ قولہ: من خاف الخ (جو خوف کرتا ہے) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ آخرت پر چلنے والے کیلئے بیان فرمائی ہے؛ کیونکہ شیطان اس کے راستہ پر رہتا ہے اور نفس اور جھوٹی آرزوئیں اسکی معاون و مددگار رہتی ہیں اگر وہ اپنے راستے میں بیدار ہوگیا اور اپنے عمل میں خلوص نیت رکھا تو وہ شیطان اور اس کے مکر وفریب سے اور اس کے معاونین کی ڈاکہ زنی سے محفوظ ہوجاتا ہے، پھر اس بات کی رہبری فرمائی: راہ آخرت پر چلنا مشکل ہے اور آخرت حاصل کرنا انتہائی دشوار ہے جو ادنی سی کوشش سے حاصل نہیں ہوتی۔ (مرقات)۔

2﴿ قولہ: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ...... الخ (اور وہ لوگ جو دیتے ہیں......) قرأت سبعہ میں یؤتون ما آتوا، ایتاء سے ہے اور یاتون بھی پڑھا گیا جو اتیان سے ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال اسی قرأت پر مبنی ہے لیکن مصحف کے نسخوں میں جو قرأت آئی ہے وہ پہلی قرأت ہے اور واضح دوسری قرأت ہے۔ اور اسکی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ فاعل اپنے نفس سے عمل کو وجود میں لاکر دیتا ہے اور اسی سے اسکو باہر لاتا ہے تم اس کو سمجھ لو۔ (لمعات)۔

ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: نہیں اے صدیق کی صاحبزادی! لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں (ایسا نہ ہو) کہ ان کا عمل قبول نہ ہو، یہ ایسے لوگ ہیں جو اعمال خیر میں سبقت کرتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔

192/6745 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ کو میرے رب نے نو چیزوں کا حکم فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا پوشیدہ اور علانیہ، عدل وانصاف کی بات کہنے کا ناراضگی ورضا مندی میں میانہ روی اختیار کرنیکا[1] تنگدستی اور تونگری میں اور یہ کہ میں اسکے ساتھ صلہ رحمی کروں جو مجھ سے قطع تعلق کرے، اسکو عطا کروں جو مجھ کو محروم رکھے اور اس کو معاف کروں جو مجھ پر ظلم کرے اور یہ کہ میری خاموشی فکر، میرا بولنا ذکر اور میرا دیکھنا عبرت ہو جائے اور میں نیکی کا حکم دوں اور کہا گیا: اچھی باتوں کا۔ (رزین)۔

193/6746 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مومن بندہ نہیں ہے کہ جس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف کے باعث آنسوں نکلتے ہوں، اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو، پھر وہ اس کے چہرہ کے ظاہری حصہ پر پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)۔

194/6747 سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ[2] پر

---

[1] قولہ: والقصد فی الفقر والغنی (تنگدستی وتونگری میں میانہ روی اختیار کرنا) اس میں دو معنی کا احتمال ہے پہلا تنگدستی اور تونگری میں میانہ روی اور اعتدال ہو اس طرح کہ نہ غایت درجہ تنگدستی میں رہے اور نہ حد سے زیادہ تونگری میں؛ کیونکہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ کفاف (بقدر ضرورت وسائل اختیار کرنا) افضل ہے۔ ان میں کا دوسرا معنی تنگدستی وتونگری ہر دو حالت میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وَاٰمر بالعُرفِ (اور میں نیکی کا حکم دوں) میں لفظ عرف ''عین'' کو ضمہ اور ''راء'' کو سکون کے ساتھ یہ مذکورہ احکام میں کا دسواں حکم ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ کو میرے رب نے نو چیزوں کا حکم فرمایا تو اس بارے میں کہا گیا کہ دراصل حساب کے خلاصہ کی طرح یہ مذکورہ احکام کا ایک جامع خلاصہ ہے؛ کیونکہ معروف (نیکی) میں دین کی ہر نیکی وبھلائی شامل ہے۔ (لمعات)۔

[2] قولہ: قد شبت (آپ کے بعض موئے مبارک سفید ہوئے) یعنی پیرانہ سالی کے آنے سے پہلے آپ کے بعض موئے مبارک سفید ہوئے، اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اکثر ریش مبارک سفید ہو گئے ہوں؛ کیونکہ امام ترمذی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور ڈاڑھی مبارک میں صرف چودہ سفید موئے مبارک شمار کیا۔ (مرقات)۔

بوڑھاپا ظاہر ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ ھود اور اس جیسی 1 سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔(ترمذی)۔

195/6748 ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے بعض موئے مبارک سفید ہوگئے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ هُوْدُ، وَاقِعَةُ، مُرْسَلَات، عَمَّ يَتَسَاءَ لُوْن اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سورتوں نے میرے بعض بالوں کو سفید کر دیا۔(ترمذی)۔

196/6749 ﴾ سیدنا ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم میں (ازخود) نہیں جانتا، اللہ کی قسم میں ازخود نہیں جانتا، میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔(بخاری)۔

شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث شریف کو اور جو اس کے ہم معنی روایات آئی ہیں انکو اس بات پر محمول نہیں کیا جاسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کار کے بارے میں کوئی تردد رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے بہتر و عمدہ مقامات سے متعلق غیر یقینی کیفیت میں رہے ہوں؛ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی صحیح احادیث آئی ہیں جن کے پیش نظر اس کے خلاف جو عذر ہے ختم ہو جاتا ہے اور اس پر اسکو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ حضور ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور آپ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ و برتر ہیں اور آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور دیگر بشارتیں وغیرہ۔

---

1 ﴾ قولہ: واخواتها (اور اس جیسی) یعنی اس جیسی سورتیں جن میں قیامت اور عذاب کا ذکر ہے، علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں میں مذکور قیامت کی ہولنا کیوں اور گذشتہ امتوں پر آئی ہوئی مصیبتوں کے بارے میں میرا متفکر ہونا بالوں کی سفیدی کا سبب بن گیا ہے، یہاں تک کہ اپنی امت سے متعلق خوف وفکر کی بناء پر قبل از وقت میرے بال سفید ہوگئے۔(مرقات)۔

اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں کئی توجیہات ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (48، سورۃ الفتح، آیت نمبر: 2) (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی خاطر آپ کو پہلے اور بعد میں معصوم رکھے) جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "وَمَآ اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ" (46، سورۃ الاحقاف، آیت نمبر: 9) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

197/6750 ﴿سیدنا ابو بردہ بن ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں میرے والد نے آپ کے والد 1 سے کیا کہا؟ ابو بردہ کہتے ہیں: میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا: میرے والد نے آپ کے والد سے کہا: اے ابوموسی! کیا یہ بات آپ کو خوش کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہمارا اسلام لانا، ہجرت کرنا، جہاد کرنا اور آپ کے ساتھ کا ہمارا ہر عمل ہمارے لئے ثابت رہے اور ہر وہ کام جس کو ہم نے حضور اکرم ﷺ کے بعد انجام دیا اس سے ہم برابر سرابر نجات پائیں، تو آپ کے والد نے میرے والد سے کہا: نہیں اللہ کی قسم ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا، نمازیں ادا کیں، روزے رکھے اور بہت سارے کار خیر انجام دیئے اور ہمارے ہاتھوں پر بہت سارے لوگ اسلام قبول کئے اور یقیناً ہم اس کی بھی امید رکھتے ہیں، میرے والد نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں عمر کی جان ہے میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے ثابت 2 رہیں اور ہر وہ کام جو ہم نے حضور ﷺ کے بعد انجام دیا اس سے ہم برابر

1﴾ قوله: ما قال ابی لابیک (میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟) یعنی خوف کے غلبہ کے بارے میں جس نام سے باب کا عنوان ہے اور انکا قول "بَرَدَ" ثابت ہوا کے معنی میں ہے، عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے برد لنا علی فلان حق یعنی فلان پر ہمارا حق ثابت ہوا۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2﴾ قوله: لوددت ان ذلک بردلنا (میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ (اعمال) ہمارے لئے باقی رہیں) یہ جلیل القدر صحابہ اور باعظمت خلفاء کی نسبت سے ہے، اب رہا جو ان کے بعد کے لوگ ہیں تو غرور وتکبر، خود پسندی وریاکاری سے بھرپور انکی اطاعتیں عمومی طور پر نافرمانیوں کے اسباب اور معصیت شعار کی سزاؤں کے ذرائع ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے اور اپنی عنایت سے مختص فرما کر گنہگاروں کو نیکوکاروں میں شامل کردے۔ (مرقات)۔

سرا بر چھوٹ جائیں، میں نے کہا: اللہ کی قسم یقیناً آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے۔ (بخاری)۔

198/6751 ﴾ سیدتنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال سے بھی باریک [1] ہیں ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری)۔

199/6752 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ معمولی گناہوں سے بھی بچو! کیونکہ اللہ کی طرف سے اس کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ (ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، شعب الایمان)۔

200/6753 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دوزخ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا جس کو اس نے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ (بلی) زمین کے کیڑے کھاتی یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی، میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ [2] رہا تھا، یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سائبہ کا طریقہ ایجاد کیا۔ (مسلم)۔

201/6754 ﴾ سیدنا ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابو مالک اشعری [3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو موٹے اور باریک [4] ریشم، شراب و گانے بجانے کے آلات

---

[1] ﴾ قولہ: هي ادق فی اعینکم من الشعر الخ (تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال سے بھی باریک) اسکے دو معنی ہیں ایک یہ ہے: تم ایسے عمل کرتے تھے جو ہمارے پاس سب سے اچھے اعمال کہلاتے ہیں دوسرا معنیٰ یہ ہے: تم انکی پرواہ نہیں کرتے ہو اور انکو کمتر و حقیر سمجھتے ہو جبکہ ہم ان اعمال کو ہلاکت خیز اعمال میں شمار کرتے تھے، دوسری حدیث میں مذکور آپ کا فرمان ''تم حقیر گناہوں سے بچو'' دوسرے معنی کی تائید کر رہا ہے یعنی جن اعمال کو تم حقیر و کمتر سمجھتے ہو۔ (لمعات)۔

[2] ﴾ قولہ: یجر قصبه فی النار (وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا) دوزخ میں جن گناہوں کے سبب عذاب دیا جا رہا تھا وہ تمام چیزیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف و ظاہری کردی گئیں۔ (مرقات)۔

[3] ﴾ قولہ: او ابی مالک الاشعری (یا ابو مالک اشعری) انکو اشجعی کہا جاتا ہے اور انکے نام میں اختلاف ہے، امام بخاری نے انکی حدیث کو شک کے ساتھ روایت کیا اور کہا: ابو مالک اشعری یا ابو عامر سے روایت ہے۔ (مرقات)۔

کوحلال کرلیں گے اور ضرور کچھ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں اتریں 1 گے، شام کے وقت ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے، ان کے پاس ایک شخص کسی ضرورت کی وجہ سے آئیگا وہ کہیں گے کل ہمارے پاس لوٹ آنا، پس اللہ تعالیٰ رات میں ان کو ہلاک کردے گا اور پہاڑ گرادیگا 2 اور دوسروں کو قیامت 3 تک کے لئے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کرد 4 ے گا۔ (بخاری)۔

اور اس میں لفظ حر 5 بغیر نقطوں والی حاء اور راء کے ساتھ ہے اور یہی درست ہے،

3﴾ قولہ: الحرير والخمر والمعازف (ریشم، شراب، گانے بجانے کے آلات) معازف میم کے ''زبر'' کے ساتھ، یعنی لہو ولعب کے آلات جسکو بجایا جاتا ہے جیسے: ستار، سارنگی اور بانسری وغیرہ، معنی یہ ہیکہ لوگ شبہات پیدا کر کے کمزور دلائل سے حرام چیزوں کو حلال شمار کریں گے منجملہ انکے یہ ہے کہ بہت سے امراء اور عوام سے جب کہا جائے: ریشم پہننا حرام ہے تو وہ کہتے ہیں: اگر وہ حرام ہوتا تو قاضی حضرات اور بڑے بڑے علماء اسکو نہیں پہنتے، اس طرح وہ حرام کو حلال سمجھنے لگتے ہیں۔ (مرقات)۔

1﴾ قولہ: ولينزلن اقوام الخ (اور ضرور کچھ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں اتریں گے) یعنی انہیں میں سے جیسا کہ انکا مستحق عذاب ہونے سے ظاہر ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ: ويضع العلم (اور ان پر پہاڑ گرادیگا) یعنی ان میں سے بعض لوگوں پر پہاڑ گرادیگا جیسا کہ آپکا فرمان ''اور دوسروں کے چہرے مسخ کردیگا'' اس پر دلالت کرتا ہے۔ (مرقات)۔

3﴾ قولہ: الى يوم القيامَةِ (روز قیامت تک کے لئے) یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی صورتیں مرنے تک بدلی ہوئی ہونگی اور جو شخص مرگیا یقیناً اسکی قیامت قائم ہوگئی اور ممکن ہے کہ انکا حشر بھی اُن صورتوں پر ہوگا۔ (مرقات)۔

4﴾ قولہ: ويمسخ اٰخرين (اور دوسروں کو مسخ کردیگا) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آخری زمانہ میں فتنے آئیں گے اور چہرے مسخ ہوں گے تو گنہگار مؤمن کو (گناہوں سے) بچنا چاہئے تاکہ وہ عذاب اور چہروں کے مسخ ہونے میں مبتلا نہ ہو، علامہ خطابی نے کہا: اس میں یہ بیان ہے کہ اس امت میں کبھی مسخ ہوگا۔

اسی طرح زمین میں دھنسادیا جانا بھی ہوگا جیسا یہ دونوں چیزیں باقی تمام امتوں میں تھیں برخلاف ان لوگوں کی بات کے جنکا یہ خیال ہیکہ چہرے نہیں بدلیں گے البتہ دل بدل جائیں گے، میں کہتا ہوں: احادیث میں اسکی جونفی آئی ہے وہ یا تو امت کے ابتدائی زمانہ پر محمول کی جائیگی، اس صورت میں عام ہے جس سے اس حدیث شریف کے ذریعہ آخری زمانہ خاص کرلیا گیا ہے، یا وہ تمام امت کی صورتیں بدلنے اور زمین میں دھنسادیئے جانے پر محمول کی جائیگی اور جو مسخ اور خسف حدیث شریف میں ثابت ہے وہ امت کے کچھ لوگوں کے لئے واقع ہوگا اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

5﴾ قولہ: وفيه الحر (اور اس میں لفظ حر) علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''حر'' راء کی تخفیف کے ساتھ ہے، یعنی شرمگاہ، اور کتاب المصابیح میں اس لفظ میں غلطی ہوگئی اسی طرح سے محدثین اور بعض راویوں نے اس لفظ پر نقطے لگادیئے ہیں اور اسکو ''خز'' گمان کیا نقطہ والی خاء اور زاء کے ساتھ، اور خز (ریشم) حرام نہیں ہے کہ اس کو حلال کیا جائے۔ اھ۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

شیخ تورپشتی اور صاحب مفاتیح نے اسکی صراحت کی ہے اور سنن ابوداؤد میں اسی طرح ہے اور اس میں **یروح علیهم رجل بسارحته لهم** (کہ شام میں ان کے پاس ایک آدمی اپنے مویشی لے کر آئے گا) کے الفاظ ہیں امام مسلم نے اپنی کتاب میں اسی طرح روایت کی۔

202/6755 ﴾سیدتنا زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفکر حالت میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمارہے تھے **لاالہ الا اللہ** عرب کی خرابی ہے اس شر سے جو قریب آپہنچا آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اس کے برابر حصہ 1 کھل گیا اور حضور ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور اس سے متصل انگشت مبارک سے حلقہ بنایا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! تو کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے، حالانکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے، فرمایا: ہاں، جبکہ خباثت بڑھ جائے گی۔ (متفق علیہ)۔

203/6756 ﴾سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو وہ عذاب ان

۔۔۔ مابقیہ حاشیہ۔۔۔ اسکی تائید اس سے ہوتی ہے جو صاحب مفاتیح نے مصابیح کے شارحین سے ذکر کیا کہ ''حر'' بلا نقطہ زیر والی حاء اور بلا نقطہ بغیر تشدید والی راء کے ساتھ، اسکی اصل ''حرح'' ہے تو دوسری حاء کو حذف کیا گیا اور اسکی جمع احراح ہے اور ''حر'' کے معنی شرمگاہ ہے یعنی آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو زنا کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ جب مرد و عورت راضی ہوں تو عورت سے تمام قسم کے فائدے اٹھانا جائز ہے اور کہیں گے: عورت باغ کی مانند ہے تو جس طرح باغ کے مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے باغ کا پھل جسکے لئے چاہے مباح قرار دے تو اسی طرح شوہر کے لئے جائز ہیکہ وہ اپنی بیوی کو جس شخص کے لئے چاہے مباح کردے اور جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ دراصل مذہب حق سے منحرف، ملحد و بے دین لوگ ہیں، اب رہا ریشم پہننا تو وہ مردوں پر حرام ہے اور جو اس کو حلال سمجھا وہ کافر ہے۔ (مرقات)۔

1﴾ **قوله: فتح اليوم من ردم يا جوج وماجوج الخ** (آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کُھل گیا) اس سے مراد یہ ہے کہ اس دیوار میں آج تک کوئی شگاف نہیں تھا اور اس میں (شگاف) پڑ گیا ہے۔

کیونکہ اس کا کھلنا قرب قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور جب وہ (شگاف) کشادہ ہوگا تو وہ نکلیں گے اور یہ خروج دجال کے بعد ہوگا جیسا اسکا بیان آگے آرہا ہے، اور یاجوج ماجوج بنی آدم کی دو جنس اور ترک کی دو کافر جماعتیں ہیں۔ (مرقات)۔

میں موجود تمام افراد پر آتا ہے، پھر وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔(متفق علیہ)۔

204/6757 ﴿سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بندہ کو اس حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر اسکا انتقال ہوا۔(مسلم)۔

بَابُ الْبُکَاءِ وَالْخَوْفِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

7/232 بَابُ تَغَيُّرِ النَّاسِ

لوگوں کے بدل[1] جانے کا بیان

205/6758 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے سوا نہیں لوگ ایسے سو اونٹوں کی مانند ہیں جن میں تم ایک کو بھی سواری کے قابل[2] نہیں پاؤ گے۔ (متفق علیہ)۔

206/6759 ﴿سیدنا مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ چلے جائینگے اور بھوسہ رہ جائینگے جیسے جو یا کھجور کا بھوسہ اللہ تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہیں کریگا۔ (بخاری)۔

207/6760 ﴿سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب ہیکہ قومیں ایک دوسرے کو تمہارے خلاف[3] بلائیں، جیسا کھانے والے

1﴿ قولہ: تغیر الناس (لوگوں کی تبدیلی) اس سے زمانہ بدل جانا مراد ہے اور یہ بات اس باب کی اکثر احادیث کے مضمون کے موافق یہی بات سمجھ میں آتی ہے، یا تغیر سے مراد لوگوں کے احوال' ان کے مراتب اور ان کے درجات وغیرہ کا زمانہ کے بدلنے کے ساتھ بدلنا ہے' تم غور کرو تو پہلی حدیث شریف سے یہی بات ظاہر ہے۔

2﴿قولہ: لا تكاد تجد فيها راحلة (جنمیں تم ایک کو بھی سواری کے قابل نہیں پاؤ گے) یعنی ایک بھی ایسی جوان، طاقتور سواری کے قابل اونٹنی نہیں پاؤ گے جو سوار ہونے کے قابل ہو تو اسی طرح تم سو آدمیوں میں ایسے شخص کو نہیں پاؤ گے جو دوستی اور محبت ومودت رکھنے کے قابل ہو کہ وہ اپنے دوست کی مدد کرے اور اس کیلئے اپنا پہلو نرم رکھے؛ کیونکہ باعمل وبا اخلاص عالم کا وجود کیمیاء کی قبیل سے ہے یا عنقاء کے نام کی طرح ہے، سو(100) کا ذکر کثرت کو بتانے کے لئے ہے کسی خاص عدد کیلئے نہیں۔ (ماخوذ از، مرقات)۔

3﴿ قولہ : ان تداعى عليكم (تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گے) اس طرح کہ قومیں تم سے جنگ وجدال کرنے تمہاری شوکت وعظمت کو ختم کرنے اور تمہارے املاک اور تمہارے اموال ودولت جسکے تم مالک ہو چھیننے کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گے اور "كما تداعى الاكلة" آکلۃ مد کے ساتھ ہے اور اس روایت میں یہ لفظ "فئة" "جماعة" یا اس جیسے لفظ کی صفت ہے، سنن ابوداؤد سے اسی طرح روایت کی گئی اور یہ حدیث شریف امام ابوداؤد کے افراد سے ہے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

آپس میں ایک دوسرے کواپنے پیالہ کی طرف بلاتے ہیں کسی کہنے والے نے عرض کیا: کیااس دن ہم کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوگا،آپ نے فرمایا: بلکہ تم اس دن بہت ہونگے لیکن تم سیلاب کے کچرے کی طرح کچرہ ہوں گے اور ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دیگا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دیگا' کسی کہنے والے نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے کراہیت۔(ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ)۔

208/6761 ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا: کسی قوم میں خیانت 1 ظاہر نہیں ہوئی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، کسی قوم میں زنا عام نہیں ہوا مگر ان میں موت زیادہ 2 ہوئی، کسی قوم نے ناپ تول میں کمی نہیں کی مگر ان سے رزق کم کردیا گیا، کسی قوم نے حق کے خلاف 3 فیصلہ نہیں کیا مگر ان میں خون پھیل گیا اور کوئی قوم عہد شکنی نہیں کی مگر ان پر دشمن مسلط کیا گیا۔(مالک)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا اور اگر اسکو''اکلۃ'' ک اور لام دونوں کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی ایک اچھی توجیہ ہوسکتی ہے اور یہ اس صورت میں''اکل''اسم فاعل کی جمع ہے جس طرح کھانا کھانے والے کھانے کی لگن کی طرح جس میں وہ کھاتے ہیں بلا روک ٹوک ایک دوسرے کو بلاتے ہیں اور بہ آسانی وہ پورا کھاجاتے ہیں اسی طرح قومیں تمہاری ساری املاک پر قبضہ کرلیں گے نہ اس میں ان کو کوئی مشقت ہوگی اور نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی طاقت ان کو روکے گی ۔

قولہ ولکنّکُمْ غثاء (لیکن تم سیلاب کے کچرے اور میل کی طرح ہوں گے) یہ انکی بہادری کی کمی اور کم عقلی کی وجہ سے ہوگا، خلاصہ یہ ہے: لیکن تم الگ الگ اور کمزور حال اور کم سمجھ ہوجاؤ گے۔(ماخوذ از مرقات)۔

1﴾ قولہ : ما ظھر الغلول فی قوم (نہیں ظاہر ہوتی خیانت کسی قوم میں مگر...............) ظاہر حدیث یہ ہے کہ ان مذکورہ چیزوں پر جو جزاء اور بدلہ مرتب ہوا ہے وہ ان کے خواص کے اعتبار سے ہے اور اس میں جو راز ہے وہ شارع علیہ السلام کے علم کے حوالے سے ہے اور وجوہات اور مناسبتیں ان میں نکالی جاسکتی ہیں۔(لمعات)۔

2﴾ قولہ : کثیر فیھم الموت (ان میں موت زیادہ ہوتی) یعنی وبائی بیماری کی وجہ سے یا طاعون سے اموات زیادہ ہوں گی یا اس سے دل کی موت یا علماء کی موت مراد ہے۔(مرقات)۔

3﴾ قولہ : بغیر حق (کوئی قوم ناحق فیصلہ نہیں کرتی مگر) یعنی ناحق یا بغیر علم کے بلکہ اپنی غلط رائے اور باطل خیالات کے ذریعہ فیصلے کریں گے۔(مرقات)۔

209/6762 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے حکام تم میں کے بہترین لوگ ہوں، تمہارے مالدار تم میں سخی لوگ ہوں اور تمہارے کام تمہارے درمیان مشورہ سے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام تم میں کہ بدترین لوگ ہوں، تمہارے مالدار تم میں کے بخیل لوگ ہوں اور تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ (ترمذی)۔

210/6763 ﴿ محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مجھکو ان صاحب نے بیان کیا جنہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو مصعب بن عمیر ہم پر نمودار ہوئے، ان پر صرف چمڑے کے پیوند لگی ہوئی ان کی ایک چادر کے سوا کچھ نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے [1] ان کی اس خوش حالی کی وجہ سے جس میں وہ تھے اور جس حال میں آج وہ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں سے کوئی صبح ایک لباس میں چلے گا تو شام دوسرے لباس میں اور اسکے سامنے ایک پیالہ رکھا جائیگا اور ایک پیالہ اٹھایا

---

1 ﴿ قولہ : بکی للذی کان فیہ من النعمۃ الخ (وہ پہلے جس نعمت میں تھے اور آج جس تنگدستی کی حالت میں ہیں اس کو دیکھ کر آپ رو پڑے) اس سے فوری جو بات سمجھ میں آتی ہے یہ ہیکہ حضور اکرم ﷺ کا رونا ان کی تنگدستی اور فاقہ کو دیکھ کر ان پر رحمت وشفقت کے لئے تھا جب کہ وہ اپنی قوم میں معزز اور آسودگی وخوشحالی میں ڈوبے ہوئے تھے، لیکن یہ بات اس کے کچھ خلاف معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی جو گفتگو عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی جب عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کو تخت کی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپکے اور اس حصیر کے درمیان کوئی چیز بچھی نہیں تھی آپکے بدن شریف پر حصیر کے نشان آگئے تھے' اور عمر رضی اللہ عنہ کو کسریٰ وقیصر کی آسودگی ومرفہ الحالی یاد آگئی تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر روئے، آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: کیا تم اس مقام خیال میں ہوائے عمر! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ ان کیلئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو تو اس لئے اولی اور مناسب یہ ہے کہ رونے کو خوشی پر محمول کیا جائے کہ آپ نے اپنی امت میں ایسے افراد کو پایا جنہوں نے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف توجہ کو اختیار کیا۔ (مرقات)۔

جائے گا اور تم اپنے گھروں پر پردے ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے،تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس دن عبادت کے لئے فارغ ہوں گے آج سے بہتر ہوں گے عبادت کے لئے فارغ ہوں گے اور محنت ومشقت سے بچ جائیں گے تو آپ نے فرمایا: نہیں،تم آج اس دن سے بہتر ہو۔(ترمذی)۔

211/6764 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب میری امت تکبر کی چال چلے گی اور بادشاہوں کے بیٹے ابنائے فارس وروم ان کی خدمت کرنے لگیں گے تو اس کے برے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اچھے لوگوں پر مسلط کردے 1 گا۔(ترمذی)۔

212/6765 ﴿سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کروگے اور اپنی تلواروں سے باہم لڑوگے اور تم میں کے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث 2 ہوں گے۔(ترمذی)۔

213/6766 ﴿انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا کا خوشحال ترین شخص خبیث کا بچہ خبیث 3 ہوگا۔(ترمذی، بیہقی، دلائل النبوۃ)۔

1﴿ قولہ : سلط اللہ شرارھا (لوگوں کو اللہ تعالیٰ مسلط کردیگا) یعنی امت کے ظالموں کو مسلط کردیگا اور علی خیارھا سے مراد امت کے مظلوموں پر، شارحین نے کہا: یہ حدیث شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل سے ہے اس میں آپ نے غیب کی خبر دی اور آپ کی خبر واقعہ کے مطابق ہوئی؛ کیونکہ جب مسلمانوں نے فارس اور روم کو فتح کیا اور ان کا مال ودولت اور ان کی زینت کی چیزوں کو حاصل کیا انکی اولاد کو قید کیا اور ان کو اپنا خدمت گذار بنایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے والوں کو ان پر مسلط کردیا یہاں تک کہ اُن لوگوں نے آپ کو شہید کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے بنی ہاشم پر بنی امیہ کو مسلط کیا اور انہوں نے جو کیا کیا۔(ماخوذ ازمرقات)۔

2﴿ قولہ : یرث دنیاکم شرارکم (تم میں کے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہونگے) اس طرح کہ حکومت وسلطنت، مال اور عہدے ظالموں اور غیر مستحق لوگوں کے قبضہ میں چلے جائینگے۔(مرقات)۔

3﴿ قولہ : لکع (خبیث) ردئ النسب (خاندانی خبیث) اور دنی الحسب (شرافت سے گراہوا)۔

214/6767 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ ان میں اپنے دین پر جمے رہنے[1] والا انگار کو پکڑنے والے کی طرح ہوگا۔ (ترمذی)۔

215/6768 ﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ضرور بضرور اپنے سے پہلے والوں کے طریقوں پر[2] بالشت بالشت کے برابر اور گز گز کے برابر کی طرح پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ کسی گھوڑ پھوڑ کی بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم ان کے پیچھے چلوگے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون۔ (متفق علیہ)۔

بَابُ تَغَيُّرِ النَّاسِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1﴾ قولہ : الصابر فیهم الخ (ان میں اپنے دین پر جمے رہنے والا) مطلب یہ ہے کہ جس طرح شعلہ کو پکڑا ہوا شخص اسکا ہاتھ جلنے کی وجہ سے صبر نہیں کرسکتا اس طرح دین دار حضرات اس زمانہ میں گنہگاروں اور گناہوں کے غلبہ اور فسق و فجور پھیلنے اور ایمان کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کی قدرت نہیں رکھ سکیں گے۔ علامہ جعبری نے کہا: مطلب یہ ہے کہ یہ زمانہ صبر کا زمانہ ہے؛ کیونکہ نیکی مجہول ہوچکی گناہ معروف و مشہور ہوگیا، نیتیں بگڑ گئیں، خیانتیں غالب ہوگئیں، صاحب حق کو تکلیف دی گئی اور اور باطل پرست کا اکرام واحترام کیا گیا' تمہارے لئے کون ہوگا جو ایسی حالت کی گنجائش پیدا کرے جس میں دین پر استقامت اسقدر شدید ہوگا جیسے کوئی آگ کی چنگاری کو پکڑ لے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2﴾ قولہ : سنن من قبلکم (اپنے سے پہلے والوں کے طریقوں کی پیروی کروگے) ''سین'' کے پیش کے ساتھ، سنة کی جمع ہے اور لغت میں اس کے معنی طریقہ ہیں خواہ وہ اچھا ہو یا برا اور یہاں نفس پرستوں اور بدعتیوں کا وہ طریقہ مراد ہے جس کو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اپنے دین کو بدل کر اور اپنی کتاب کی تحریف کر کے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے، جیسا کہ بنی اسرائیل کا جوتا جوتے کے برابر کی پیروی کرو کے مطابق ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

8/233 بَابُ الۡاِنۡذَارِ وَالتَّحۡذِيۡرِ

ڈرانے اور تنبیہ کرنے کا بیان

215/6769 ﴾سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ آج اس نے مجھے جو تعلیم دی ہے اس میں سے میں تم کو وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم ناواقف ہو: ہر وہ مال جو میں نے کسی بندہ کو عطا کیا وہ[1] حلال ہے اور میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حق پر پیدا کیا ہے اور انکے پاس شیاطین آئے اور انہیں انکے دین سے پھیر دیا اور اُن پر اُس چیز کو حرام کر دیا جسے میں نے اُنکے لئے حلال کیا اور انکو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائیں جسکی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور اللہ نے اہل زمین کو دیکھا اور چند اہل کتاب کے

1﴾ **قولہ : کل مال نحلة عبداً حلال الخ** (وہ تمام مال جو میں نے اپنے بندہ کو عطا کیا حلال ہے) صاحب مرقات (ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری) نے کہا: اسکی توضیح وہی ہے جو قاضی رحمہ اللہ نے تحقیق فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: (**قولہ: کل مال نحلة**) یہ اس چیز کا بیان ہے جس کی اس دن اللہ نے آپ کو تعلیم دی اور وحی فرمائی اس کا مطلب یہ ہیکہ: جو مال میں نے بندہ کو عطا کیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے، کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کو اپنے اوپر حرام کر لے جیسا کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام قرار دے لیا اور نہ ہی کسی کہنے والے کو یہ کہنے کی گنجائش ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ حرام چیز رزق نہ ہو کیونکہ وہ تمام رزق جو اللہ نے اپنے بندہ کو فراہم کیا وہ اللہ ہی نے عطا کیا ہے اور ہر وہ شئی جو اللہ نے اسے عطا کیا وہ حلال ہے' تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ تمام رزق جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے وہ حلال ہوگا، پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو حلال نہیں ہے وہ رزق نہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے؛ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ رزق (کا مفہوم) "**اعطاء**" سے عام ہے، اس لئے کہ اعطاء میں تملیک کے معنی شامل ہیں۔ اسی وجہ سے فقہاء نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: "**ان اعطیتنی الفافانت طالق فاعطته الفا بانت**" کہ اگر تو مجھے ہزار (روپئے) دیگی تو تجھے طلاق ہے، تو وہ اسکو ہزار روپئے دے دی تو طلاق بائنہ پڑ جائیگی اور ہزار روپئے اس کی ملکیت میں داخل ہو جائیں گے لیکن رزق کا لفظ ایسا نہیں ہے۔

علاوہ [1] انکے عرب وعجم تمام لوگوں سے ناراض ہوا اور فرمایا: میں آپکو اسلئے بھیجا ہوں کہ آپکا امتحان لوں اور آپکے ذریعہ سے ان کا امتحان لوں اور میں نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی جسکو پانی نہیں [2] دھوسکتا جسکی تلاوت آپ سوتے جاگتے کر [3] ینگے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں قریش کو جلاڈالوں، تو میں نے کہا: ائے میرے پروردگار! تب تو وہ میرا سر کچل دینگے اور اسکو روٹی بنا کر چھوڑیں گے، اس نے فرمایا: آپ انہیں شہر سے بالکل نکال دیجئے جیسا انہوں نے آپکو نکالا، اوران سے جنگ کیجئے ہم سامان جنگ فراہم کرینگے اور خرچ کیجئے ہم آپ پر خرچ کریں گے اور آپ ایک لشکر بھیجئے ہم اس جیسے پانچ گُنا بھیجیں گے، اپنے فرمانبرداروں کو ساتھ لیکر آپکے نافرمانوں پر جہاد کیجئے۔ (مسلم)۔

216/6770 ﴿سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب آیت ''وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ'' (26، سورۃ الشعراء، آیت نمبر: 214) (اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو آگاہ کیجئے) نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور قریش کے قبیلوں کو ائے بنی فہر! اے بنی عدی! کہہ کر آواز دینے لگے حتی کہ وہ سب جمع ہوگئے اور فرمایا: مجھے بتلاؤ

---

[1] ﴿ قولہ : عربھم وعجمھم (انکے عرب وعجم) یہ فمقتھم کی ضمیر ھُم سے بدل ہے اور (عجم) سے غیر عرب مراد ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بدعملی بدعقیدگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ان کے شرک پر متفق ہوجانے اور کفر میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ان پر سخت ناراض ہوا۔ (مرقات)۔

[2] ﴿ قولہ : لا یغسلہ الماء (اسکو پانی نہیں دھوسکتا) یعنی ہم نے اسے کتابوں میں لکھنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا کہ پانی اسے دھودے، بلکہ ہم نے اسے محفوظ قرآن کی شکل میں بنا کر مسلمانوں کے سینوں میں رکھ دیا ہے، یا دھونے سے مراد نسخ ہے اور پانی ایک مثال ہے یعنی: اسکے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی جو اسے منسوخ کرے اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی جو اسے باطل قرار دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''لَا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ'' (ترجمہ: باطل اس کے پاس نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ 41، سورۃ حم السجدہ۔ آیت: 42)۔ (مرقات)۔

[3] ﴿ قولہ : تقرأہ نائما ویقظان (آپ اسے سوتے جاگتے پڑھینگے) ''یقظان'' قاف کے سکون کے ساتھ معنی یہ ہے کہ آپکو اس درجہ ملکہ حاصل رہیگا کہ وہ آپکے ذہن میں مستحضر رہیگا اور ہمیشہ آپکا نفس اسکی طرف متوجہ رہیگا اور آپ نیند و بیداری کی حالت میں اس سے غافل نہیں ہوں گے۔ (مرقات)۔

تمہاری کیا رائے ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس وادی میں گھوڑ سواروں کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، تو کیا تم میری تصدیق کروگے، انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے جب کبھی آپکو آزمایا سچ پایا، آپ نے فرمایا: دیکھو میں تمہیں سخت ترین عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہوں، تو ابولہب نے کہا: سارا دن تمہارے لئے ہلاکت ہو' کیا اسی لئے تم نے ہمیں جمع کیا ہے؟ پس ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبّ'' (111۔سورۃ اللھب، آیت نمبر:1) (ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا) نازل ہوئی۔ (متفق علیہ)۔

217/6771﴿ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ندادی: اے بنی عبد مناف! یقیناً میری اور تمہاری مثال اس شخص کے جیسی ہے جس نے دشمن کو دیکھا اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کے لئے تیز تیز چلا، پھر اسے خوف ہوا کہ دشمن اس سے پہلے پہنچ جائیگا، تو وہ چلا کر کہنے لگا ''یاصباحاہ''۔

218/6772﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: ''وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' (26۔سورۃ الشعراء، آیت نمبر:214) ترجمہ: اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو آگاہ کیجئے) نازل ہوئی نبی کریم ﷺ نے قریش کو بلایا تو وہ جمع ہو گئے، آپ نے عام وخاص کو بلایا اور فرمایا: اے بنی کعب بن لوی! اپنے آپکو آگ سے بچاؤ! اے بنی مرہ بن کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ! اے بنی عبد شمس! اپنے آپکو آگ سے بچاؤ! اے بنی عبد مناف! اپنے آپکو آگ سے بچالو! اے بنی ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو! اے بنی عبد المطلب! اپنے آپکو آگ سے بچاؤ! اے فاطمہ! اپنے آپکو آگ سے بچالو؛ کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک [1] نہیں ہوں سوائے اس کے کہ تمہارے لئے حق قرابت ہے جسکو میں اسکے تری کے ساتھ تر رکھوں گا۔ (مسلم)۔

---

[1]﴿ قولہ : فانی لا املک لکم من اللہ شیئا (میں تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں) یہ توحید موافق تفرید ہے اگر چہ کہ آپ ﷺ شفاعت کے ذریعہ مومنین کو نفع پہنچائینگے، آپ شفاعت کرینگے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی، لیکن آپ ﷺ نے امت کو ڈرانے کے لئے کہ وہ کہیں اسی پر بھروسہ نہ کرلیں اور زاد آخرت کے لئے جدوجہد کرنے کی ترغیب دینے کی خاطر آپ نے اسکو مطلق بیان فرمایا۔ (مرقات)

219/6773﴾اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جماعت قریش! اپنی جانوں کو خرید لو! میں تم سے اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا، اے بنی عبد مناف! میں تم سے اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا اے عباس بن عبد المطلب! میں تم سے اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤنگا، اے فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لو! میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا۔ (متفق علیہ)۔

صاحب مدارک نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے نفی تہمت کیلئے اس طور پر ذکر فرمایا؛ کیونکہ انسان اپنے قرابتداروں کے ساتھ نرم برتاؤ کرتا ہے یا اس لئے کہ وہ جان لیں کہ وہ ان سے اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آئیں گے، کیونکہ نجات انکی اتباع و پیروی میں ہی ہے نہ کہ رشتہ داری میں۔

220/6774﴾سیدنا ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ یہ کام نبوت و رحمت کے ساتھ شروع ہوا پھر وہ خلافت و رحمت کا ہوگا، پھر وہ کاٹ کھانے والی بادشاہت کا ہوگا، پھر قہر و سرکشی اور زمین میں فساد والا ہوگا۔ وہ ریشم کو عورتوں کی شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال سمجھیں گے اس کے باوجود انہیں رزق دیا جائیگا اور انکی مدد کی جائیگی حتی کہ وہ اللہ سے ملیں۔ (بیہقی، شعب الایمان)۔

221/6775﴾سیدنا نعمان بن بشیر نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبوت تم میں جب تک اللہ اس کا رہنا چاہیگا رہیگی، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیگا، پھر خلافت طریقۂ نبوت پر ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ اس کا رہنا چاہیگا رہینگے، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیگا، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اور وہ اسوقت تک رہیگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ رہے پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیگا، پھر قہر آلود بادشاہت ہوگی اور وہ قائم رہیگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیگا، پھر طریقۂ نبوت

پر خلافت ہوگی، پھر آپ نے سکوت فرمایا، حبیب نے فرمایا: جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو میں نے انہیں یہ حدیث یاد دلاتے ہوئے لکھا اور کہا: مجھے امید ہیکہ آپ کاٹ کھانے والی اور قہر آلود بادشاہت کے بعدوالے امیرالمؤمنین ہوئے ہیں آپ اس سے خوش ہوئے اور آپ کو یعنی عمر بن عبدالعزیز کو یہ بات بہت پسند آئی۔ (احمد، بیہقی، دلائل النبوۃ)۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا: طریقۂ نبوت پر دوسری مرتبہ جو خلافت ہونے والی ہے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ مراد ہے۔

222/6776 سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلی 1 چیز جو اُلٹادی جائیگی زید بن یحییٰ نے کہا: یعنی اسلام کو جیسے برتن کو اُلٹ دیا جاتا ہے۔ اس سے مراد شراب ہے۔ کہا گیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوگا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اسکا کوئی دوسرا نام رکھ لینگے اور اسے حلال سمجھ لیں گے۔ (دارمی)۔

1 قولہ : اَوّل ما یکفا (سب سے پہلی چیز جو الٹادی جائیگی) قاضی رحمہ اللہ نے کہا: معنی یہ ہیکہ اسلام کی حرام کردہ چیزوں میں سب سے پہلے پی جانے والی شئی جسکے پینے پر ایسی جسارت کی جائیگی جیسا پانی کو بے دھڑک پیا جاتا ہے، شراب ہے اور لوگ اسکا کوئی دوسرا نام جیسے نبیذ اور مثلث ہے رکھ کر اسکو حلال قرار دینے کیلئے تاویلیں کرینگے۔

(فائدہ) یہ اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ نبیذ اور مثلث حلال ہیں اور نام کے بدلنے سے شئی کی حقیقت نہیں بدلتی جیسے حبشی کو کافور سے موسوم کیا جائے اور جنہیں اس سے قہوہ کے حرمت کا وہم ہوا ہے انکا استدلال اس سے درست نہیں کہ وہ (قہوہ) شراب کے ناموں میں سے ہے اور نہ ہی اس سے استدلال درست ہے کہ وہ شرابیوں کے طریقہ پر پی جاتی ہے؛ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو قہوہ کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں اس لئے کہ دودھ پانی اور عرق گلاب بھی اسی طرح ہے۔ اس بناء پر کہ حرمین شریفین اور دیگر مقامات میں پینے کا جو طریقہ متعارف ہے وہ فاسقین کے پینے کے نہج سے الگ ہے؛ کیونکہ وہ (فاسقین کا طریقۂ شرب) کئی مٹی کے پیالوں اور جماعت کے ایک ہی کیفیت میں پینے پر شامل ہے اور اسی سے مشابہت زائل اور شبہ ختم ہوجاتا ہے۔ اور جو دلیل اسکے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ نص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے قول سے بیان فرمایا: "هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا" ترجمہ: وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے فائدہ کیلئے تمام چیزیں پیدا کیں (2۔ سورۃ البقرۃ، آیت: 29)۔ اور اشیاء میں اصل اباحت ہوتی ہے، جب تک کہ کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس صحیح میں سے کوئی دلیل اسے اباحت سے نہ پھیردے۔ (مرقات)۔

223/6777 ﴾سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری یہ امت رحمت والی امت ہے، آخرت میں اس پر عذاب [1] نہیں ہے، اسکا عذاب دنیا میں فتنے زلزلے اور قتل ہے۔ (ابوداؤد)۔

بَابُ الْإِنْذَارِ وَالتَّحْذِيرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

[1]﴾ قوله : ليس عليها عذاب في الاخرة (اس امت (مرحومہ) پر آخرت میں عذاب نہیں ہے.......الخ) کہا گیا: یہ حدیث ایسی جماعت کیلئے خاص ہے جو گناہ کبیرہ نہیں کرتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس امت کی ایک مخصوص جماعت کی طرف اشارہ ہو۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے صحابہ ہیں یا مشیئت کو مقدر مانا جائیگا' اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنیاد پر ''ان الله لا يغفر ان يشرک به ويغفر مادون ذلک لمن يشاء'' (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اسکا شریک بنایا جائے اور اسکے سوا (دوسرے گناہ) جس کیلئے چاہے گا بخشدیگا۔ سورۃ النساء، آیت ۱۱۶) اور علامہ مظہر نے کہا: یہ مشکل حدیث ہے' کیونکہ اسکا مفہوم یہ ہیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کسی فرد کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔ اسمیں کبائر کا ارتکاب کرنے والا اور نہ کرنے والا دونوں برابر ہیں۔ جبکہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو عذاب دیے جانے سے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں۔

زیادہ سے زیادہ صرف یہ تاویل کی جائیگی کہ یہاں امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسطرح حق ہے اقتداء اور پیروی کی ہے، اور اللہ کے احکام کو بجالاتے ہیں' اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے رک جاتے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ: یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی تعریف میں اور تمام امتوں میں سے اس امت کو اللہ کی عنایت اور ان پر اسکی رحمت کے ساتھ تخصیص فرمانے کیلئے وارد ہوئی ہے۔ اور یقیناً انہیں اگر کوئی تکلیف پہنچے کانٹا ہی کیوں نہ ہو جو انہیں چبھتا ہے' اللہ اسے آخرت میں انکے گناہوں کا کفارہ بنائیگا۔ اور یہ خصوصیت دیگر امتوں کو حاصل نہیں۔ اور اسکی تائید بھی اس بات سے ہوتی ہیکہ لفظ هذه اور اسکے فوری بعد مرحومہ مذکور ہے ایک ایسی خصوصیت پر دلالت کرتے ہیں جو اس امت کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اسکی رحمت کے ساتھ ممتاز کرتی ہے۔ اس جیسے مقام میں مفہوم تک رسائی دشوار ہے۔ اور یہی وہ رحمت ہے جسکی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اشارہ ملتا ہے۔ ''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ، فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ '' (اور میری رحمت سب پر چھائی ہوئی ہے پس میں ان لوگوں کے لئے رحمت لکھ دونگا جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔ الی قوله ''اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ'' (7۔ سورۃ الاعراف' آیت: 156/157)۔ (مرقات)۔

اور اسکا خلاصہ وہی ہے جو علامہ سید نے کہا کہ اس سے یہ مراد نہیں ہیکہ آخرت میں آپ کے کسی امتی کو عذاب نہیں دیا جائیگا' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو خاص رحمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور انہیں اگر دنیا میں کوئی بھی مصیبت پہونچتی ہے تو ان کو اسکا ثواب دیا جائیگا اور اسے گناہوں کا کفارہ بنایا جائیگا۔ اور یہ کیفیت دیگر امتوں کو حاصل نہیں۔ مختصراً یہ کہ اس میں خاص طور پر اس امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کی طرف اشارہ ہے۔